تعلیمی رہنمائی اور صلاح کاری

عبدالغنی مدہوش

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

تعلیمی رہنمائی اور صلاح کاری

عبدالغنی مدہوش

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	1984
چوتھی طباعت	:	2013
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/67روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	440

Taleemi Rahnumai Aur Salahkari
By : Abdul Ghani Madhosh

ISBN :978-81-7587-915-7

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110066 فون نمبر: 26109746
فیکس: 26108159 ای میل: ncpulsaleunit@gmail.com
ای میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: ہائی ٹیک گرافکس، ڈی 8/2، اوکھلا انڈسٹریل ایریا، فیز II، نئی دہلی 110020
اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

ہندوستان میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اردو کے لیے کام کرنے والا یہ ملک کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو پچھلے کئی دہائیوں سے مسلسل مختلف جہات میں اپنے خاص خاص منصوبوں کے ذریعہ سرگرم عمل ہے۔ اس ادرہ سے مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل کتابیں خاصی تعداد میں سماجی ترقی، معاشی حصول، عصری تعلیمی اور معاشرہ کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے شائع کی گئی ہیں جن میں اردو کے کئی ادبی شاہکار، بنیادی متن، قلمی اور مطبعہ کتابوں کی وضاحتی فہرستی، تکنیکی اور سائنسی علوم کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت، زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شامل ہیں۔ کونسل کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مختصر عرصہ میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ قومی اردو کونسل نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے کیونکہ کتابیں علم کا سرچشمہ رہی ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقا کی تاریخ مکمل نہیں تصور کی جاتی۔ جدید معاشرے میں کتابوں کی اہمیت مسلم ہے۔ کونسل کے اشاعتی منصوبہ میں اردو انسائیکلوپیڈیا، ذولسانی اور اردو۔ اردو لغات بھی شامل ہیں۔

ہمارے قارئین کا خیال ہے کہ کونسل کی کتابوں کا معیار اعلا پائے کا ہوتا ہے اور وہ ان کی ضرورتوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کر رہی ہیں۔ قارئین کی سہولتوں کا مزید خیال کرتے ہوئے کتابوں کی قیمت بہت کم رکھی جاتی ہے تا کہ کتاب زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچے اور وہ اس بیش بہا علمی خزانہ سے زیادہ سے زیادہ مستفید اور مستفیض ہو سکیں۔

اہل علم سے گذارش ہے کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تا کہ وہ خامی اگلی اشاعت میں دور کی جا سکے

ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین

ڈائرکٹر

فہرست

باب اوّل : تمہید 7
تاریخی پس منظر
تعریف۔ معنی و مفہوم۔ رہنمائی اور صلاح کاری کا بنیادی فلسفہ 15
رہنمائی خدمات کی ضرورت۔ رہنمائی خدمات کا تعلیم کے ساتھ
تعلق۔

باب دوم : رہنمائی خدمات 35
خدمت ایک تصور۔ شخصی تجزیہ۔ معلوماتی خدمت۔ امدادِ
روزگار خدمت۔ تحقیقاتی خدمت۔ صلاح کاری خدمت

باب سوم : ابتدائی مدارس میں رہنمائی 65
ابتدائی تعلیم میں رہنمائی کی ضرورت۔ ابتدائی تعلیم میں رہنمائی
کا مفہوم۔ رہنمائی اور بچے کی نشوونما۔ ابتدائی اسکولوں میں

رہنمائی خدمات کی ذمہ داریاں۔مجموعی ترقی ریکارڈ۔تعلیمی کمیشن
اور ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی۔

باب چہارم : ثانوی مدارس میں رہنمائی 93

ثانوی تعلیم۔ثانوی اسکولی طلبار کے مسائل۔رہنمائی خدمات
کی تنظیم۔ثانوی اسکول کے صلاح کار کی ذمہ داریاں۔
ثانوی اسکول میں رہنمائی سے متعلق ایجوکیشن کی سفارشات نظم واہتمام

باب پنجم : پیشہ ورانہ رہنمائی 122

تعریف اور پس منظر۔آدمی اور اس کا روزگار۔انتخاب پیشہ۔
انتخابِ پیشہ پر اثر انداز ہونے والے عناصر۔پیشہ ورانہ صلاح
کاری۔پیشہ ورانہ منصوبہ سازی اور اسکول۔

باب ششم : رہنمائی پروگرام کا نظم، ترتیب اور تشکیل 154

چند ابتدائی باتیں۔رہنمائی عملہ۔رہنمائی کی تنظیم۔مؤثر رہنمائی
پروگرام کی خصوصیات۔رہنمائی پروگرام کا جائزہ۔

حوالہ جات 189

باب اوّل

تمہید

(۱) تاریخی پس منظر

رہنمائی کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود آدمی کا اس زمین پر سماجی وجود۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ابتدا سے ہی مشورے، صلاح اور رہنمائی کی ضرورت رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ تمام منظم مذاہب اور اصلاحی تحریکوں کا بنیادی مقصد مدد و مشورہ رہا ہے۔

رہنمائی کے تصور کی تاریخ پیش کرنے کی خاطر کئی طرح کے افکار و نظریات کو سامنے لانا ہوگا جو مختلف اوقات پر ظاہر کیے گئے ہیں اور وہ بھی جو اب ایک باضابطہ اور منظم شکل میں دنیا کے بیشتر حصوں میں کارفرما ہیں۔

یورپی نشاۃ ثانیہ سے قبل "کوین ٹی لین" سقراط اور ارسطو جیسی شخصیات نے نوجوانوں کو مختلف امور سے متعلق صلاح و مشورہ دینا نہایت ہی ضروری سمجھا اور وہ خود یہ کام خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے، روم کا مشہور فلسفی سیسترو کہتا ہے:

> "ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم کو کس نہج پر آگے بڑھنا ہے اور زندگی کے کن مواقع سے مستفید ہونا ہے۔"

حقیقت میں جن لوگوں نے تعمیر انسانیت کے بارے میں سوچا ہے وہ بچوں کی ابتدائی نشوونما، اور تعلیم و تربیت کو نظر انداز نہیں کر سکے ہیں۔ جان لاک نے 1695ء میں رہنمائی کے متعلق اپنا خیال اس طرح ظاہر کیا ہے:

"جو شخص بچّوں میں دل چسپی لیتا ہے اُسے چاہیے کہ اُن کی فطرت سے بخوبی واقف ہو جائے ان کی صلاحیتوں کو پرکھ سکے اور یہ جانتا ہو کہ بڑھتی عمر کے ساتھ ان میں کس طرح کی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔۔۔۔"

دو صدی بعد رُوسو نے یہی بات پُر زور الفاظ میں دُہرائی کہ بچّوں کے مشاغل، اُن کی دل چسپیاں، اور صلاحیتیں وغیرہ جان لینا اُن کے صحیح نشو و نما کے لیے ضروری ہے۔

پیستالوزی نے تو سب سے پہلے بچّوں کو اپنے مطالعے کا مرکز بنایا ——— اور ان کی بڑھتی عمر کے تقاضوں کے مطابق ایسے طریقۂ تعلیم کو مروّج کرنا چاہا جو بچوں کی طبیعت کے ساتھ میل کھاتا نظر آئے۔

اُنیسویں صدی میں دو ایسے مفکّر دنیا کے سامنے آئے جن کے نظریات نے بچّوں کی نفسیات کو ان کی تعلیم و تربیت میں مرکزی حیثیت عطا کی اگر ایک طرف ہربارٹ نے تعلیم کی نفسیاتی بنیادوں کی نشاندہی کی تو دوسری طرف فرآبیل نے ماحول کے بُرے اثرات کا تعلق بچّوں کی ابھرتی شخصیتوں کی مشکلات کے ساتھ دکھایا کہ ناپسندیدہ ماحول کس طرح بچّوں کی نشو و نما پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ہمارے ملک ہندستان میں بہت پُرانے زمانے سے اس طرح کے شواہد نظر آتے ہیں جب کہ یہاں کے لوگوں کے لیے ان کی تعلیم و تربیت کا سب سے بڑا مقصد اُن کی رہنمائی سمجھا گیا ہے۔ قدیم زمانے کی مقدّس کتابیں، پنچ تنتر کی کہانیاں یا جاتکا داستانیں بنیادی طور پر لوگوں کے اخلاقی معیار کو بلند کرنے کا ذریعہ تھیں۔ اسی طرح اُس دور کی تعلیم و تربیت کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کی صحیح رہنمائی کی جائے، 'استاد' کے لیے 'گُرو' کا لفظ استعمال ہوتا تھا جس کا مطلب تھا، صلاح کار، مشیر یا رہنما۔

دُنیا کے ہر ملک میں رہنمائی اور صلاح کاری کی طرح طرح کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس کا سہرا تو امریکہ کے سر ہی رہتا ہے کہ وہاں پہلی بار منظم طور پر اور موجودہ مفہوم کے ساتھ صلاح کاری اور رہنمائی کی شروعات ہوئی۔ پتہ چلا ہے کہ سب سے پہلے سنہ 1908 عیسوی میں امریکہ کے ایک نامی ماہر نفسیات فرانک پارسنز Frank Parsons نے بوسٹن شہر میں پیشہ ورانہ رہنمائی کے نام سے ایک ادارہ قایم کیا۔ اس ادارے میں لوگوں

کو مختلف اقسام کے پیشے منتخب کرنے میں ایک طرح کی مدد ملتی تھی۔ اس سلسلہ میں جو مشورہ دیا جاتا تھا وہ اس بات پر منحصر تھا کہ مشورہ کے طالب علموں، خاص کر نوجوانوں کی شخصیت کا بھرپور نفسیاتی جائزہ لیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ اُن کے رُجحانات، صلاحیتیں اور دل چسپیاں کس نوعیت کی ہیں اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ مختلف پیشوں کی کیا شرائط ہیں؛ کس طرح کی صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور کس قسم کے لوگ ایسے پیشوں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ معلومات فراہم ہوجانے کے بعد مختلف امیدواروں کو اُن پیشوں کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا جاتا تھا جو اُن کے لیے موزوں ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اُن لوگوں کے لیے باعثِ دل چسپی بھی ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ فرانک پارسنز ہی وہ پہلا شخص تھا جو "پیشہ ورانہ رہنمائی" کی ترکیب کو سب سے پہلے عمل میں لایا۔ اس نے ایک دل چسپ کتاب Choosing A Vocation لکھ کر دنیا کو بتایا کہ پیشوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر اور اُن کے طلب گاروں کی کثرت کی روشنی میں صحیح مشورے کی راہ تو یہ ہے کہ مختلف پیشوں کے طلب گار اپنی ذات سے واقف ہوں یعنی اپنی ذہانت صلاحیت اور میلانات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس ذاتی علم کی بنا پر تعلیم و تربیت کے ایسے مواقع تلاش کریں کہ ان کی تمام صلاحیتیں پروان چڑھیں اور آخر میں وہ اُس شعبۂ زندگی میں قدم رکھیں یا ایسا پیشہ اپنا لیں جس میں ان کی شخصیت مزید اُبھرے، نکھرے اور باعثِ مسرت و شادمانی ثابت ہو۔

اس طرح کی جاندار تحریک سازگار تاریخی حالات کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی تھی، آیئے اِن حالات کا ایک مختصر سا جائزہ لیں۔

سب سے پہلے ہماری نظریں مغربی تاریخ کے اُس عظیم دَور پر پڑتی ہیں جب کہ بیسویں صدی کے پہلی دہائی میں فرانس کے مشہور ماہرِ نفسیات الفریڈ بنے Alfred Binnet نے پہلی ذہنی آزمائش Intelligence Test شائع کی۔ اِس آزمائش کی مقبولیت نفسیات کے اہم شعبے پیمائشی نفسیات Psychometry کا پیش خیمہ بنی اور اس کی بدولت شخصیت سے متعلق نئی اور طرح طرح کی جانچی پرکھی معلومات جدید سائنس کے روپ میں سامنے آئیں ان معلومات میں پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے درمیان اور اس کے بعد

بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ فوج میں موزوں اور باصلاحیت لوگوں کو بھرتی کرنے کے لیے مختلف قسم کی آزمائشوں کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے طرح طرح کی متعدد آزمائشیں وضع کی گئیں۔

ذہنی آزمائشی پیمانوں کے ساتھ ساتھ ایک زبردست ہلچل پیدا کرنے والی تحریک اُس وقت شروع ہوئی جبکہ کلی فورڈ بیرس Clifford Beers نامی ایک شخص نے تہلکہ مچا دینے والی کتاب The mind that found itself شایع کی۔ اُس کتاب میں دل ہلا دینے والی وہ کربناک واردات درج تھی جس سے کتاب کا مصنف بیرس امریکہ کے ایک مقامی دماغی ہسپتال میں اپنے تین سالہ قیام کے دوران دوچار ہوا تھا کہتے ہیں کہ کسی دماغی خلل کی وجہ سے بیرس کو اس ہسپتال میں بھرتی ہونا پڑا تھا۔ تین سال کی لمبی مدت کے دوران میں وہ ہسپتال کی مسلسل بے رخی، بے توجہی، غلط کاری، ایذارسانی، گندگی اور غلاظت سبھی کا شکار رہا۔ یہ حالات کسی کو ٹھیک کرنے کے بجائے تمام عمر بیماری میں مبتلا کرنے کے لیے کافی تھے۔ ہسپتال کے اندرونی حالات کا جائزہ بیرس نے لوگوں کے سامنے رکھا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حفظانِ صحتِ ذہنی Mental Hygiene تحریک معرضِ وجود میں آگئی۔ اس تحریک کی معنویت اس قدر بڑھ گئی کہ ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی اور صلاح کاری کام حفظانِ صحتِ ذہنی ہی ٹھہرایا گیا۔ یہ کہا گیا کہ اسکول جانے والے چھوٹے چھوٹے بچوں کی صحیح خبرگیری تو یہ ہے کہ اُن کو صاف و شائستہ ماحول میں رکھا جائے تاکہ اُن کی شخصیت کی اُٹھان نہایت ہی صحت مند خطوط پر ہو۔

اسی طرح آسٹریا کے ایک مشہور ڈاکٹر سائی منڈ فرائیڈ کے نظریات بھی بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ہی دُنیا کے سامنے آئے۔ اُن کے خیالات کی جب تشہیر ہوئی اور اُن کو امریکہ کی کلارک یونیورسٹی میں تحلیل نفسی Psychoanalysis پر تعارفی خطبات دینے کے لیے بلایا گیا تو دانش وروں میں اُن کے خطبات سے انسانی شخصیت کے گہرے مطالعے کی ضرورت کا احساس بڑھا۔ انسان کا لاشعور فکری تجزیے کا مرکز بنا۔ اور اس طرح بھی شخصیت کے ہمہ گیر مطالعے کے مطالبہ میں شدت پیدا ہوئی۔

فرانک پارسنز کے خیالات کو اس طرح کی فکری تحریکوں کے وسیع مطالعے سے ٹھوس بنیادیں مل گئیں اور اُس نے پیشہ ورانہ رہنمائی مرکز قایم کرکے ذاتی مطالعے

کی بنا پر پیشہ ورانہ رہنمائی کا طریقہ رائج کیا۔ اس ادارے میں نہ صرف طلب گاروں کی شخصیت کی جانچ پرکھ ہی ہوتی تھی بلکہ صلاح کاروں کی تعلیم و تربیت کا بھی باضابطہ انتظام تھا۔ اُن کی درس تدریس اور تیاری کی خاطر تعلیمی و تربیتی مواد کی فراہمی اور نصاب تعلیم کی تدوین اور اصلاح کا بھی اعلیٰ انتظام تھا۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بوسٹن کے پیشہ ورانہ مرکز کی اہمیت بھی بڑھتی گئی۔ سنہ 1519ء میں یہ ادارہ بوسٹن کے اسکول سسٹم کا ضروری حصہ بن گیا۔ یہاں تک کہ نیویارک کے تمام اسکولوں میں صلاح کاروں کی مانگ بڑھ گئی۔ اس طرح سے رہنمائی اور صلاح کاری کا کام امریکہ میں بڑھنے لگا۔ 1936ء میں ایک قومی پیشہ ورانہ کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں پیشہ ورانہ مشکلات پر بحث و مباحثہ ہوا اور ایک اہم فیصلہ کیا گیا کہ مختلف اوقات پر پیشہ ورانہ ضمیمے شائع کیے جائیں تاکہ لوگ رہنمائی خدمات سے مستفید ہوسکیں۔

رہنمائی اور صلاح کاری کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے پیش نظر چند ایسے قوانین وضع کیے گئے جن کی مدد سے اس تحریک کی ملک بھر میں زبردست شہرت حاصل ہوئی اور تمام امریکن ریاستوں میں رہنمائی خدمات پر عمل درآمد شروع ہوا۔ اِن قوانین میں "جارج ڈین ایکٹ قابلِ ذکر ہیں۔ جارج ڈین ایکٹ کی رو سے امریکہ کے آفس آف ایجوکیشن کو 1938ء میں معلوماتی اور رہنمائی خدمات شروع کرنے کے لیے کُل اخراجات مل گئے اور جارج ہارڈن ایکٹ کی مدد سے 1946ء میں رہنمائی اور صلاح کاری کے نگرانوں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں۔ اس طرح سے ایسی خدمات کے لیے مالی بنیادیں واضح اور مضبوط ہونے لگیں یہی وجہ ہے کہ ملک بھر میں رہنمائی خدمات کی روزافزوں ترقی کے امکانات پیدا ہوگئے۔

رہنمائی کی تحریک نے اُس وقت انقلابی کروٹ لی جب کہ 1949ء میں کئی امریکی یونیورسٹیوں اور ہایر سیکنڈری اسکولوں نے رہنمائی کی اسکیم کو باضابطہ طور پر اپنے تعلیمی کام کا ایک حصہ بنالیا۔ بقول فرالک Froelich ایک ہزار سے زائد کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رہنمائی اور رہنمائی خدمات پر درسی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اِن کالجوں میں رہنمائی سے متعلق نصاب میں کس طرح کے مضامین شامل

کیے گئے اِن کی تفصیل مندرجہ ذیل خاکہ سے ہو جائے گی۔

مضامین	کالجوں کی تعداد	نمبر شمار
انفرادی تجزیہ	548	1
رہنمائی سے متعلق بنیادی مضامین	513	2
پیشہ ورانہ معلومات	100	3
صلاح کاری کی بنیادی تکنیک	169	4
نگرانی سے متعلق خدمات	100	5
نظم و ضبط سے متعلق خدمات	78	6

ایک بار باضابطہ تعلیم میں داخل ہونے کے بعد رہنمائی تحریک اتنا زور پکڑ گئی کہ رہنمائی کو تعلیم کا ضروری جزو سمجھا جانے لگا۔ بلکہ کہیں کہیں تعلیم اور رہنمائی کو ہم معنیٰ اور ایک جیسا تصور کیا گیا۔ آج کل مشکل سے ہی کوئی ایسا اسکول یا کالج ہوگا، جہاں پر رہنمائی خدمات مہیا نہ ہوں۔ 1960ء اور 1970ء کے درمیان اسکول صلاح کاروں میں چھ فی صدی اضافہ ہوا اور اضافے کی شرح برابر بڑھ رہی ہے۔ رہنمائی خدمات پر خرچہ جات بھی برابر بڑھ رہے ہیں اور اس خرچے کا ایک مخصوص حصّہ صلاح کاروں کی ماہرانہ تعلیم و تربیت پر صرف ہوتا ہے۔ دیگر اہم اخراجات تحقیق، اشاعت اور عام تربیت کے لیے مخصوص ہیں۔ آج کل کے امریکی اسکولوں میں درس و تدریس کا کوئی بھی کام مفید اور تعمیری مشوروں کے بغیر آگے بڑھ ہی نہیں سکتا اور یہ مشورے منظم رہنمائی اداروں سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ ہر ایک بچے کو کوئی بھی کورس شروع کرنے سے پہلے ایسی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے جن کی مدد سے اس کی شخصیت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ تاکہ اُس کے لیے وہی کورس تجویز کیا جا سکے جس میں اُس کی ذاتی صلاحیتوں کا نکھار ممکن ہو۔ اسی طرح کسی بھی پیشے کا انتخاب کرنے کی خاطر ایسے ہی امتحانات دینے پڑتے ہیں، جن سے اس کی اہلیت، صلاحیت اور امکانِ استفادیت کا اندازہ ہو سکے۔ غرض یہ کہ رہنمائی خدمات امریکہ کی تعلیمی خدمات میں مکمل طور پر رچ بس گئی ہیں۔

ہندستان میں رہنمائی اور اصلاح کاری ہندستان میں ایک بامعنی اور باضابطہ رہنمائی پروگرام ماضی قریب میں شروع ہوا۔ اس طرح کی سب سے پہلی کوشش کلکتہ یونیورسٹی کے ذریعے ہوئی۔ 1915ء میں کلکتہ یونیورسٹی نے پہلی نفسیاتی تجربہ گاہ قایم کی اس تجربہ گاہ میں رہنمائی اور نفسیات سے متعلق چند اہم اور دلچسپ تجربات ہونے لگے۔ 1938ء میں ڈاکٹر جی، ایس بوس کی قیادت میں اطلاقی نفسیات Applied Psychology کے ادارہ کی داغ بیل پڑی اور اس ادارے میں پیشہ ورانہ اور تعلیمی رہنمائی کے میدان میں تحقیق شروع ہوئی۔ اس طرح کی ایک اور کوشش بمبئی میں بھی ہوئی۔ یہاں ایک ریٹائرڈ اکاؤنٹنٹ بالٹی بوائے اور مکرجی نامی ایک ماہر نفسیات نے مل کر ایک ادارے کی تشکیل کی جس کا نام "بالٹی بوائے اور مکرجی نامی ایک ماہر نفسیات نے مل کر ایک ادارے کی تشکیل کی جس کا نام "بالٹی بوائے ووکیشنل گائیڈنس بیرو" رکھا گیا۔ اس ادارے میں لوگوں کے ایک محدود حلقے کو مختلف پیشوں سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کی جاتی تھیں۔ 1945ء میں پٹنہ یونیورسٹی کا شعبۂ نفسیات قایم ہوا، تو اس میں کالج کے طلباء کو ضروری معاملات سے متعلق رہنمائی حاصل ہونے لگی۔ 1947ء میں بمبئی کے "پارسی پنچایت فنڈ" نے اپنی چھوٹی سی "پارسی" برادری کے لیے رہنمائی اور اصلاح کاری کی خدمات شروع کیں۔ اس ادارے کے ناظم ڈاکٹر ایچ، پی مہتہ نے ایک رسالہ "پیشہ ورانہ اور تعلیمی رہنمائی" کے نام سے جاری کیا۔ اسی سال اترپردیش گورنمنٹ نے "آچاریہ نریندر راؤ کمیٹی" کی سفارشات پر الہ آباد میں "بیرو آف سایکالوجی" کی بنیاد ڈالی اس ادارے کے قیام سے ملک میں رہنمائی کی تحریک کو زبردست فائدہ ہوا۔ اب رہنمائی کے تعلیمی اور پیشہ ورانہ نظریات کھل کر سامنے آنے لگے اور اس ادارے کی کارکردگی کے چرچے ہونے لگے۔ اس طرح سے رہنمائی خدمات کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ اس کے فوراً بعد بمبئی کی سرکار نے بھی ووکیشنل گائیڈنس کا ادارہ قایم کیا۔ مارچ 1943ء میں ہندستانی رہنمائی تحریک اس منزل میں داخل ہوئی جہاں کہ اس طرح کی خدمات کے لیے ملکی مانگ کا اظہار ہونے لگا۔ بات یہ ہوئی کہ وزارت تعلیم نے ڈبلیو ایل بارنیٹ کو فل برائٹ پروفیسر کی حیثیت سے بلایا اس وقت پروفیسر بارنیٹ ریاست

نیو یارک کی بفالو یونیورسٹی میں شعبۂ پیشہ ورانہ صلاح کاری کے ساتھ وابستہ تھے۔ انھوں نے یہاں آکر ملک کے بیشتر رہنمائی کارکنوں کا ایک ورکشاپ منظم کیا۔ اسی طرح کا ایک اور ورکشاپ نومبر 1954ء میں سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن دہلی میں بلایا گیا۔ اسی سال حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم نے اس ادارہ میں "سینٹرل بیورو آف ایجوکیشنل اینڈ ووکیشنل گائیڈنس" قائم کیا جس کے زیرِ اہتمام تمام ریاستوں کو اپنی اپنی جگہ گائیڈنس بیورو قایم کرنے کی پیشکش ہوئی اور مرکزی سرکار نے ایسی ریاستوں کے لیے مزید مالی امداد کا فیصلہ کیا جو رہنمائی کے ادارے قایم کریں۔ چنانچہ اس پیش کش کے نتیجے میں گیارہ ادارے قائم ہوئے، صرف دو ریاستوں مدراس اور جموں و کشمیر میں یہ ادارے قایم نہ ہو سکے۔ اس طرح کی پیشکش پرائیویٹ اداروں اور کئی طرح کی ایجنسیوں کو بھی کی گئی۔ 1962ء تک رہنمائی کے غیر سرکاری اداروں کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔

مرکزی سرکار کی مالی امداد نے رہنمائی تحریک کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچایا اور مختلف مقامات پر نہایت نتیجہ خیز کام ہونے لگا۔ مثال کے طور پر الہ آباد کے رہنمائی ادارے نے اس موضوع پر کئی کتابیں شایع کیں۔ ذہانت کی آزمائشیں اور شخصیت کے بارے میں سوالنامے تیار کیے۔ کئی دیگر ممالک کی مشہور و معروف آزمائشوں کو ہندوستان کے حالات کی روشنی میں ڈھالنے کا کام شروع کیا اور کئی تہذیب آزاد Culture Free آزمائشوں کو جوں کا توں استعمال کیا۔ بنگلور، بیکانیر، بمبئی، کلکتہ، دہلی اور گوہاٹی وغیرہ میں ایسے اداروں سے رہنمائی کے موضوع پر مقالات اور مضامین شایع ہونے لگے۔ مزید چنڈی گڑھ اور بمبئی کے رہنمائی اداروں میں آزمائشوں کی وضع اور استعمال کا کام بھی شروع ہوا۔

ہندوستانی رہنمائی تحریک کا ایک نمایاں قدم وہ بھی تھا جبکہ رہنمائی کی اہمیت کو یہاں کے نیشنل ایمپلائمنٹ سروس میں تسلیم کیا گیا۔ دوسرے پنجسالہ منصوبے میں ملک کے 95 ایمپلائمنٹ اداروں میں پیشہ ورانہ رہنمائی کے دفاتر کھولے گئے۔ اس طرح سے رہنمائی خدمات زور پکڑتی گئیں۔

1965ء کے بعد رہنمائی سے متعلق تعلیم و تربیت کا کام نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اور ٹریننگ N.C.E.R.T کو سونپا گیا۔ اور کونسل نے رہنمائی کے موضوع پر ایک

سال کا Associateship Course شروع کیا۔ اس کورس میں ملک کی تمام ریاستوں سے لوگ بلائے گئے اور بعد میں یہی لوگ ریاستی رہنمائی اداروں کے قائد مقرر ہوئے۔ بدقسمتی سے یہ کورس 1970ء کے بعد بند ہوگیا۔ لیکن ووکیشنل گائیڈنس پر درس و تدریس کا سلسلہ اب تک (1982) برابر جاری ہے۔

آج کل رہنمائی خدمات کا زور کچھ کم ہوگیا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملک کا تعلیمی نظام ابھی ٹھیک طرح سے ایسی خدمات کو جذب نہیں کرسکا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مرکزی سرکار نے رہنمائی خدمات کے قیام اور ترقی کے لیے جو رقوم دینی شروع کی تھیں وہ تیسرے پنجسالہ منصوبے کے بعد بالکل بند کردی گئیں۔ دہلی کے سکنڈری اسکولوں میں اب بھی اسکول کونسلروں کے لیے خاص گریڈ ملتے ہیں اور پیشہ ورانہ رہنمائی و صلاح کاری کا تھوڑا بہت کام ہوتا رہتا ہے۔ آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں رہنمائی و صلاح کاری کی ایک باضابطہ شاخ قایم کی گئی ہے۔ لیکن ملک کے باقی حصوں میں یہ تحریک کچھ ڈھیلی پڑگئی ہے۔

(ب) تعریف ۔ معنی و مفہوم رہنمائی کا مطلب، مفہوم اور تعریف معلوم کرنے کی خاطر جب ہم اس موضوع پر اعلیٰ اور مستند کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک طرح کی مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کتابوں کے مصنفین جو کہ خود رہبری کے میدان کی بڑی بڑی شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں لکھتے ہیں کہ رہنمائی کا مفہوم بتانا کوئی آسان کام نہیں" یا یہ کہ" رہنمائی کا مطلب ہر شخص کے اپنے نظریات پر منحصر ہے"۔ اسی طرح" رہنمائی کا تصور کبھی ذات اور کبھی تعلیم سے متعلق نظریات کی نشاندہی کرتا ہے"۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ" رہنمائی کے حدود مقرر نہیں ہیں"۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے بیانات رہنمائی کے مقاصد، اصلیت اور نوعیت کو سمجھنے میں مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اس مسئلے کو حل کرنے کی خاطر اس باب میں ایسی تمام تعریفوں کی درجہ بندی کی جائے گی جو صرف نظریات کے تفاوت یا اختلاف کی وجہ سے ایک علیحدہ اور انفرادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس طرح سے دیکھیے تو رہنمائی کی تعریفیں تین طرح کے فکری زمروں میں ترتیب دی جاسکتی ہیں۔ اوّل، وہ تعریفیں جو رہنمائی کو زندگی کے ساتھ بلا واسطہ منسلک کرتی ہیں، دوم، وہ تعریفیں جو رہنمائی کا تعلیم اور پیشہ کے ساتھ ناطہ جوڑتی ہیں اور سوم، وہ تعریفیں ہیں جو رہنمائی کو فقط آدمی کی خودآگہی

کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ اب ہم اِن تینوں طرح کی تعریفوں کا جائزہ لیں گے۔

۱۔ رہنمائی اور زندگی آدمی کو جو چیز باقی حیوانات سے الگ اور کئی صورتوں میں اُن سے برتر ثابت کرتی ہے وہ ہے زندگی کا ادراک۔ ہر شخص کے پاس زندگی کی ایک محدود پونجی ہے اور اس کے صحیح استعمال پر ہر دور میں زور دیا جاتا رہا ہے۔ اگر ہم دُنیا کی تمدنی اور سماجی تاریخ کا معمولی سا جائزہ لیں تو واضح ہو جائے گا کہ دنیا کے سبھی حصّوں میں ابتدائی زمانہ ہی سے کئی ایسے ادارے وجود میں آئے یا لائے گئے ہیں، جن کا بنیادی مقصد یہ رہا ہے کہ عام لوگوں کو زندگی کے راز سے واقف کرا کے اُن کو صحیح راستہ پر چلایا جائے اور اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ آدمی زندگی کی بیشتر مشکلات سے بہ آسانی نکل گیا اور ماحول کے ساتھ ایک طرح کی مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے نت نئے طریقے ڈھونڈتا رہا۔ اس ضمن میں مذہب کا ذکر لازمی ہے۔ مذہب کی حقیقی روح اور اس کی تعلیمات کا بنیادی مطلب بھی یہی ہے کہ آدمی اس دنیا میں اپنی مختصر سی زندگی کو کس طرح گزارے۔ اس طرح کی ضرورت جتنی اُس آدمی کو تھی جو غاروں میں رہتا اور جنگلی جانوروں کا شکار کرکے اپنی زندگی گزارتا تھا، اس سے کہیں زیادہ موجودہ انسان کو ہے، جو اپنی ذہنی اور مادی ترقی کے عروج پر ہے اور جس نے زمین سے باہر کی فضا میں قدم رکھ کر انسانی تاریخ کو ایک نئے اور دلچسپ موڑ پر کھڑا کر دیا ہے لیکن جیسے اب یہ ڈر ہو گیا ہے کہ کہیں اس کی اپنے ہی ہاتھوں بنی ہوئی ٹیکنیکی اور سائنٹیفک تہذیب خود اُس کی موت کا سامان نہ بن جائے۔ آج کل کے انسان کے سامنے کئی ایسے سوالات ہیں، جن کا جواب جانے بغیر آگے قدم رکھنا محال لگ رہا ہے۔ سب سے بڑا سوال تو یہ ہے کہ زندگی کی تمام تر مادّی سہولیات میسر ہونے کے باوجود زندگی کیسے گذاری جائے۔ یہ سوال اس لیے پیدا ہوا ہے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے وہ مقصد غائب ہو چکا ہے جس کی رو سے ہر شخص کو کائنات اور زندگی میں ایک طرح کی مطابقت کا احساس ہوتا تھا۔ یہ کھویا ہوا امتزاج، توازن اور نفسیاتی سکون بحال کرنے کی خاطر رہنمائی خدمات کو مقدم تصور کیا جاتا ہے اس لیے رہنمائی کا مطلب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ:

> "رہنمائی سے مراد وہ خدمات ہیں، جن کی بدولت فرد ایک بامعنی زندگی گزار سکے۔"

یا یوں کہیے کہ:

"رہنمائی زندگی کو صحیح راہ پر لگانے کا ایک ذریعہ ہے۔"

اسی مفہوم کو اس طرح سے بھی ادا کیا گیا ہے:

"رہنمائی سے مراد وہ پائدار خوشی ہے جو آدمی کو زندگی کے تقاضے سمجھنے اور پھر اُن کو موزوں طریقوں سے پورا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔"

بہ الفاظِ دیگر زندگی اور رہنمائی کے باہمی رشتے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"رہنمائی مدد دہ یا وری کا وہ طریقہ ہے جس سے ایک شخص کی زندگی میں سکون، چین، آرام اور مسرّت حاصل ہو سکے۔"

2- **تعلیمی اور پیشہ ورانہ نظریات**

رہنمائی اور زندگی کے باہمی ربط پر مبنی تعریفوں کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ان کی مدد سے ہمیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ جس زندگی کے لیے رہنمائی کی بات کی جا رہی ہے اُس کے خدوخال کیا ہیں؛ زندگی کے وہ کون سے پہلو ہیں جن کے لیے رہنمائی درکار ہے۔ لہٰذا رہنمائی کی دوسری قسم کی تعریفوں میں رہنمائی کو زندگی کے بعض مخصوص شعبوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جیسے تعلیم اور پیشہ۔ مندرجہ ذیل تعریفوں میں وضاحت سے یہ بات پیش کی گئی ہے کہ رہنمائی کسی شخص خصوصاً طالب علم کی تعلیمی پیشہ ورانہ زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس تصوّر کی رو سے:

"رہنمائی خدمات کا تعلق تعلیمی اداروں یعنی اسکولوں سے ہوتا ہے۔ ان خدمات کا مقصد طالب علم کی زندگی کے ہر پہلو کو ترقی دینا اور اجاگر کرنا ہے۔"

تعلیمی اور پیشہ ورانہ نظریات کی روشنی میں رہنمائی کی چند اور تعریفیں حسبِ ذیل ہیں:

"رہنمائی کا مدعا یہ ہے کہ ایک بچے کو ایسی تعلیمی فضا فراہم کی جائے کہ وہ تمام تعلیمی مواقع سے فائدہ اٹھا سکے۔"

"رہنمائی کی بدولت طالب علم اپنی صلاحیتوں کا صحیح شعور پیدا کرتا ہے اور یہ انھیں اُن کی امکانی حدود تک پروان چڑھاتا ہے۔"

"رہنمائی کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی تمام تر صلاحیتوں تمناؤں اور شخصیت کے اہم پہلوؤں سے روشناس ہو جائے اور پھر اس واقفیت کو اپنی زندگی کا

رہنما بنائے تاکہ وہ ایک جمہوری سماج میں اپنا صحیح رول نبھا سکے۔"

"رہنمائی مدد و مشورے کا ایک طریقۂ کار ہے جس کی بدولت ایک شخص کو اپنے رجحانات، صلاحیتوں، خامیوں اور ضرورتوں، وغیرہ کا پتہ چلتا ہے اور اس جانکاری کی روشنی میں وہ صحیح قسم کے فیصلے کر سکتا ہے اور ماحول کے ساتھ موزوں ہم آہنگی پیدا کر کے اپنی مسرت اور تسکین میں اضافہ کرتا ہے۔"

"رہنمائی سے طلبار کو یہ مدد ملنی چاہیے کہ وہ اپنے لیے موزوں مقاصد کا انتخاب کریں اور پھر ان کو حاصل کرنے کے لیے صحیح منصوبے مرتب کریں اور انھیں بروئے کار لائیں۔"

"اسکولوں میں رہنمائی کے تین پہلو ہیں ایک یہ کہ طالب علم کو ماحول کے ساتھ ذاتی سازگاری حاصل ہو، دوسرا یہ کہ اس کے تعلیمی مقاصد پورے ہوں اور پھر اُس کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی نشو و نما ہو۔"

"مدرسہ میں رہنمائی کا بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ ایک طالب علم اُس کی تعلیمی ترقی کی راہ میں پوری پوری مدد دی جائے۔"

"رہنمائی کا تعلق زندگی کے تمام پہلوؤں سے ہے۔ اس میں صحت، گھر، کنبہ فرصت کے اوقات، مذہبی زندگی اخلاقی اور شہری زندگی اور پیشہ ورانہ زندگی سبھی شامل ہیں۔"

"رہنمائی ایک طریقۂ کار ہے جس کی بدولت کوئی شخص اپنے پیشے کے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکتا ہے یعنی وہ پیشہ کی شرائط اور لوازمات کا پتہ لگاتا ہے پھر اُن کو پورا کرنے کی تدابیر سوچتا ہے اور آخر میں اس پیشے کے ذریعے اپنی ترقی پر امکانات کا جائزہ لیتا ہے۔"

3 - **رہنمائی اور خود آگہی** اس تصور کی رو سے رہنمائی کا اصلی مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص، خواہ وہ اسکول میں طالب علم ہو، کارخانے میں مزدور یا کارکن ہو غرض کسی بھی شعبے کے ساتھ وابستہ ہو اُسے خود آگہی حاصل کرنے کے قابل بنانا چاہیے یعنی وہ اپنی ذات میں پورا ہو جن لوگوں نے اس طرح کی تعریفیں پیش کی ہیں، ان کا نظریہ ہے کہ جب تک آدمی اپنے آپ سے صحیح طور پر واقف نہ ہو گا، اُس کے ہر شعبۂ

زندگی میں انتشار کی کیفیت برپا رہے گی۔ اور جہاں خود آگہی حاصل ہوگئی، زندگی کا فساد ختم ہو جائے گا۔ اس لیے اِن لوگوں کے نزدیک رہنمائی کا اعلیٰ مقصد خود آگہی کا حصول ہے۔ آیئے اس نظریے کی چند تعریفیں ملاحظہ کریں۔

"رہنمائی ایک ایسا طریقۂ کار ہے جس کی بدولت کسی شخص کو اپنی ذات کے بارے میں صحیح واقفیت حاصل ہوتی ہے، جس کی بنا پر وہ اپنی زندگی میں توازن پیدا کرسکتا ہے۔"

"رہنمائی کا اعلیٰ مقصد خود آگہی ہے، اور خود آگہی پر زندگی کے ہر فیصلے کا دارومدار ہے۔"

"رہنمائی کا مقصد فرد کی نشوونما ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ وہ خود آگہی کے منزل پر گامزن ہو۔"

آخر میں ہم رہنمائی کی اصطلاح کی وضاحت کریں گے جو اس کتاب میں ہمارے پیش نظر رہے گی۔ لیکن اس سے پہلے ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اصطلاح "رہنمائی" کو "پند و نصیحت" سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ "نصیحت" کا استعمال قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسروں کی نصیحتوں کا کافی استفادہ کر چکا ہے اور برابر کر رہا ہے، علاج و معالجے اور زندگی کے دیگر معاملات میں نصیحت کا بڑا زور رہا ہے۔ ایک بات جو نصیحت کو رہنمائی ممیز کرتی ہے وہ یہ کہ نصیحت میں کچھ زبردستی کا عنصر شامل ہے۔ نصیحت کوئی بزرگ کرتا ہو، یا استاد ہو یا اور کوئی شخص، وہ نصیحت کے ذریعے اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ لیکن رہنمائی ایک طرح کی مدد ہے جس سے آدمی اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق استفادہ کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی زور زبردستی نہیں بلکہ ردّ و قبول کا انحصار واقفیت اور علم پر ہے۔ رہنمائی کی بدولت کسی دوسرے کے تجربے سے فائدہ اُٹھانے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آدمی کو اپنی ذات کا عرفان کس حد تک ہے اور وہ اپنی صلاحیتوں کی بنا پر کتنا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

اس کتاب کے لیے رہنمائی کی جو تعریف ہم تجویز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ رہنمائی مدد اور مشورے کا وہ طریقہ ہے جس کی بدولت ایک شخص اپنی زندگی کے مختلف مراحل پر صحیح، موزوں اور معقول فیصلے کرسکے۔

اب اس تعریف کی تھوڑی سی وضاحت کی جائے گی۔

مدد اور مشورہ ہمارا خیال ہے کہ رہنمائی بہرحال اور سب سے پہلے مدد اور مشورے کا طریقہ ہے۔ مدد اور مشورہ وہی لوگ دے سکتے ہیں جنھوں نے رہنمائی کے کام کو بحیثیتِ پیشہ اپنایا ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رہنمائی اُن لوگوں کے بس سے باہر ہے جو رہنمائی کے باضابطہ ماہر نہ ہوں، اصل میں مدد اور مشورے کی آسان صورتیں، ماں باپ، دوست احباب، استاد وغیرہ سبھی کے حلقۂ اختیار میں آتی ہیں لیکن جہاں معاملے کی نزاکت بڑھ جائے تو ماہر رہنما، گائیڈنس کونسلر یا اسکول صلاح کار کی ضرورت پڑتی ہے۔

طریقہ موجودہ دور میں ذاتی اور شخصی تجزیے کے بیشتر طریقے سامنے آئے ہیں اور اُن کے استعمال کی متعدد صورتیں بھی نکل آئی ہیں۔ اب اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ ایک صلاح کار اس بات کی علمیت رکھتا ہو کہ "ذاتی معلومات" کو کس طرح ایک شخص کی ضرورتوں کے ہم آہنگ بنائے۔ چونکہ یہ نہایت ہی پیچیدہ کام ہے اس لیے رہنمائی کو مدد اور مشورے کا طریقہ سمجھتے ہیں۔ اور ہمارا یقین ہے کہ اس طریقے کو استعمال کرنے کے لیے کافی مہارت درکار ہے۔

مختلف مراحل ہم سمجھتے ہیں کہ کم و بیش ہر ایک شخص کی نشوونما میں کئی ایسے مراحل آتے ہیں جن میں رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ جیسے بچے کی تعلیم کی ابتدا کس عمر سے کی جائے؟ اس کے لیے کون سے مضامین مفید ہوں گے؟ سنِ بلوغ پر وہ کس پیشے کو اختیار کرے؟ اپنے پیشے میں ترقی کے مزید مواقع کیسے پیدا کرے؟ اس طرح کے سوالات یک وقت پیدا نہیں ہوتے بلکہ مختلف ادوار میں سامنے آتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ان موڑوں پر صحیح رہنمائی دستیاب ہو۔ لیکن اس سے ہمارا مطلب قطعی یہ نہیں کہ رہنمائی ایک ضمنی خدمت ہے جس کی ضرورت صرف خاص خاص مواقع پر رہتی ہے حقیقت یہ ہے کہ رہنمائی مسلسل اور رواں دواں طریقۂ کار ہے جو کہ ہر ایک مرحلہ پر فرد کی نشوونما اور ترقی کے لیے سازگار ثابت ہوتا ہے۔

صحیح موزوں اور معقول فیصلے ہمارے نزدیک رہنمائی خدمات کا اہم بلکہ سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ جس شخص کی رہنمائی کی جائے وہ

اپنی زندگی سے متعلق مختلف امور کے بارے میں نہایت ہی دانشمندانہ فیصلے کرسکے ایک اچھے فیصلے کے تین رُخ ہوتے ہیں (1) ذات سے متعلق معلومات (2) ماحول سے متعلق معلومات، اور (3) ہمت واستقلال۔

سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ فرد اپنے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرے کہ اُس میں کس طرح کی صلاحیتیں ہیں اور کونسی خامیاں ہیں جن کو ٹھیک کرنا مشکل ہے۔ جب اُسے اپنی ذات سے متعلق بنیادی معلومات بھی حاصل نہ ہوں تو وہ کس طرح کا فیصلہ کرسکتا ہے ؟ وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اُس کے لیے کونسی راہ فائدہ مند ہے ؟ اور کس راہ پر چلنا دشوار ہی نہیں بلکہ غیر نفع بخش بھی ہے ؟ اسی لیے رہنمائی خدمات "شخصی تجزیہ" کو اوّل درجے کی توجہ کا مستحق قرار دیتی ہے۔

اچھے فیصلے کا دوسرا رُخ ماحول کی جانکاری ہے۔ مان لیجیے کسی شخص کو شخصی تجزیہ کی بدولت یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی ذہانت اور صلاحیت کے اعتبار سے بحری انجینئرنگ کی تعلیم کے لیے موزوں ہے لیکن بدقسمتی سے یہ تعلیم اُس کے ماحول میں مہیا نہیں تو ایسی صورت حال میں کیا کیا جائے ؟ یہاں پر رہنمائی خدمات اُس شخص کے سامنے متبادل تعلیمی نصاب رکھتی ہیں، جن کی افادیت کا جائزہ لے کر آگے قدم اُٹھایا جاسکتا ہے۔ محض ماحول کی صحیح جانکاری کے، ذاتی معلومات کی بنا پر فیصلے نہیں کیے جاسکتے۔ جب صحیح ذاتی جانکاری اور مکمل مقامی معلومات فراہم ہوں تو آخر میں اچھے فیصلے کے لیے ہمت استقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی صحیح فیصلہ لینے میں ڈر یا جھجک کا مظاہرہ نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص کو یہ معلوم ہوا کہ وہ استاد بن جانے کے قابل ہے اور ماحول بھی اُس کے لیے سازگار ہے یعنی اساتذہ کی بڑی مانگ ہے، تو اگر وہ یہ سوچ لے کہ استاد کو سماج میں ادنیٰ حیثیت دی جاتی ہے، اِس لیے اُسے یہ پیشہ اختیار نہیں کرنا چاہیے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس میں ہمت کی کمی ہے۔ اگر وہ جرأت سے فیصلہ کرلیتا ہے، تو وہ آئندہ خود محسوس کرے گا کہ وہ بے شک اُن اُستادوں میں سے نہیں ہے جن کی عزت سماج میں نہیں ہوتی کیونکہ اُس نے یہ آسامی کسی کی سفارش کے زور پر نہیں بلکہ اپنی ذاتی صلاحیت کے بل بوتے پر حاصل کی ہے۔ اور اسی پیشے کے ذریعہ اُس کی شخصی نشوونما کی راہیں نکل سکتی ہیں۔

اِس طرح کے دانش مندانہ فیصلے صحیح قسم کی رہنمائی سے ہی کیے جاسکتے ہیں۔ اسی لیے ہم رہنمائی کی تعریف میں دانش مندانہ یا معقول فیصلوں کو رہنمائی کے نتیجے کے طور پر پیش کرنے کی ہے ۔۔ اب ہم ایک بار پھر اس تعریف کو دُھراتے ہیں تاکہ باری باری کہی گئی باتیں پھر ایک ساتھ پیش کی جائیں۔ رہنمائی مدد اور مشورے کا وہ طریقہ ہے جس کی بدولت ایک شخص اپنی زندگی کے مختلف مراحل پر صحیح، موزوں اور معقول فیصلے کر سکے۔ اس تعریف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ نہایت ہی جامع ہے اس میں رہنمائی کی تمام اقسام جیسے تعلیمی، پیشہ ورانہ ذاتی، سماجی اور جذباتی رہنمائی وغیرہ شامل ہیں۔

(ج) **رہنمائی اور صلاح کا بنیادی فلسفہ** رہنمائی اور صلاح کاری کی فلسفیانہ بنیادیں نہایت ہی مضبوط ہیں اور اگر ایک طرح سے دیکھا جائے تو رہنمائی ایک نقطۂ نظر، ایک فلسفہ اور ایک لائحۂ عمل ہے جس میں انسانی زندگی کو محور تصور کر کے اُن تمام نقوش کو ابھارنے کی کوشش کی جاتی ہے جو اس کی پہنائیوں اور وسعتوں میں آسکتے ہیں۔ فلسفہ کی حیثیت سے رہنمائی ایک مدلل، مقبول اور معقول نقطۂ نگاہ ہے جس میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

1۔ ہر ایک شخص کی شخصیت پر اُس کی انفرادیت کا زبردست اثر رہتا ہے۔ اور یہ انفرادیت اس کی حیاتیاتی وراثت اور اس کے ماحول کے ایک خاص امتزاج سے نکھرتی ہے۔ اس کی رہنمائی کی خاطر اس انفرادیت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے

2 ۔ ہر شخص کی شخصیت متحرک ہے۔ اس میں اُٹھان ابھار اور نشو و نما کی گنجائش ہے اس میں وراثتی مواد یا گرد و نواح کے حالات جمود، ٹھہراؤ یا سکتہ پیدا نہیں کر سکتے۔ اس کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ ایک متحرک سلسلۂ عمل قائم رہے اس طرح شخصیت بامِ عروج پر پہنچ سکتی ہے۔

3 ۔ ہر ایک شخص خود اپنی مدد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ موزوں صلاح و مشورے سے اُس کے مقاصد میں وضاحت پیدا کی جائے اور ان میں کسی بھی طرح کا ابہام ہو تو اُسے دُور کیا جائے۔ جب مقاصد واضح ہو جائیں اور مختلف قسم کے ذاتی مغالطوں کا ازالہ ہو جائے تو ایک شخص خود اپنی مدد کی راہیں تلاش کر سکتا ہے۔ اس طرح سے رہنمائی کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ

کسی شخص کی اس طرح رہنمائی کی جائے کہ وہ خود اپنی رہنمائی کر سکے۔

4۔ ہر شخص اپنے گرد طرح طرح کے تعلیمی و پیشہ ورانہ مواقع دیکھتا ہے اس لیے اُس کے سامنے مناسب انتخاب کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور یہ ایک ہیجانی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے اس صورتِ حال کو ختم کر لے کے لیے رہنمائی خدمات نہایت ہی اہم رول ادا کر سکتی ہیں۔

5۔ رہنمائی میں خدمت کا تصور ایک بہت بڑے فلسفے کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص قابلِ اعتنا ہے، قابلِ عزت ہے اور اپنے افکار میں آزادی کا حقدار ہے۔ اس لیے اس کے مسائل کو سلجھانے کی خاطر کسی جبری، تعزیری یا تادیبی حکمتِ عملی کو بروئے کار لانے کے لیے کوئی جواز نہیں ہے اس کے برعکس صلاح و مشورہ کو خدمت کے رُوپ میں پیش کرنا مناسب ہوگا کہ یہ ایک طرح کا جمہوری عمل ہے جس میں انسان کی سالمیت اور وقار کو کوئی چیلنج نہیں کرتا بلکہ اُس کی نشوونما کے راستے واضح کیے جاتے ہیں۔

مقاصد

مدد اور مشورے کی خدمات کے مقاصد مختلف لوگوں نے مختلف پیرایوں میں پیش کیے ہیں۔ کئی لوگ ایسی خدمات کے صرف دو مقصد بتاتے ہیں ایک یہ کہ صلاح و مشورہ کی بنیاد پر بچوں کو اس بات کے لیے تیار کیا جائے کہ وہ اپنی آئندہ زندگی سے متعلق سنجیدگی سے سوچیں اور اپنے مستقبل کی تعمیر کرنے کے لیے منصوبے بنائیں اور دوسرا مقصد جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے ضمنی ہوگا یہ ہے کہ بچوں کو زندگی کے ایسے نظریے سے واقف کرایا جائے کہ وہ جدید سماج کے ساتھ ذہنی اور پیشہ ورانہ اعتبار سے بغیر کسی الجھن کے ہم آہنگ ہو سکیں۔

ہمارے خیال میں مندرجہ ذیل مقاصد ایسے ہیں کہ ان میں چھوٹے بڑے سبھی مقاصد کو سمو لیا گیا ہے۔

1۔ ہر بچے کی یوں مدد کی جائے کہ وہ اپنی شخصیت کے اہم پہلوؤں سے آگاہ ہو جائے اپنی قوتوں اور کمزوریوں کا اندازہ کر سکے اور اس علم کی روشنی میں اپنے لیے ایک لائحہ عمل مرتب کر سکے۔

2۔ موزوں تجربوں اور مناسب حالات فراہم کر کے اُس کی قابلیتوں اور میلانات کو امکانی حدود تک ترقی دی جائے۔

3۔ اُس کے ذوقِ انتخاب کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اسے پیشہ ورانہ مواقع

کی معلومات مہیا کی جائے اور اس بات کا ادراک کرایا جائے کہ ایسے مواقع سے فائدہ اُٹھانے کے لیے کیا کچھ کرنا لازمی ہے۔

4۔ ہر ایک بچے کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنی شخصیت کی نشوونما کر سکے۔ اس کے لیے حقیقت پسندانہ انداز میں منصوبے بنا سکے اور ان کی تکمیل کر سکے۔

5۔ ہر بچے کو ایسے مواقع فراہم کیے جائیں کہ وہ ایسے نصابی اور غیر نصابی مشاغل کا انتخاب کرے جن کی مدد سے وہ اپنی شخصیت کے سماجی، جذباتی، جسمانی، ذہنی اور دیگر پہلوؤں کو اجاگر کر سکے اور پھر ایسے کاموں میں لگ جائے جن سے اُس کی ذاتی خوشی میں اضافہ ہو اور سماج بھی اس کی کارکردگی سے متاثر ہو۔

رہنمائی کے اصول مقاصد کی طرح رہنمائی خدمات کے اصولوں پر بھی لمبی لمبی فہرستیں پیش کی گئی ہیں۔ ان سب کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ رہنمائی کے صرف تین ذریں اصول ہیں اور باقی سب انہی کے ساتھ کسی نہ کسی روپ میں جوڑے جا سکتے ہیں۔

1۔ **خود آگہی اور ذاتی تجزیے کا اصول** ہر ایک بچے کی شخصیت کے بھرپور مطالعے کی خاطر جدید نفسیاتی طریقوں کا استعمال کیا جائے۔ اس طرح سے بچے کو اپنے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے میں مدد ملے گی اور اُس کی خود آگہی میں اضافہ ہوگا۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ نفسیاتی آزمائشیں قابلِ اعتبار اور قابلِ عمل ہونی چاہئیں تاکہ انکی مدد سے حاصل کی ہوئی معلومات کو پورے اعتماد کے ساتھ استعمال کیا جا سکے۔

2۔ **تکمیل ذات کا اصول** رہنمائی کا دوسرا اصول تکمیل ذات ہے۔ تجزیہ ذات کی بنا پر جو جانکاری ایک بچے کو اپنے بارے میں حاصل ہوتی ہے اُس کی روشنی میں وہ بچہ وہی راہ اختیار کر سکتا ہے جس میں اُس کی پوشیدہ اور عیاں صلاحیتیں بروئے کار آنے کا امکان ہے اور ایسے مواقع کو نظر انداز کر سکتا ہے جن میں اُس کی خامیوں کے اظہار کا اندیشہ ہے۔ اپنی ذات سے متعلق واقفیت حاصل کرنے میں سب سے بڑی مشکل جو فرد کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس جانکاری کو کیونکر قبول کرے جس کا اُسے پہلے احساس نہ تھا۔ یہاں رہنمائی کا سب سے بڑا کام اور

سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ اپنی ذات سے متعلق معلومات قبول کرانے میں فرد کو موزوں مشورہ فراہم کرے۔

3۔ **خود رہنمائی کا اصول** آخر میں جب ایک شخص کو اپنی ترقی کے مواقع کا بھرپور علم ہو، اپنی کمزوریوں سے واقف ہو، اپنی قوتوں کا حقیقی ادراک رکھتا ہو تو صلاح و مشورے سے اُس کی خود اعتمادی بڑھائی جاسکتی ہے، یہاں تک کہ وہ کسی سہارے یا مزید مشورے کے بغیر خود اپنی رہنمائی کرنا شروع کردے۔

(د) **رہنمائی خدمات کی ضرورت** رہنمائی اور صلاح کاری کسی نہ کسی طرح کی ضرورت کے ساتھ وابستہ ہے۔ لوگ جہاں بھی ہوں، جیسے بھی حالات میں ہوں رہنمائی کی افادیت کو نظر انداز نہیں کرسکتے۔ موجودہ زمانے میں پہلے کی بہ نسبت رہنمائی خدمات کی ضرورت زیادہ بڑھ گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پُرانے زمانے میں گھر کا جو تصور تھا وہ اب بالکل بدل گیا ہے۔ پہلے پہل گھر میں ہی ہر ایک شخص کو ہر طرح کی رہنمائی ملا کرتی تھی۔ اُس کی تعلیم کا تو یہ حال تھا کہ زیادہ علم حاصل کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی تھی۔ چند مذہبی اور عام دلچسپی کی مخصوص کتابیں پڑھنا کافی سمجھا جاتا تھا۔ ہر بچہ بلا ناغہ اپنے باپ کا وراثتی پیشہ اختیار کرتا تھا اس لیے گھر سے باہر قدم رکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑھتی ہوئی آبادی اور سماجی پیچیدگیوں کے نت نئے روپ گھر کو بہت سے معاملات میں بالکل نا اہل اور ناکافی قرار دے چکے ہیں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک گھر میں رہ کر آج کل کا بچہ اُن تمام تعلیمی، سماجی اور پیشہ ورانہ ہنرمندیوں سے واقف نہیں ہوسکتا جو اُس کو اپنا روزمرہ کام کاج چلانے کے لیے لازمی ہیں۔ اُس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ادارے میں جاکر اور عمر کا ایک خاصا وقت صرف کرکے اُن ہنرمندیوں کو سیکھے اور پھر اُنھیں مناسب اوقات پر کام میں لائے۔

تعلیم اب کوئی گھریلو معاملہ نہیں رہا ہے۔ اب اعلیٰ اور معیاری تعلیم کی ضرورت برابر بڑھ رہی ہے والدین اس ضرورت کو گھر میں ہی پورا نہیں کرسکتے۔ اگر ہم اپنے ملک کے تعلیمی اعداد و شمار پر نظر دوڑائیں، تو ہمیں اس بات کا اندازہ ہوگا کہ ہمارے یہاں تعلیم کس رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ 1965ء اور 1973ء کی درمیانی مدت میں

پرائمری اسکولوں میں 5 ء 18 فیصد اضافہ ہوا۔ مڈل اسکولوں میں 93 16ء ؔ اور سکینڈری اسکولوں میں 23 ء 41 فیصد اضافہ ہوا۔ اسی طرح کالجوں، یونیورسٹیوں ور سیکڑوں طرح کے پیشہ ورانہ اور تربیتی اداروں میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اس مسلسل بڑھتی ہوئی تعداد کی ایک وجہ بچّوں کی بڑھتی ہوئی آبادی قرار دی جاسکتی ہے اور دوسری وجہ ہے کہ سرکار نے لازمی تعلیم کے اصول پر کئی ریاستوں میں بچّوں کو اسکولوں میں جبریہ داخل کرانے کی مہم شروع کی ہے۔ تعلیمی اداروں میں ایک خاص وقت گزارنے کے بعد فارغ التحصیل طلبہ کو اچھی اچھی جگہیں اور مناسب قسم کے پیشے ملنے لگے ہیں۔ اس طرح اسکول اور تعلیم کی وقعت بڑھ گئی ہے۔ اب ملک کے بیشتر لوگ اپنے بچوں کو اسکول بلکہ اچھے اسکولوں میں داخل کروانے کی فکر میں رہتے ہیں اور ان کی تعلیم کے ہر مرحلے پر ایسے حالات کی کھوج لگاتے رہتے ہیں جن سے اُن کی اولاد اور زیادہ ترقی کرے۔

تعلیم کو دورِ حاضر میں ملک کی اقتصادی اور سماجی بہتری کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہتے ہیں کہ جس ملک کی تعلیمی ترقی کی شرح زیادہ ہو وہاں کے عام حالات اطمینان بخش ہوتے ہیں۔ خاص کر ملک کے تعمیری منصوبوں کے لیے ایسے تعلیم یافتہ اشخاص کی ضرورت رہتی ہے، جن کی صلاحیتیں کسی خاص قسم کی تعمیر اور تشکیل کی باعث بن سکیں۔ تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کی بہت بڑی تعداد سے ایسے لوگوں کو الگ کرنا نہایت ہی ضروری ہے جنھیں قومی ترقیاتی منصوبوں کے ساتھ وابستہ کیا جائے۔

پُرانے عہد میں گنے چنے پیشے تھے، جن میں بچے وراثتی طور پر داخل ہو جاتے تھے۔ باپ لوہار ہو تو بیٹا بھی لوہار بنے گا۔ باپ جولاہا ہو تو بیٹا بھی جولاہا ہوگا۔ لیکن اب یہ بات گئی گزری لگتی ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں پانچ ہزار کے قریب پیشے ترتیب دیے گئے ہیں اور ہر پیشے کے لوازمات و ضروریات کی قسم وار فہرستیں تیار کی جاچکی ہیں۔ جدید تعلیم نے وراثتی پیشوں کو اگر ختم نہیں تو بے معنی اور کمزور کر دیا ہے۔

ابھی ابھی جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا مطلب صرف یہ دکھانا تھا کہ ملک میں سیاسی اور سماجی حالات کی بہتری کے ساتھ ساتھ تعلیمی حالات بھی بدل گئے ہیں۔ اسکول

جانے والے بچوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ تعلیمی سہولیات میں اضافہ ہوا ہے، طرح طرح کے تعلیمی مواقع پیدا ہوگئے ہیں۔ تربیتی اور پیشہ ورانہ اداروں کی ایک بڑی تعداد وجود میں آگئی ہے۔ ملک کی مزید تعمیر و ترقی کے پیش نظر تربیت یافتہ افراد کی ضرورت بڑھ گئی ہے اور ساتھ ہی ملک گیر پیمانے پر کام کاج اور ہر طرح کے پیشوں میں نمایاں اضافہ ہوگیا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر رہنمائی خدمات کی ضرورت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ پرائمری اسکولوں مڈل اسکولوں یا دوسرے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں طلبہ کو صرف تعلیمی ہدایات میسر ہو سکی ہیں۔ اُن کی جذباتی نشوونما، ان کی خامیوں کی اصلاح، ان کے سماجی تعلقات میں بہتری، اُن کی شخصیتوں کے بھرپور اظہار کی صورتیں وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو خالص تعلیم کے زُمرے میں نہیں آتیں ان کے لیے رہنمائی خدمات درکار ہوں گی۔

سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ اسکول کے حالات ایسے بنائے جائیں کہ ان میں ہر ایک بچہ، ایک طرح کی اُنسیت، گھریلوپن اور محبت کی کشش محسوس کرے۔ یہ کام ماہر صلاح کاروں کا ہوگا کہ اسکول کے حالات بچے کی نشوونما کے لیے سازگار ہوں۔ پھر آگے چل کر بچوں کو مختلف تعلیمی نصابوں میں تربیت دینا بھی رہنمائی اور صلاح کاری کا کام ہوگا۔ ہر بچے کے لیے ایسا نصاب ہو جس کے مطالعہ سے اُس کی سب عیاں، پنہاں صلاحیتیں اُبھریں اور پروان چڑھیں۔

وہ لوگ جو اپنے بچوں کی زندگیوں کے بارے میں بہت زیادہ متفکر نظر آئیں، اُن کو بھی مفید معلومات فراہم کرنی چاہئیں تاکہ وہ بھی اپنے بچوں کو صحیح راہوں پر لگانے کی مفید منصوبہ سازی کر سکیں۔

صرف تعلیم کا حاصل کرنا ہی کافی نہیں ہے، دورانِ تعلیم ہی بچوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ کس طرح کے نصاب کن پیشوں کے ساتھ وابستہ ہیں، کن پیشوں کی سماج میں زیادہ ضرورت ہے کن پیشوں میں مسرت حاصل کرنے کا زیادہ امکان ہے۔ کن پیشوں میں فرد کی آزادیٔ رائے اور اس کے فیصلوں کی قدر کی جائے گی، کن پیشوں میں آگے بڑھنے کے مزید مواقع مل سکتے ہیں۔ اپنے ملک کے اندر اور ملک سے باہر کس طرح کی تعلیمی اور پیشہ ورانہ سہولتیں حاصل ہیں اور پھر ایسی تربیت کا آخر میں کیا فائدہ ہوگا جو کافی مدت کی انتھک محنت کا مطالبہ کرتی ہے۔ یہ سب معلومات رہنمائی خدمات سے ہی

حاصل ہوسکتی ہیں۔

رہنمائی کے ضروری پس منظر کے بعد، ہم چند مخصوص تحقیقات کا سرسری جائزہ لیں گے جن سے رہنمائی خدمات کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

ہاوگ ہرسٹ Haurst Houg اور گِنزبرگ Ginzberg کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ رہنمائی خدمات کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ بچے کو اس کی صحیح نشوونما کے لیے مدد و مشورہ ملے۔ مطلب یہ ہے کہ بچہ جسمانی، نفسیاتی اور سماجی لحاظ سے متوازن اور مناسب صورت میں نشوونما پائے اس کی جسمانی یا اور طرح کی خامیوں کا بروقت ازالہ کیا جائے اور پھر اس کی پرورش کا خاصا معیار قایم کیا جائے۔

ماہر نفسیات ماسلو Maslow اور میورے Murray نے لوگوں کی ایسی ضرورتوں کا پتہ لگایا ہے جنھیں ہر شخص کسی نہ کسی طرح محسوس کرتا ہے۔ جیسے تجسس، نئی نئی چیزیں دریافت کرنے کی ضرورت، اپنی شخصیت کی تکمیل کی ضرورت، دوسروں سے اپنی قابلیت منوانے کی ضرورت وغیرہ۔ اب اگر ان ضرورتوں کے پیش نظر مختلف اشخاص کا مطالعہ و تجزیہ کیا جائے تو ان کے تعمیری پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی راہیں نکل سکتی ہیں۔ بلکہ اگر کہیں لوگ احساس کمتری کے شکار ہوئے ہوں تو اُن کو مایوسی کی دلدل سے نکالا جاسکتا ہے۔

آل فرڈ ایڈلر Adler نے بھی "فرد کی نفسیات" جاننے کے لیے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس کی حقیقی ضرورتیں معلوم کی جائیں۔

اسی طرح میک لی لینڈ McClelland اور اُس کے ساتھیوں نے اپنی تحقیقات کی بنا پر یہ بات واضح کی ہے کہ ایک بچے میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کس قدر تڑپ ہوتی ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ "تحصیل" اس کے لیے ایک زبردست ضرورت ہے۔ ایسے طلبا جن کی "ضرورت تحصیل" مقابلتہً زیادہ ہو اُن کو فائدہ مند راہوں پر لگایا جاسکتا ہے شرط یہ ہے کہ اُن کی ضرورتوں کی فوری شناخت ہو جائے۔

عام طور پر تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ اسکول جانے والے بچے چار قسم کی رہنمائی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

۱۔ وہ خود اپنی شخصیت اور اپنی صلاحیتوں کو ٹھیک طرح سے سمجھیں۔

2 ۔ اپنی ذات میں ایسی صلاحیتیں پیدا کریں کہ کسی مشکل کے بغیر مختلف سماجی حالات سے تطابق پیدا کر سکیں ۔

3 ۔ ایک ایسی بصیرت پیدا کریں کہ اپنے مستقبل کے بارے میں صحیح منصوبہ سازی کر سکیں ۔

4 ۔ اور اپنی شخصیت کو اجاگر کرنے کے مواقع کا جائزہ لے سکیں ۔

ایک عام نقطۂ نگاہ سے دیکھیے تو چند ایسے واضح امور سامنے آجاتے ہیں، جن سے رہنمائی کی اشد ضرورت کا احساس ہوتا ہے ۔ ایک یہ کہ ہر شخص کو قدرت نے محدود وقت دیا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ اس قلیل وقت کو کس طرح گذاریں کہ خود کو بھی اطمینان اور خوشی حاصل ہو، اور اپنی ذات سے اوروں کو بھی کچھ فائدہ پہنچے ۔ رہنمائی کے کام میں اس کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ ایک شخص اپنی ذات اور صفات سے آگاہ ہو جائے جب یہ واقفیت حاصل ہو جائے گی تو وہ اپنے وقت کو فضول بھول بھلیوں میں پڑ کر نہیں گنوائے گا اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ چالیس پینتالیس سال کی عمر تک بھی یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ انھیں کونسی راہ اختیار کرنی چاہیے ۔ کس پیشہ کو اپنانا چاہیے یا کونسا کام کرنا چاہیے ۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ ٹھیک فیصلہ نہ کر پانے کی وجہ سے غلط راستے اختیار کر لیتے ہیں ۔ روزمرہ جرائم میں اضافہ، بے راہ روی، غنڈہ گردی اور اس طرح کی سینکڑوں بے ہودگیاں اکثر و بیشتر ان لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں، جو اپنی صلاحیتوں سے باخبر نہیں ہوتے ۔ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ مجرم بچوں میں ذہانت، ہمت، استقلال کی خوبیاں عام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہیں ۔ لیکن ابتدائی عمر میں مناسب رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے وہ نہ تو زیادہ دیر تعلیمی اداروں میں ٹھہر سکے اور نہ کسی پسندیدہ یا صحیح راہ پر لگ سکے ۔

اگر ایک شخص اپنی ذات سے باخبر ہو جائے اور پھر کسی تعمیری مشورے کی بنا پر اپنے لیے ایک لائحہ عمل تیار کر لے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے محدود وقت کو نہایت ہی اطمینان بخش طریقے سے صرف کر سکتا ہے ۔ اس کا نہایت ہی اہم پہلو یہ ہوگا کہ جب یہ شخص اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا تو اس کی کارکردگی میں حقیقت، اُپج، ندرت اور بہتری کی صورت پیدا ہوگی ۔ مثال کے طور پر آپ اُن شخصیتوں کو یاد کیجیے جنھوں نے

ایک اصولی طریقۂ کار اپنائے اور یکسوئی کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں لگے رہے اور ایسے کارنامے انجام دیے کہ جن کا پوری دنیا پر احسان ہے ۔ آئنسٹائن ، ڈاکٹر بوس اور پروفیسر عبدالسلام چند ایسے نام ہیں جن کی فکری کاوش اور جدوجہد نے سائنسی علم و فکر کو بلندی پر پہنچا دیا۔ یہ سچ ہے کہ ہم میں ہر کوئی آئینسٹائن اور عبدالسلام نہیں بن سکتا۔ البتہ اگر عرفان ذات حاصل ہو تو اپنی صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگانے سے فوری طور پر دو فائدے سامنے آتے ہیں، ایک یہ کہ آدمی کو مکمل اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے کہ اُس کا وقت فضول ضائع نہیں ہو رہا ہے بلکہ کسی تعمیری منصوبے میں خرچ ہو رہا ہے اور دوم یہ کہ اُس کے ارد گرد لوگوں کو بھی اس کی کاوشات سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس طرح سے وہ نہ صرف ذاتی اطمینان سے ہی مالا مال ہوتا ہے بلکہ اس کی سماجی افادیت بھی دوبالا ہو جاتی ہے۔

محدود وقت سے متعلق رہنمائی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایک شخص اپنی شخصیت، اپنے مواقع اور اپنی ضروریات کا جائزہ لے کر اپنے محدود وقت کے استعمال کی پسندیدہ اور سماجی لحاظ سے موثر صورت نکالتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی شخص اپنے مشاغل کے سماجی پہلوؤں کو نظر انداز کر کے یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُس نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا ہے۔

وقت کے سوال کے بعد ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ جہاں وقت کی کمی کا احساس شدید ہے وہاں یہ بات بھی صحیح ہے کہ ہمارے سامنے آئے دن زندگی کے نئے نئے مشاغل اُبھر رہے ہیں۔ جیسا پہلے کہا جا چکا ہے کہ ہماری تاریخ کا ایک وہ دور بھی تھا جبکہ سب لوگوں کے سامنے صرف چند مشاغل تھے اور ان میں بھی بیشتر زمینداری یا کاشتکاری وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن اب حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ اب تو ایک ہی عنوان کے تحت طرح طرح کے مشاغل وجود میں آ گئے ہیں۔ مثال کے طور پر "انجینیرنگ" کو لیجیے۔ اب اس میں بجلی، پبلک ورکس، آبپاشی، ریڈیو، کمپیوٹر ٹیکنالوجی نیز دوسرے قسم کے بہت سے مشاغل شامل ہیں۔ پہلے تو انجینیر کا مطلب صرف اتنا تھا کہ ایک شخص سڑکیں یا مکانات تعمیر کروا سکتا ہے۔ اسی طرح دُکانداری کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص دوکان کھولتا ہے اور مختلف چیزیں

بیچنے لگتا ہے لیکن اب دوکانداری کا لفظ وسیع معنی میں فن خرید و فروخت، محاسبی، اشتہار بازی وغیرہ مطلب رکھتا ہے۔ یہی حال قریب قریب ہر پیشے کا ہے۔ اِن گوناگوں مشاغل نے یہ دقت پیدا کی ہے کہ ایک پیشہ کا انتخاب کس طرح کیا جائے؟

انتخاب پیشہ کے مسئلے کے ساتھ ہی یہ سوال بھی کافی اہم ہے کہ کسی خاص وقت ایک پیشہ میں روزگار کے کیا امکانات ہیں۔ مشاغل کی روز افزوں تعداد اپنی جگہ سہی لیکن کسی کو اس کا علم کیسے ہو سکتا ہے جب تک کہ جملہ مشاغل کی معلومات لوگوں تک پہنچانے کا ایک منظم طریقہ نہ ہو۔ بے کاری اور بے روزگاری کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ امیدواروں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُن کی قابلیتوں کے مطابق کونسے مشاغل اُن کے سماج میں میسّر ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی ایسے پیشے ہیں جن کے لیے سینکڑوں امیدوار قطار لگائے بیٹھے ہیں اور کئی ایسے مشاغل ہیں جن کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں۔ یہ نا اہلیت کی بات نہیں بلکہ ناواقفیت کی داستان ہے۔

آخر میں رہنمائی خدمات کی ایک اہم ضرورت کی طرف اشارہ کرنا لازمی ہے وہ یہ کہ اس طرح کی خدمات کے پیچھے ملکی ضرورت بھی کارفرما ہے، اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کی خاطر مسلسل افرادی طاقت کی منصوبہ بندی کی ضرورت رہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم کیسے موزوں اور مناسب لوگوں کا انتخاب کریں جن کو مختلف ملکی مشاغل میں لگایا جائے یہ کام صرف انتخاب پیشہ کا ہی نہیں بلکہ افرادی طاقت کی تیاری اور تربیت کا بھی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ بہت پہلے سے ایک جامع منصوبہ بنایا جائے اور اُس کی روشنی میں افراد کی پیشہ ورانہ رہنمائی اور ان کی ٹریننگ کا اہتمام کیا جائے۔

(ی) **رہنمائی خدمات کا تعلیم کے ساتھ تعلق** نظر غائر سے دیکھا جائے تو تعلیم اور رہنمائی میں کوئی فرق نظر آئے گا بلکہ مقاصد کے اعتبار سے دونوں ایک جیسے ہیں۔ تعلیم کا مقصد بچے کی شخصیت کی نشوونما ہے۔ تعلیم کے ماہرین کی نظر میں سب سے اچھی تعلیم وہ ہے جس میں بچے کی شخصیت کے ہر پہلو کے تعمیری خیال رکھا جائے۔ تعلیم یافتہ لوگ اپنی زندگی کے معاملات میں توازن و اعتدال پیدا کر کے بہت سی نجی اور اجتماعی الجھنوں سے آزاد رہتے ہیں وہ کسی بھی طرح کی بوالہوسی اور مطلب پرستی کے شکار نہیں ہوتے کیونکہ تعلیم کے ذریعے اُن کا تعلق تمدن

کی اخلاقی بنیادوں کے ساتھ ہوجاتاہے ایک تعلیم یافتہ شخص سے یہ خدشہ نہیں کہ وہ ذرا ذرا سی باتوں میں پڑکر اپنا وقت ضائع کرے گا یا معمولی سی پریشانیوں میں اُلجھ جائے گا۔ اُس کے سماجی تعلقات پسندیدہ اور اطمینان بخش ہوتے ہیں وہ بہت سارے توہمات اور ضعیف عقائد سے آزاد ہوتا ہے اس طرح اُس کی زندگی سیدھی، سادی اور جہالت سے پاک ہوتی ہے۔ اب اگر آپ رہنمائی کے بنیادی مقاصد کی طرف توجہ دیں تو یہی بات نظر آئے گی ۔ رہنمائی کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اندھیرے کی بھول بھلیوں سے نکل کر اُجالے کی وسعتوں میں زندگی گذارے۔ وہ اپنی ذات کا عرفان حاصل کرے اور اپنی سیرت کی تعمیر میں کوشاں رہے، وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق ایک راہِ عمل اختیار کرے۔ بلکہ ایک سوچی سمجھی راہ پر چل کر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنے کی کوشش کرے، اس کی قوتِ فیصلہ فروغ پائے اور قوتِ ارادی مضبوط ہوجائے۔ اس کی شخصیت کے سبھی پہلو آپس میں ہم آہنگ ہوں، غرض اُسے اپنے من میں ڈوب کر زندگی کا سراغ "معلوم کرنے کا موقع ملے۔

کئی ماہرین کے نزدیک تعلیم اور رہنمائی کے بنیادی مقاصد کی ہم آہنگی یا یکسانی محض ظاہری ہے۔ تعلیم تو ایک بندھے ٹکے اخلاقی نظام اور مادی وتمدنی اقدار، سماجی طور طریق اور دوسری بہت ساری باتوں پر مشتمل ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک شعوری یا غیر شعوری طور پر پہنچائی جاتی ہے، اس لیے تعلیم کا کام کبھی کبھی صرف ہدایت کاری کا رہتا ہے جس میں تھوڑی سی زبردستی کا پہلو بھی شامل رہتا ہے۔ کہاں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ نصاب تعلیم بچوں کی ضروریات کے مطابق تدوین ہو؟ کس کو فکر ہے کہ اسکولوں میں ایسی ہنرمندیوں اور صلاحیتوں کی آبیاری ہو، جن کی بدولت ایک بچہ تعلیم سے فارغ ہوکر اصلی زندگی کے مشاغل سے کسی پریشانی کے بغیر عہدہ برآ ہوسکے؟ کہتے ہیں کہ اسکولوں میں بچہ ایک طرح کی "رسمیت" یا میکانیت کا شکار ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے اُس کی تخلیقی قوتوں کو اُبھرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ وہ اسکولوں کے مروّجہ ڈھرّے کے خلاف کوئی نئی بات نہیں کرسکتا۔ اور اگر ایسی جرأت کرے بھی تو اُسے" رسم "کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کئی یورپی اور بیشتر مغربی ممالک میں اسکول کو ایک تعلیمی ادارے کی حیثیت سے خیرباد کہنے کی آواز اٹھائی جارہی ہے۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں ایوان ایلچ van Illich پال گوڈمین جیسے ماہرین تعلیم نے اسکول کی نامعقولیت اور دقیانوسیت کے خلاف

احتجاج کرکے ازالۂ درسیت Deschooling کا خیال پیش کیا ہے۔

جو لوگ اسکولوں کی افادیت اور معقولیت کے حامی ہیں اُن کے مطابق اسکول کے تین اہم کام ہیں جو اسے انجام دینے چاہئیں تاکہ ہم اسکول کو ختم کیے بغیر وہ سب کچھ حاصل کر سکیں جو ازالۂ درسیات کے مبلغ بھی چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے تو اُن کا کہنا یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اب بھی اسکول کو ایک قابلِ اعتبار ادارہ سمجھتی ہے اور اپنے بچوں کو تعلیم و تربیت کی خاطر اچھی خاصی مدت کے لیے اسکول میں بھیجتی ہے۔ عوام اس کے اعتماد کے پیش نظر اسکول میں مندرجہ ذیل باتوں کی طرف توجہ دی جانی چاہیے۔

1۔ ہر بچے کو تعلیم کے یکساں مواقع دستیاب ہوں اور تعلیمی ماحول ایسا ہو کہ ہر بچے کی شخصیت تعمیری خطوط پر پروان چڑھے۔ سائنس، آرٹ اور دیگر درسی نصابات کے ذریعے اس کی بنیادی صلاحیتیں اُبھریں۔ اُسے اسکول میں اپنی تعلیم کے دوران میں ہی اس بات کا علم ہو جائے۔

2۔ تعلیمی ادارے بچوں کی انفرادیت کو اُبھارنے، صحیح راہ پر ڈالنے، اور پھر موزوں تعمیری سانچوں میں ڈھالنے کے لیے کوشاں ہوں۔ بچے کو صرف اس نظر سے نہ دیکھا جائے کہ وہ ایک آدمی کا چربہ ہے بلکہ اسے ایک ایسا آدمی سمجھا جائے جو دوسروں سے بعض لحاظ سے ملتا جلتا بھی ہے لیکن اُن سے بعض دوسری باتوں میں جُداگانہ بھی ہے۔ اس انفرادیت کو فروغ دینے کی تعلیمی کوشش تخلیقی راہوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

3۔ تعلیمی ادارے اس بات کی طرف دھیان دیں کہ بچوں کی ابھرتی ہوئی صلاحیتوں کی کس طرح تربیت کی جائے کہ وہ سماجی کاموں میں موثر طور پر استعمال ہو سکیں۔ اس کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ بچوں کی انفرادیت کو سماجی مفاد پر قربان کیا جائے۔ بلکہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں ان کی انفرادیت کا بھرپور خیال رکھتے ہوئے ایسے سماجی مشاغل کی نشان دہی کی جائے جن میں ان کی صلاحیتیں بروئے کار آئیں تاکہ اُن کی انفرادیت بھی قایم رہے اور ساتھ ساتھ سماج کو بھی فائدہ حاصل ہو۔

تعلیم کے اِن مقاصد کے پیش نظر بیشتر مفکروں نے رہنمائی کو تعلیم کا ایک لازمی عنصر قرار دیا ہے۔ اور ایک طرح رہنمائی کو تعلیم کا ایک لازمی عنصر قرار دیا ہے۔ رہنمائی کو تعلیم کا ایک ضمنی عمل فرض کر کے اس کے ذمّہ کئی ایک کام سپرد کیے گئے ہیں :-

۱ - کہ تعلیمی اداروں میں مدد و مشورے کی خدمات فراہم کرکے بچّوں کی صلاحیتیں جاننے پرکھنے اور تعمیر کرنے میں تعلیمی ماہروں کی مدد کرے۔ ایسا کام کرنے کی خاطر صلاح کار کا اپنے پیشے میں ماہر ہونا لازمی ہے اور اس کو اسکول میں پڑھائی کے کام سے الگ ہی رکھا جائے تو اچھا ہے تاکہ وہ پوری دلچسپی اور انہماک کے ساتھ رہنمائی کے کام میں مصروف رہے۔

2 - وہ ایسے بچّوں کو چھانٹ لے جن کو پڑھائی لکھائی میں خاص کر مشکلات پیش آرہی ہوں، پھر اُن کے لیے خصوصی تعلیمی پروگراموں کا انتظام کرے تاکہ وہ باقی بچوں کی سطح پر آجائیں۔ اس کے علاوہ رہنمائی کا رکن پورے نظام مدارس کے لیے درسی نصاب کو بامعنی اور مفید بنانے کی خاطر اپنے مشورے پیش کرے گا۔

3 - رہنمائی کا صلاح کار اسکولوں میں رہ کر ایک بامعنی پیشہ ورانہ رہنمائی کی داغ بیل ڈالے گا۔ اس ضمن میں وہ ایک طرف بچوں کو مختلف پیشہ ورانہ مشاغل سے تعلق رکھنے والے مضامین چننے میں مدد دے گا اور دوسری طرف اپنے ارد گرد اپنے سماج میں دستیاب پیشوں کی معلومات بچّوں تک پہنچائے گا۔

●●

باب دوم

رہنمائی خدمات

(۱) خدمت - ایک تصور

جیسا کہ پچھلے باب میں کہا گیا ہے کہ رہنمائی بچے کی شخصیت کی بھرپور تکمیل کی ایک نہایت ہی بارآور کوشش ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ رہنمائی کا کام ایک طرح کی خدمت کے روپ میں کیا جائے۔ جب ہم خدمت کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہے کہ رہنمائی ہر اسکول جانے والے بچے کے لیے دستیاب ہے۔ کسی زور زبردستی، ڈر اور دباؤ کے بغیر ہر بچہ اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔

امریکی رہنمائی پروگرام میں "خدمت" کے دو مطلب لیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ "خدمت" تعلیمی یا تنظیمی معاملات سے الگ ہے، رہنمائی کارکن کے ذمہ نہ تو پڑھائی لکھائی کا کام ہے اور نہ ہی اس کا تعلق عمارات کی دیکھ بھال کرنے یا مختلف تعلیمی وسائل کی فراہمی سے ہے جیسا کہ ایک اسکول کے استاد یا منتظم کے لیے لازمی ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ رہنمائی خدمات امتیازی حیثیت کی حامل ہوں تاکہ ایک صلاح کار کے کام کو سمجھنے میں کسی بھی طرح کی الجھن کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

خدمت کی شکل میں صلاح کاری سب سے پہلے امریکہ کے کالجوں میں اس وقت شروع ہوئی، جب کہ وہاں کے طالب علموں کی پیشہ ورانہ معلومات بڑھانے اور ان کو جز وقتی کام مہیا کرنے کی خاطر رہنمائی کی مخصوص خدمت "پیشوں کی معلومات اور امداد روزگار" کے نام سے شروع کی گئی۔ کالجوں میں اس خدمت کی زبردست مقبولیت کی [illegible]

خدمات کو ثانوی مدارس میں بھی فوراً رائج کیا گیا۔ آہستہ آہستہ اس قسم کی خدمت کو رہنمائی کا ہم معنی سمجھا نے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ رہنمائی کے کام کو "خدمتِ عملہ" Personnel Service کے نام سے پکارنے لگے۔ بہت ہی کم عرصے میں رہنمائی خدمات کی ایک فہرست تیار ہوگئی اور ماہرین نے ان کی درجہ بندی کرنا شروع کی چنانچہ ابتدا میں رہنمائی خدمات کی تین حصوں میں تقسیم کی گئی۔ سب سے پہلے وہ خدمات آتی ہیں جو غیر تنظیمی کارکنوں کی طرف سے بچوں کے لیے مہیا کی جاتی ہیں، اِن میں اسکول ڈاکٹر، اسکول سیکالوجسٹ وغیرہ شامل ہیں اور تیسرے درجے کی خدمات خالص رہنمائی سے تعلق رکھتی ہیں جن میں اسکول کونسلر یا مدرح کار مرکزی رول ادا کرتا ہے۔

خالص رہنمائی خدمات کو پانچ طرح کی خدمتوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (1) تجزیہ شخصی خدمات (2) معلوماتی خدمات (3) صلاح کاری خدمات (4) امدادِ روزگار خدمات۔ اور (5) تحقیقاتی خدمات۔ اب ہم اِن خدمات کا کچھ تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔

(ب) شخصی تجزیہ رہنمائی کی سب سے اہم خدمت شخصی تجزیہ ہے۔ کسی طرح کی مدد کا انحصار بچے کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی معلومات پر ہے۔ اسی لیے ایک صلاح کار کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک بچے کے اہم ذاتی حالات، شخصی معلومات اور نفسیات سے واقف ہو۔ اس طرح کی معلومات کو اکٹھا کرنے کی خاطر ایک رہنمائی کارکن کو مسلسل کام کرنا ہے۔ ہر بچے سے متعلق طرح طرح کی معلومات کا ریکارڈ رکھنا ہے۔ اس طرح کی خدمت کو رہنمائی کی عام اصطلاح میں "فردِ متعلم خدمت" Pupil Inventory Service کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کے تحت تین طرح کے کام ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ بچے سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنا، دوم یہ کہ اس معلوماتی ذخیرے کو مناسب شکل میں محفوظ کرنا اور تیسرا یہ کہ جمع شدہ معلومات کو ان لوگوں کی نگاہ میں لانا جو بچوں کی بہتری کے لیے کوشاں ہوں اور اس طرح کی معلومات کی بدولت انھیں فائدہ پہنچا سکتے ہوں۔ اس زمرے میں والدین بھی آتے ہیں اور اساتذہ بھی، مگر حقیقت یہ ہے کہ اکثر صلاح کار ہی اس معلوماتی ذخیرے کو استعمال کرتے ہیں۔

1۔ ضروری معلومات کا حاصل کرنا ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچے سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے کن

وسائل کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور کون سے طریقے اختیار کرنے ہوں گے۔ ہم چاہیں تو بچّے کے گھر جاکر اُس کے والدین سے کچھ واقفیت حاصل کریں۔ یا اس کے دوستوں اور رشتہ داروں سے پوچھیں، یا اُس کے اساتذہ سے معلوم کریں یا پھر خود اُسی سے پوچھیں رہنمائی کے لیے یہ سب مواد جمع کرنا بہت بڑا کام ہوگا۔ ذاتی معلومات حاصل کرنے کی خاطر مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال نہایت ہی مفید ہے۔

1۔ والدین کے ساتھ ملاقات۔
2۔ متعلقین کی رائے۔
3۔ اُستادوں کے مشاہدات۔
4۔ سوانح نگاری۔
5۔ سماجیت پیمائی کے طریقے۔
6۔ سوال نامے۔
7۔ انفرادی ملاقات۔

گھر وہ جگہ ہے جس کے ساتھ سکونِ قلب، آزادی اور مسرت و شادمانی وابستہ ہے۔ ایک بچّہ گھر پر جس آزادی کے ساتھ اپنی شخصیت کا اظہار کرتا ہے، شاید ہی کسی اور جگہ اس کی مثال مل سکے۔ یہاں اُس قسم کا گھر مقصود نہیں جو سخت تادیب یا انضباط کا حامی ہے یا جہاں بچّے کو بے جا لاڈ پیار سے بگاڑ دیا جاتا ہے۔ ایسے دونوں گھروں میں بچّے کی شخصیت پسندیدہ خطوط پر نشوونما پانے کے بجائے یا تو بزدلی، ڈر اور مایوسی کا شکار ہو جاتی ہے یا شرارت اور ایذا رسانی کی طرف مائل ہوتی ہے۔

گھر میں بچّے کے اُٹھنے بیٹھنے کا ڈھنگ، اس کے والدین اور دیگر بھائی بہنوں کے ساتھ تعلّقات، اس کی عادات و خصائل، دلچسپیاں وغیرہ کا پتہ بڑی آسانی کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے شخصی تجزیہ کے لیے صلاح کاروں کا بچوں کے گھر جانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس میں بہرحال ایک بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کہیں صلاح کار کا بچے کے گھر آنا جانا۔ بے جا مداخلت نہ سمجھا جائے یا یہ کہ صلاح کار کی گھر میں موجودگی بالکل ناپسندیدہ تصور نہ کی جائے۔ ان خدشات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ صلاح کار اپنے مدّعا کو واضح کردے، اور والدین یا سرپرستوں کو اس بات کا

یقین دلادے کہ وہ جو حالات یا واقعات گھر میں قلمبند کرتا ہے، وہ صرف بچّے کی بہتری کے لیے ہی کیا جاتا ہے۔

والدین کے ساتھ ملاقات: بچّے کو نہایت ہی قریب سے دیکھنے والے اُس کے ماں باپ ہی تو ہیں۔ اس لیے بچوں سے متعلق گوناگوں معلومات بلاواسطہ اُن کے والدین سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ والدین سے ملنے کی ایک اور وجہ بھی ہے، وہ یہ کہ والدین ہی ایسے افراد ہیں جو بچّے کو اس کی پیدائش کے وقت سے برابر جانتے ہیں اور اُن کو اپنے بچوں کی نشوونما کے مختلف مراحل کی چشم دید واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

ایک صلاح کار کے سامنے اُس وقت زبردست مشکل اُٹھ کھڑی ہوجاتی ہے جب کہ والدین اپنے بچّے کے بارے میں بعض باتیں چھپاتے ہیں یا کسی بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، اُن سے جب بچوں کی شخصیت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ تو وہ ایسے پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنھیں وہ خود پسند کرتے ہیں۔ مثلاً ہمارا بچہ نہایت ہی خدا پرست ہے۔ اصول پرست اور بڑوں کا کہنا مانتا ہے۔ اُسے جو کچھ مل جاتا ہے اسی پر قناعت کرتا ہے، اس قسم کے بیانات کو ٹھیک طرح سے سمجھا نہیں جاسکتا۔ صلاح کار کو کیا پتہ کہ خدا پرست کیا ہوتا ہے، یا بڑوں کا کہنا ماننے کے کیا معنی ہوتے ہیں اس کے معنی تو یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ یہ بچّہ نہایت غبی، بزدل اور ہر طرح کی زیادتی سے سمجھوتہ کرنے والا ہوگا۔ لیکن ضروری نہیں کہ اِن بیانات سے والدین کا یہی مطلب ہو۔ اس طرح کے بیانات شاید والدین کی شخصیت کا اندازہ لگانے میں مدد دیں۔ جہاں تک بچّے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں ہمیں کچھ زیادہ واقفیت نہیں ہوئی۔ اس مشکل کا ازالہ کرنے کی خاطر رہنمائی پروگرام کے بنیادی مقصد کو والدین کے سامنے واضح کرنا چاہیے اور انھیں یہ بات صاف صاف بتا دینی چاہیے کہ کسی بھی قسم کی مبالغہ آمیزی یا غلط بیانی اُن کے بچّے کے حق میں مفید ثابت نہ ہوگی۔ اور جس مقصد سے رہنمائی کا کام شروع کیا جاتا ہے وہ بالکل بے کار ہوجائے گا۔ بڑی ہوشیاری کے ساتھ والدین کو اس بات کی طرف راغب کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے متعلق صحیح صحیح جانکاری فراہم کریں۔

2۔ متعلقین کی رائے شخصیت جاننے اور پہچاننے کا ایک ذریعہ اُن لوگوں کی رائے بھی ہے، جو اس بچّے کو جانتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ

سیدھے طور پر بچے کے جاننے والوں سے جن میں اُس کے رشتہ دار، یار دوست، اُستاد وغیرہ شامل ہیں پوچھا جائے کہ وہ اس بچے کی شخصیت کے مخصوص پہلوؤں کے بارے میں کیسا جانتے ہیں اُن کے یہ بیانات تحریر کیے جائیں، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شخصیت سے متعلق ایک سوالنامہ تیار کیا جائے اور بچے کے جاننے والوں سے پوچھا جائے کہ ہر ایک سوال سے متعلق اُن کی کیا رائے ہے۔ مثال کے طور پر ہم ایک سوالنامے کا چھوٹا سا حصہ یہاں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں :

خصوصیت (سوال)	رائے		
	مجھے پورا اتفاق ہے	کچھ معلوم نہیں	بالکل اتفاق نہیں
1۔ بچہ ملنسار ہے	x	x	x
2۔ دوسروں کی عیب جوئی کرتا ہے	x	x	x
3۔ دھوکہ باز ہے	x	x	x
4۔ نہایت ہی قابلِ اعتبار ہے	x	x	x

اس میں جو معلومات حاصل کرنا مقصود ہے اس کے بارے میں اشارہ سوالنامے میں ہی کیا گیا ہے، رائے دہندگان سے دریافت کیا گیا ہے کہ وہ اس بیان کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں یا متفق نہیں ہیں، یا بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں۔

اگرچہ اس قسم کے سوالناموں سے کافی حد تک بچے کی شخصیت کا پتہ لگ سکتا ہے لیکن اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ رائے دینے والا سچائی کے ساتھ رائے دے، یہ بھی لازمی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں رائے پوچھی جاتی ہے وہ اپنی جگہ واضح ہوں۔ مثلاً اگر آپ ایک استاد سے کسی بچے کی ذہانت سے متعلق یہ پوچھنا چاہتے ہوں کہ وہ کتنا ذہین ہے، تو آپ کو پہلے ہی اُستاد کو بتانا پڑے گا کہ ذہانت سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ کیا آپ زود فہم کو ذہین سمجھتے ہیں یا حرف حرف یاد رکھنے والے کو یا کلاس میں سوال کرنے والے، یا بالکل چپ چاپ اور خاموش لڑکے کو، غرض آپ شخصیت کے جس پہلو کے بارے میں بھی پوچھنا چاہتے ہوں، اُس کا صحیح تصور جواب دینے والے کو دیجیے۔

سوال ناموں کی بہت سی کمزوریاں بتائی گئی ہیں، جیسے رائے دینے والے کسی کو ناراض نہ کرنے کی خاطر بس درمیانی صورت اختیار کرتے ہیں، یا یہ کہ اگر وہ بچے کی کسی خاص صلاحیت سے متاثر ہوئے ہوں، تو اس بچے کی ہر صلاحیت کو بڑھا چڑھا کر ظاہر کرتے ہیں۔ ان خامیوں کے باوجود سوالنامے بڑے فائدہ مند معلوماتی ذرایعے سے واقفیت حاصل کی جائے۔

3۔ **استادوں کے مشاہدات** یہ مشاہدات سوالناموں سے کسی قدر متعلق ہیں۔ ان کو حکایات کہتے ہیں۔ استاد پڑھائی اور دیگر تعلیمی یا غیر نصابی مشاغل میں بچوں کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بچے سے کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے کہ جو اس کی شخصیت کے کسی مخصوص پہلو کی نشاندہی کرتی ہے۔ مثال کے طور پر کلاس ہو رہا ہے کہ ایک بچہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ جب کہ باقی بچے تماشائی کی حیثیت سے اس واقعہ کو دیکھ رہے ہیں، ایک بچہ آگے بڑھ کر بے ہوش بچے کو اٹھاتا ہے، یا فوراً جاکر پانی لاتا ہے، یا اسکول کے ڈاکٹر کو بلاتا ہے اس طرح کا واقعہ حکایت کہلاتا ہے۔ شخصی تجزیہ میں اس طرح کے واقعات خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے واقعات سے بچے کی شخصیت کے چند اہم پہلو روشن ہو جاتے ہیں۔ اگر ہر بچے سے متعلق حکایات جمع ہوں، تو ایک صلاح کار کو بچے کی شخصیت کا اندازہ لگانے میں یہ مواد خاصا مفید ثابت ہوگا۔ ہم یہاں پر استادوں کی رہنمائی کے لیے ایک حکایتی ریکارڈ کا نمونہ پیش کرتے ہیں:

شاگرد کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تاریخ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
جماعت ۔۔۔۔۔۔۔ مقام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
واقعہ
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
مشاہدہ کرنے والا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک 2 x 4 کارڈ لیجیے اس پر شاگرد کا نام، تاریخ، جماعت اور جگہ نوٹ کر دیجیے اس کے بعد وہ واقعہ درج کیجیے جس کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ واقعہ کو جوں کا توں درج کرنا چاہیے۔ اس کی کسی بھی طرح کی تشریح وغیرہ نہ کی جائے۔ اس طرح کے حکایت نامے ایک بچے کے لیے ہفتہ وار جمع کیے جاسکتے ہیں اور آخر میں ان کے مجموعے سے بچے کو سمجھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اگر ایمانداری اور حقیقت پسندی سے کام لیا جائے تو حکایت ناموں سے حاصل کی گئی معلومات ایک بچے کو جاننے پہچاننے میں کافی مددگار ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس طرح کے مشاہدات ایک بچے کی زندگی کے حقیقی اور نمایاں پہلو ہیں اور اگر ان میں کسی طرح کا توافق پایا جائے تو شخصیت پہچاننے کا اس طریقے سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ نہ ہوگا۔

بعض بچے ابتدائی عمر سے ہی اپنی سوانح عمری لکھتے رہتے ہیں

۹۔ **سوانح نگاری** جس میں وہ اپنے مشاغل، اپنے مشاہدات درج کرتے ہیں، اگر ان سوانح کا بھی بغور مطالعہ کیا جائے، تو شخصیت کے بارے میں وقیع انکشافات ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ بچے اپنی سوانح عمری میں ایسی باتوں کا اظہار کرتے ہیں جن سے ان کی انفرادی صورتِ حال کو سمجھا جاسکتا ہے۔

رہنمائی کے کام میں سوانح عمری کا زیادہ استعمال نہیں ہوتا اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کی معلومات اکثر و بیشتر مبالغہ آمیزی کا شکار ہوتی ہیں۔ بچے کبھی اپنی شخصیت کو بیان کرتے وقت اصل میں کسی ایسے شخص کے سوانح حیات کا ذکر کرتے ہیں، جو ان کے لیے ایک نمونہ یا آدرش کی حیثیت رکھتا ہے۔ امریکہ اسکول صلاح کار اس طریقے کو زیادہ استعمال میں نہیں لاتے ہیں اگر کبھی ضرورت سمجھی گئی تو سوانحی معلومات کو دوسرے مستند ذرائع سے مقابلہ کر کے استعمال کرتے ہیں۔

البتہ سوانح نگاری بعض بچوں کے لیے نہایت دلچسپ مشغلہ ہوسکتی ہے اس لیے رہنمائی کی ضرورت کے پیشِ نظر بچوں کو ایک فارم یا سوالنامہ جسے "ذاتی تاریخ کا ریکارڈ" کہتے ہیں دیا جاتا ہے۔ اس میں چند تشریح شدہ عنوانات درج کیے جاتے ہیں اور بچے آزادی کے ساتھ اِن عنوانات کے تحت اپنے بارے میں لکھتے ہیں۔ ایک خاص مدت کے بعد اس تاریخ کو پڑھا جاتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے بچے

ملاقات کی جاتی ہے تاکہ مبہم واقعات کی وضاحت کرائی جاسکے۔ اس طرح سے اس طریقہ کو حقیقت پسندی کے اصول کے مطابق استعمال کیا جاسکتا ہے۔

5۔ سماجیت پیمائی کے طریقے

گھر کے بعد اسکول میں بچوں کو جماعتی زندگی کا ایک اور تجربہ فراہم ہوتا ہے وہ ایک کلاس میں بہت سے بچوں کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں۔ اِن چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بچے اپنے ذاتی کردار کی بدولت انفرادی طور پر ایک خاص حیثیت حاصل کرتے ہیں۔ اگر اس حیثیت کا پتہ چل جائے تو بچے کی شخصیت کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

1934ء میں امریکہ کے جے، ایل، مورنیو MORINO نے اس مسئلے کی طرف توجہ دی اور ایک کتاب WHO SHALL SERVICE لکھی، جس میں اس طریقے کی نشان دہی کی گئی جسے ایک بچے کی سماجی حیثیت معلوم کی جاتی ہے اس طریقے کو سماجیت پیمائی کہتے ہیں۔ اس کے لیے ایک چھوٹا سا سوالنامہ تیار کیا جاتا ہے، جیسے :

1۔ اُن دو بچوں کے نام لکھیے جنہیں آپ اپنے دائیں بائیں بٹھانا چاہتے ہوں۔

2.	1.

2۔ ایسے دو بچوں کے نام بتایئے جن کے ساتھ آپ سیر و تفریح کے لیے جانا چاہتے ہوں۔

3۔ ایسے دو بچوں کے نام بتایئے جن کے ساتھ آپ پڑھائی لکھائی کا کام کرنا چاہتے ہوں۔

اِس سوالنامے کے جوابات کی بنا پر ایک سماجیت پیما فہرست تیار کی جاتی ہے جس میں ہر بچے کا یہ ریکارڈ نظر آتا ہے کہ اسے کتنے بچوں نے کس حیثیت سے منتخب کیا ہے۔ جس بچے کے سب سے زیادہ چاہنے والے ہوں وہ ہر دل عزیز STAR کہلاتا ہے، اور جس کو کوئی نہ چاہے وہ "علاحدہ ISOLATED اور جسے مقابلتاً بہت کم بچے چاہیں اُسے ناقابلِ اعتنا" کہا جاتا ہے

مورنیو اور اُس کے دوسرے ساتھیوں نے بچوں کی سماجیت پیمائی کے پُرکشش چارٹ تیار کیے ہیں۔ جنھیں نقشہ سماجیت SOCIOGRAM کہا جاتا ہے ایسے نقشہ کا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے :۔

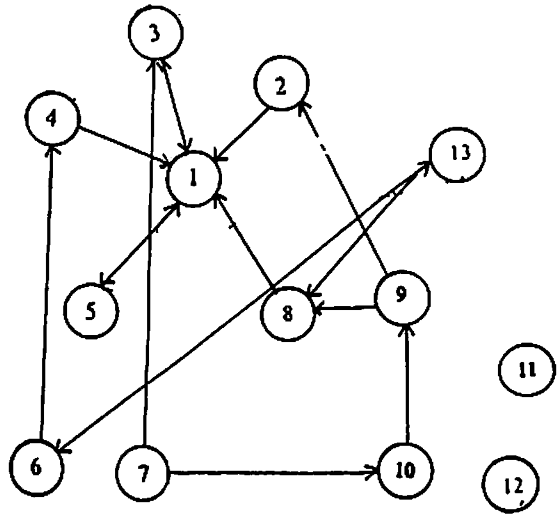

اس خاکے میں نمبر ۱ بچے کی حیثیت ہر دلعزیزی کی ہے، 11، 12 نمبر کے بچے علاحدہ ہیں اور 6، 7 اور 13 ناقابلِ اعتنا ہیں۔

سماجیت پیمائی کا بھی رہنمائی کام میں بہت استعمال ہوتا ہے۔ اس کی بدولت ایسے بچوں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے جن کے دوسرے بچوں کے ساتھ تعلقات کمزور ہوتے ہیں اور اس وجہ سے ان کی شخصیت کی پورے طور پر نشوونما نہیں ہو پاتی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کی تعلیمی پسماندگی کا تعلق اُن کی سماجی حیثیت کے ساتھ ہے۔ اکثر ایسے بچے "تعلیمی لحاظ سے کمزور پائے گئے ہیں جن کی حیثیت "علاحدہ" یا "ناقابلِ اعتنا" بچوں کی ہوتی ہے۔ ایسے بچوں کی سماجی صحت مناسب صلاح کاری سے بہتر بنائی جاسکتی ہے، دوسروں کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے کیے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ انھیں دوسرے بچوں کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کی ترغیب دی جاسکے۔

۶۔ سوالنامے معلومات حاصل کرنے کا ایک روایتی طریقہ سوالناموں کے ذریعے بچوں سے کئی طرح کے سوالات پوچھنا ہے۔ اس طرح کے دو سوالنامے زیادہ معروف ہیں، ایک تو وہ جنھیں مجموعی طور پر ریکارڈ Cumulative Record) کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو "طالب علم معطیات سوالنامے" (Pupil data Questionaires) کے نام سے مشہور ہیں، اوّل الذکر کے بارے میں ہم

تیسرے باب میں تفصیلی بحث کریں گے۔ یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ مجموعی ترقی ریکارڈ میں ایک بچے کی مرحلہ وار ترقی کی پوری کیفیت درج کی جاتی ہے۔ اور اس میں قریب قریب شخصیت کے ہر پہلو پر مواد ملتا ہے، جیسے گھر، اور اسکول کے حالات، کھیل کود کی دلچسپیاں، صحت، شوقیہ مشاغل، قابلیت و صلاحیت، میلانات و رجحانات، عام چال چلن، ذہنی صلاحیت سماجی تعلقات وغیرہ۔ مگر ثانی الذکر سوال نامے میں ماضی کی مرحلہ وار کیفیت کا اندراج نہیں ہوتا، بلکہ اس میں زیادہ زمانۂ حال سے متعلق تفصیلات ہوتی ہیں۔ بنیادی طور پر اس طرح کے خاکے ایسے بچوں کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتے ہیں جو یا تو کسی اسکول میں بالکل نئے ہوں یا پھر جن کا کہیں کوئی ریکارڈ موجود نہ ہو۔ اس سوال نامے کو پُر کروانے سے پہلے اس بات کا تعین کرنا پڑتا ہے کہ:

1 ۔ اس کا مقصد کیا ہے۔؟

2 ۔ کس وقت یا کس مرحلے پر اس سوالنامے سے حاصل شدہ جانکاری کو استعمال کیا جائے گا؟

3 ۔ کون اس سوالنامے کو پُر کرائے گا۔

4 ۔ کون حاصل شدہ جانکاری کا جائزہ لے گا۔

اگر ان میں کسی بھی بات کا تعین کرنے میں بے احتیاطی سے کام لیا گیا، تو ڈر ہے کہ حاصل شدہ معلومات کی صحت مشتبہ ہوگی۔

ان سوال ناموں میں اکثر ادھورے جملے رکھے جاتے ہیں تاکہ بچہ آزادی کے ساتھ اپنی شخصیت کے بعض گوشوں کو بے نقاب کر سکے، مثال کے طور پر یہ سوالات ملاحظہ ہوں۔

میری دلچسپیوں کی تفصیل یوں ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
میرے مطالعے کے موضوعات ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
میری سب سے بڑی کمزوری ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
جن لوگوں کو میں بہت زیادہ پسند کرتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
ایک اصلی دوست ہے وہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
میں نہایت ہی خوش رہتا اگر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
میرے بارے میں لوگ سوچتے ہیں کہ میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان آزاد سوالات کے علاوہ ایک مخصوص معلوماتی سوالنامے کے ذریعہ مندرجہ ذیل موضوعات پر جانکاری حاصل کی جاتی ہے۔

۱۔ ذات سے متعلق جانکاری جیسے نام، سکونت، تاریخ ولادت، تعلیمی درجہ، عمر، پچھلے تعلیمی مراحل، پسندیدہ مضامین، آسان ترین مضامین، مشکل مضامین، کھیل کود اور دیگر مشاغل میں شرکت، کام کا تجربہ، گھر سے متعلق حالات، والدین بھائی بہن وغیرہ سے متعلق ضروری جانکاری، صحت کے بارے میں تفصیلات آئندہ کے منصوبے وغیرہ وغیرہ۔

انفرادی ملاقات

اگر آپ کسی شخص کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہوں تو بہتر ہوگا کہ آپ براہِ راست اُس سے خود پوچھ لیجیے۔ شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ملاقات کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ اپنی جگہ مسلّم ہے۔ ملاقات کی چار قسمیں بتائی جاتی ہیں ایک تو وہ جس کا مقصد کسی شخص کو کام یا روزگار دلانا ہو، دوسری قسم اُن ملاقاتوں کی ہے جن میں کسی شخص کی بیماری کی تشخیص کی جاتی ہے، تیسری قسم کی ملاقات وہ ہے جس کے ذریعے ایک شخص کی رہنمائی اور صلاح کاری کی جاتی ہے اور ملاقات کی چوتھی قسم وہ ہے جس کے ذریعے ایک شخص کے بارے میں چند اہم معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔

شخصی تجزیہ میں زیادہ تر اسی چوتھی قسم کی ملاقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ملاقات کے تین پہلو ہیں، سب سے پہلے ملاقات کے اغراض و مقاصد بیان کرکے بچے کو مکمل یقین دلایا جاتا ہے کہ اس کی سبھی باتیں صیغۂ راز میں رہیں گی۔ اس طرح سے اس کا اعتماد حاصل کیا جاتا ہے۔ اور پھر ملاقات کے دوران اُس سے وہ تمام معلومات حاصل کی جاتی ہیں جس کی موقع و محل کے مطابق ضرورت ہو۔

ملاقات سے حاصل شدہ مواد جہاں بہت اہم ہے وہاں اس میں کچھ نقص بھی ہے۔ جیسے ملاقات کے دوران ایک شخص صحیح حالات کو چھپا سکتا ہے بلکہ انھیں مسخ کرکے پیش کرسکتا ہے، جھوٹ بول کر کچھ کا کچھ جواب دے سکتا ہے اس صورت میں مطلوب حقایق کے بجائے ایسی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ بالکل تعلق نہ ہو، دوسری بات یہ ہے کہ ملاقات طویل مدت طلب عمل ہے کیونکہ ایک ہی ملاقا

میں ہم پوری واقفیت حاصل نہیں کر سکتے۔ زیادہ تر وقت صرف کر کے بھی قابلِ اعتبار معلومات حاصل ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ ملاقات کے ذریعہ حاصل کی ہوئی معلومات اکثر صحیح نہیں ہوتی۔

دو اور کام جو تشخیصی تجزیہ خدمات کے زمرے میں آتے ہیں وہ ہیں کہ حاصل شدہ معلومات ایک جگہ جمع کرنا اور پھر اُس کا جائزہ استعمال کرنا اوّل الذکر کے لیے "مجموعی ترقی ریکارڈ" کا استعمال ہوتا ہے جس میں ہر بچے سے متعلق دستیاب تفصیلات درج کی جاتی ہیں اور ضرورت کے وقت اُن کا صحیح استعمال بھی کیا جاتا ہے، جیسے کسی خاص بچے کے لیے کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو اس معلومات کی بنا پر اُس کے متعلق ایک بامعنی رپورٹ مرتب کیا جا سکتا ہے اور مناسب صلاح کاری کے ذریعے اس کے مسئلے کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے انفرادی استعمال کے علاوہ اس جانکاری کو پورے اسکول کی بہتری کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کی بنا پر بچوں کے لیے جسمانی کھیلوں فرصت کے اوقات کے شوقیہ مشاغل اور دیگر تعلیمی اور غیر تعلیمی دلچسپیوں کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔

(ج) **معلوماتی خدمت** معلوماتی خدمت information service رہنمائی پروگرام کی امتیازی خدمت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ رہنمائی کی تحریک کا آغاز بھی اسی خدمت سے ہوا۔ ابتدا میں فرانک پارسنز نے صرف یہی ایک کام کر کے اس تحریک میں جان ڈال دی۔ اس نے اپنے ماحول میں دستیاب تمام پیشوں کی ایک لمبی فہرست تیار کی اور ساتھ ہی ان پیشوں کے لوازمات اور دیگر شرائط کو بھی درج کیا۔ اس طرح پیشوں سے متعلق جانکاری کو یکجا مکمل کرا دیا۔ اور پھر تشخیصی تجزیہ کے بعض طریقوں پر عمل کر کے لوگوں کی شخصیت اُن کے مزاج، دلچسپیاں، صلاحیتیں وغیرہ معلوم کی۔ اور آخر میں پیشوں کے لوازمات اور شخصیت سے متعلق حاصل شدہ جانکاری کا موازنہ و مقابلہ کر کے مختلف لوگوں کو مختلف پیشے اختیار کرنے کا مشورہ دیا اس طرح سے معلوماتی خدمت نہایت ہی مقبول و معروف ہونے لگی۔

اس خدمت کے لیے مختلف ماہرین نے عقلی دلائل اور مناسب جواز وقتاً فوقتاً تلاش کیا۔ چنانچہ ایسی پانچ وجوہات بتائی جا چکی ہیں جن کی بنیاد پر پیشوں سے متعلق

جانکاری نہایت ہی ضروری نظر آتی ہے۔

۱۔ ایک شخص ضروری معلومات کی عدم موجودگی میں پیشے کا صحیح انتخاب نہیں کرسکتا۔ یہ اس وقت اور زیادہ ضروری بنتا ہے جبکہ ایک پیشے کے انتخاب کے ساتھ یہ سوال وابستہ ہو کہ آیا وہ آئندہ زندگی میں زندگی میں بے کار رہے یا کسی کام میں مصروف رہے گا۔

2۔ پیشے کا صحیح انتخاب آئندہ زندگی میں کامیابی کا ضامن ہے، ہر ایک شخص ایسے پیشے کا انتخاب کرنا چاہیے گا۔ جس میں اس کی توتوں کا بھرپور استعمال ہو اور اُسے کامیابی حاصل ہو۔

3۔ انتخاب پیشہ سے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ آیا ایک شخص اپنے منتخب کیے پیشے میں خوشی محسوس کرے گا یا ہمیشہ بے اطمینانی کا مظاہرہ کرتا رہے گا۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اپنے پیشوں سے خوش نہیں رہتے اس لیے وہ اپنے کام سے مطمئن بھی نہیں ہوتے۔ اگر پیشہ اختیار کرنے سے پہلے ہی متعلقہ حالات کا اندازہ لگ جاتا، تو وہ شخص ایسا پیشہ منتخب کرتا جس میں اُس کی مسرت اور شادمانی کا زیادہ امکان ہوتا۔

4۔ پیشے کے صحیح انتخاب سے معلوم ہوگا کہ ایک جمہوری ملک افرادی قوت کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے، پیشوں سے متعلق معلومات کی بنا پر "کار سنجار بدست گلکار" کی جگہ صحیح آدمی کو صحیح کام میں لگایا جاسکتا ہے۔ اس طرح ایک جمہوری ملک میں لوگوں کی صلاحیتوں کا استعمال صحیح مقاصد کے لیے صحیح طور پر ہوسکتا ہے۔

5۔ ایک پیشے کے ساتھ اور بہت سی اہم باتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اس لیے اس کے لیے اس کے انتخاب میں مکمل تیاری اور پوری جانکاری کے ساتھ قدم اٹھانا چاہیے۔ مثال کے طور پر آپ شادی بیاہ کا سوال لیجیے یہاں سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مرد یا عورت کیا کام کرتی ہے۔ مکان کے تعمیر کی بات لیجیے اگر آپ کی پیشہ ورانہ حیثیت اعلیٰ ہے تو آپ کا مکان بھی شاندار بنے گا۔ اور اگر آپ کا پیشہ پست ہو، تو آپ کے رہنے کی جگہ بھی معمولی ہوگی، آپ کا پیشہ آپ کے اخلاقی معیار کو بھی متعین کرتا ہے، آپ کی دوستی آپ کے پیشے

سے متاثر ہوگی، آپ کی عبادت اور خدا کے ساتھ تعلق بھی آپ کے کام سے متاثر ہوگا، آپ کا وقت آپ کے پیشے کی ضرورتوں کے مطابق صرف ہوگا۔ غرض آپ کی ساری زندگی آپ کے پیشے کی عکاسی کرے گی جب پیشے کی یہ کیفیت اور یہ اہمیت ہو تو اس کی بنیادی معلومات کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے ؟"

معلوماتی خدمات میں جو خدمات شامل کی گئی ہیں وہ ہیں :

(۱) تعلیمی معلوماتی خدمت ۔

(2) پیشہ ورانہ معلوماتی خدمت ۔اور

(۳) سماجی ، ذاتی معلوماتی خدمت ۔

اب ہم اِن خدمات کا سرسری جائزہ لیں گے ۔

۱۔ **تعلیمی معلومات :** اس خدمت کے ذریعے بچّوں کو مندرجہ ذیل قسم کی معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں ؛

- کالجوں، یونیورسٹیوں، پیشہ ورانہ اداروں، اور دوسرے ٹیکنیکل تعلیمی اداروں سے متعلق ہر طرح کی معلومات جیسے داخلے کے قواعد، شرائط ، نصاب تعلیم، مالی امداد اور دوسری قسم کی سہولیات کا علم ۔
- ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد کونسے کالجوں اور کس طرح کے مضامین میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔ اور ان کے لیے کن شرائط اور قواعد کی پابندی ضروری ہے ۔
- ایسی کتابیں ، رسالے اور اخبار وغیرہ فراہم کیے جاتے ہیں جن میں مختلف قسم کے وظائف ، مالی امداد اور طرح طرح کے تعلیمی نصابوں کے ساتھ وابستہ مالی سہولیات کی اسکیمیں درج ہوتی ہیں۔
- ایسی فلموں کی نمایش جن سے مخصوص مضامین کے نصابات کو اور زیادہ واضح طور پہ پیش کیا جاتا ہے ۔
- مطالعہ سے متعلق کتابیں، رسالے، جریدے اور اخبارات وغیرہ کی جانکاری
- پوسٹر جن پر طرح طرح کی کارآمد معلومات درج ہوتی ہیں ۔

2 - **پیشہ ورانہ معلوماتی خدمت** : اس کے ذریعہ مندرجہ ذیل قسم کی کارآمد چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

- پیشوں سے متعلق کتابچے تعارفی پرچے، مشاغل رہنما، اور دیگر تحریری معلومات۔
- پیشوں کی ترتیب شدہ لغات، جیسے ہمارے یہاں کی "پیشہ ورانہ ڈکشنری (D.O.T.) جس میں چار ہزار سے زائد پیشے متعلقہ معلومات کے ساتھ درج ہیں۔
- کسی پیشے سے متعلق معلوماتی پرچے، جیسے ملٹری کیریر بیتول، نرسنگ سروس وغیرہ۔
- پیشوں کی نت نئی صورتوں پر فلمی نمائش، جس میں پیشوں کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔
- طرح طرح کے چارٹ اور نقشہ جات جن میں پیشوں سے متعلق تفصیلی معلومات مؤثر انداز میں پیش کی جاتی ہیں۔

3 **ذاتی اور سماجی خدمت** اس نام سے ایسا تعلیمی مواد اور ایسی کتابیں فراہم کی جاتی ہیں جن سے حسب ذیل نتائج برآمد ہو سکتے ہیں :-

1 - بچے کی تعلیم کی معنویت بڑھ جاتی ہے۔
2 - اس کے عرفانِ ذات اور خود آگہی میں اضافہ ہوتا ہے۔
3 - اُس میں ذاتی طہارت وصفائی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔
4 - اُس کی تخلیقی قوتیں اُبھرتی ہیں اور اس کی سماجی افادیت بھی بڑھ جاتی ہے۔
5 - تکمیل ذات کی راہیں واضح اور روشن ہوتی ہیں۔

3 **تعلیمی اور پیشہ ورانہ معلومات کے مراکز** پیشوں سے متعلق صحیح جانکاری حاصل کرنے کی خاطر مندرجہ ذیل مراکز کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

1 - ضلع کا ایمپلائمنٹ ایکسچینج : اسکولوں کے بچے رہنمائی خدمات کے سلسلے میں اپنے ضلع کے ایمپلائمنٹ ایکسچینج سے اپنی ریاست، ملک اور دوسرے ملکوں میں دستیاب پیشوں سے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ وہاں سے اُن کو مختلف قسم کے تعلیمی نصابوں، تربیتی مواقع اور خالی آسامیوں کا اندازہ ہوگا۔

2 - بہت سی پرائیویٹ ایجنسیاں جو پیشہ ورانہ معاملات سے تعلق رکھتی ہیں، اس طرح کی معلومات فراہم کر سکتی ہیں۔

3 - ملکی، ریاستی یا مقامی اخبارات مختلف قسم کے تعلیمی اور تربیتی نصابوں اور پیشوں میں خالی آسامیوں کے لیے اشتہارات نکالتے ہیں۔ ان کے علاوہ مخصوص رسالے جیسے کیریر ڈائجسٹ، کمپٹیشن ماسٹر، نیوز لیٹر وغیرہ اس بارے میں اہم معلومات مہیا کرتے ہیں۔

4 - کارخانوں اور دیگر کام کاج کی جگہوں پر جا کر متعلقہ پیشوں کے امکانات کی تازہ ترین صورتِ حال معلوم کی جا سکتی ہے۔

5 - ایک خاص علاقے میں پیشوں کی تحقیقاتی سروے کے ذریعے اُن کی نوعیت، ضرورت اور گنجائش معلوم کی جا سکتی ہے۔

6 - ملک میں اگر پیشوں پر کوئی جامع معلوماتی کتاب شائع کی گئی ہو جیسے ہمارے یہاں کی D.O.T تو اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

7 - اس سلسلے میں چند اداروں کی طرف سے شائع کیا ہوا مواد بھی مفید ثابت ہوگا ان میں مندرجہ ذیل ادارے قابلِ ذکر ہیں:

(1) وائی-ایم-سی-اے (ینگ مینس کرسچین ایسوسی ایشن)
(2) روٹری کلب۔
(3) منسٹری آف لیبر اینڈ ایمپلائمنٹ۔
(4) این-سی-ای-آر-ٹی۔
(5) منسٹری آف ایس۔ آر-سی-اے۔
(6) منسٹری آف ہیلتھ۔
(7) منسٹری آف ڈیفنس۔

معلومات کیسے حاصل کی جائے؟ پیشوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے طریقے حسبِ ذیل:

ا۔ تجزیہ پیشہ۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ پیشے کی نوعیت کیا ہے۔ اس کی صورتِ حال ہے۔ ذاتی ترقی کے کیا مواقع ہیں۔ پیشے کی حیثیت سرکاری ہے کہ غیر سرکاری

سماج میں تسلیم شدہ ہے کہ سماجی اقدار کے خلاف، مادّی لحاظ سے اعلیٰ ہے یا پست، کام کے حالات کیسے ہیں۔ حادثات کے امکانات کم ہیں یا زیادہ، وغیرہ وغیرہ

2 ۔ تحقیقاتی طریقہ: ایک خاص مقام کو منتخب کیا جاتا ہے اور اس میں تمام جاری مشاغل کی فہرست تیار کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف پیشوں میں روزگار کے مواقع کا اندازہ لگایا جاتا ہے اس طریقے سے کسی بھی پیشے کا قریبی اور گہرا مطالعہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ پیشوں کے متعلق معلومات مختلف سوالناموں کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ اس طریقے کو سروے کہتے ہیں اور اس کے دو طریقے رائج ہیں :-

(1) سوالنامے کے ذریعے سروے۔

(2) ذاتی ملاقات کے ذریعے سروے۔

1 ۔ سوالنامے کسی کارخانے کے ملازمین، مزدوروں اور کارکنوں کو دیے جاتے ہیں سوالات جو پوچھے جاتے ہیں نہایت سیدھے سادے اور واضح ہوتے ہیں تاکہ ہر ایک شخص ٹھیک طرح سمجھ کر جواب دے سکے۔

2 ۔ ذاتی ملاقات کے ذریعے بیشتر محقق کارخانے کے کارکنوں اور چھوٹے اور بڑے افسروں سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح کی معلومات کا دیگر تحقیق شدہ معلومات سے مقابلہ کیا جاتا ہے اور پھر اس معلومات کو آخری شکل مل جاتی ہے۔

______ یہ معلومات بچوں تک مندرجہ ذیل صورتوں میں پہنچائی جاتی ہے۔

1 ۔ انفرادی ملاقاتوں میں مثلاً جب ایک ضرورت مند بچہ اسکول کے صلاح کار کے پاس جاکر مختلف پیشوں، تعلیمی پروگراموں یا تربیتی مواقع کی معلومات حاصل کرتا ہے۔

2 ۔ جماعتی صورتوں میں جیسے پیشہ ورانہ معلومات کے موضوع پر ایک باضابطہ درسی مضمون شروع کیا جائے، اور بچوں کو وقتاً فوقتاً ضروری جانکاری بہم پہنچائی جائے۔ ایسے اجتماع منعقد کیے جاسکتے ہیں۔ جن میں اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلباء نیز اُن کے والدین اور سرپرست شرکت کریں۔ ان اجتماعات میں پیشوں سے متعلق گوناگوں اطلاعات ضرورت مندوں کے لیے پیش کی جاسکتی ہیں اسکول

کلبوں کے ذریعہ بھی یہ معلومات بہم پہنچائی جاسکتی ہیں۔
اسکول کے ٹیوٹوریل کلاسوں میں بھی مختلف پیشوں کی معلومات پر بحث کی جاسکتی ہے۔

جماعت میں خاص طرح کی تقریروں کا اہتمام کیا جاسکتا ہے اس کے لیے کسی پیشے کے ماہر کو بلایا جائے جو بچوں کے سامنے اپنے پیشے کی تمام معلومات پیش کرے۔

ڈراما اور فلم کے ذریعے بھی معلومات دوسروں تک پہنچائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح پیشوں کی نہایت ہی اہم جانکاری پر مشتمل، ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہانہ بلیٹن شائع کیے جاسکتے ہیں۔

لائبریری کی وساطت سے طلبا تک پیشہ ورانہ معلومات پہنچائی جاسکتی ہے۔ لائبریری کے اندر ایک مخصوص جگہ مقرر کی جائے جسے "آپ کے لیے مفید کام کاج" یا "گوشۂ مشاغل" کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ لڑکے لڑکیاں یہاں آکر مختلف پیشوں سے متعلق معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

ایک رہنمائی کارکن یا صلاح کار پیشہ ورانہ معلومات کے تمام وسائل کا مطالعہ کرتا رہتا ہے اور نئی نئی جانکاری بچوں تک پہنچانے کے دل کش اور مؤثر طریقے اختراع کرتا رہتا ہے۔

(د) امداد روزگار خدمت دوران تعلیم میں ہی طلبا کے لیے روزگار کے وسائل ڈھونڈنا بلکہ انھیں روزگار حاصل کرنے میں مدد فراہم کرنا اس خدمت کا اصل مقصد ہے۔ ایک لمبے عرصے تک امداد روزگار خدمت کو رہنمائی اور صلاح کاری کے دائرے سے باہر سمجھا گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ طلبا کو روزگار دلانے کا کام صنعتی کارخانے یا روزگار کے دفاتر کرسکتے ہیں اور یہ کہ رہنمائی تو صرف ایک "معلوماتی خدمت" ہے اور اس لحاظ سے اس کے نزدیک چند پیشوں اور روزگار کے مشاغل کی ایک فہرست مرتب کرکے ضرورتمند طلبا کے سامنے پیش کر دینا کافی ہے۔ چنانچہ رہنمائی خدمت کا یہ کام نہیں سمجھا جاتا تھا کہ کسی ضرورتمند کو کوئی کام دلائے۔ بلکہ یہ خیال بھی تھا کہ اگر رہنمائی کارکن طلبا کو روزگار حاصل کرنے میں مدد دیں گے تو ان کی اس کوشش سے تعلیمی ماحول تباہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ پھر طلبہ

اپنے تعلیمی کام کو اَدھورا چھوڑ کر کسی روزگار کے پیچھے دوڑنے لگیں گے اور اس طرح سے یہ بھی کہا گیا کہ روزگار کے مسائل میں الجھ کر ایک صلاح کار اپنا اصل کام نظر انداز کر سکتا ہے، کیونکہ طلبا کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرنا ایک مسلسل اور بڑا کام ہے۔

مندرجہ بالا اندیشوں پر رہنمائی کے نقطہ نظر سے غور کریں تو یہ کچھ زیادہ اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔ صلاح کار کو روزگار فراہم کرانے کے کام سے الگ رکھا جائے تو دو طرح کے ناپسندیدہ نتائج نکل سکتے ہیں ایک یہ کہ جو لوگ روزگار فراہم کرتے ہیں جیسے صنعت کے روزگار افسران یا سرکاری نوکری مہیا کرنے والے تقرری کمیشن اُن کی اپنی توجہ کا مرکز زیادہ تر مخصوص پیشہ یا ملازمت ہوتا ہے۔ انھیں عموماً کام کے طلبگاروں کی ضرورتوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا، اس طرح سے پیشہ ورانہ بے ضابطگی اور ناموزوں یا ناخوشگوار تقرّرات کا امکان بڑھ جاتا ہے، دوسرا خطرہ یہ ہے کہ سرکاری ادارے زیادہ تر اپنی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اس طرح سے لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد کے بے کار رہنے کا احتمال ہے۔ اگر رہنمائی کے کارکن اور صلاح کار اپنے دائرۂ عمل میں طلباء کو روزگار دلانا بھی شامل کر لیں تو مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس تجویز کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک صلاح کار کو طلبا کی صلاحیتوں اور ضرورتوں کا بھرپور احساس ہوتا ہے۔ اس لیے جب وہ ایک ضرورت مند کو کسی کام پر لگانے کی سفارش کرتا ہے تو اس سے دو طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، ایک یہ کہ طالب علم کو حسب منشا اور اپنی صلاحیتوں کے عین مطابق کام ملتا ہے اور دوسرا یہ کہ صنعت یا ادارے کو بھی ایک باصلاحیت کارکن مل جاتا ہے، جس کی بدولت صنعت کے فروغ کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ پیشہ ورانہ رہنمائی اُس وقت تک بے معنی ہے جب تک کہ ایک صلاح کار امدادِ روزگار خدمت کو اپنے کام کا لازمی جُز نہیں بناتا۔ بعض ماہرین تو اس خدمت رہنمائی کا لب لباب سمجھتے ہیں۔ اگر یہ کام نہ ہو تو ان کے نزدیک رہنمائی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

البتہ امدادِ روزگار خدمت ہی تعلیم کا واحد مقصد نہیں ہے، صلاح کار سبھی طلبا کو روزگار نہیں دلا سکتا۔ یہ بات بہرکیف سامنے رکھنی چاہیے کہ کس طالب علم کو روزگار کی شدت سے ضرورت ہے، کس کو صرف معمولی سا جز وقتی کام دلا کر مدد کی جا سکتی ہے۔ اور کسی مزید تعلیم سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ آج کل عام طور پر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ

بعض طالب علم نچلی جماعتوں جیسے میٹریکولیشن اور پی، یو، سی میں سالہا سال فیل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے طلبار کو یونیورسٹی تعلیم سے کیا فائدہ ہوگا؟ اگر ان طلبا کو دسویں جماعت کے بعد ہی کسی تجارت، صنعت یا کسی اور مفید کام میں لگا دیا جائے تو بہت اچھا ہوگا آجکل کی یونیورسٹیوں میں جاکر دیکھیے اکثر طلبار بغیر کسی خاص ذاتی علمیت یا علمی شغف کے یوں ہی وقت گزار رہے ہیں۔ 1975ء میں مصنف نے کشمیر یونیورسٹی میں ایک سروے کی تو معلوم ہوا کہ 80 فی صدی طلبا نے محض فوری روزگار نہ ملنے کے باعث یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا اور صرف ۲۰/۰ طلبا ایسے تھے جو علم وفضل سے وابستگی کی بنا پہ داخل ہوئے تھے۔ ایسے طلبا کو جو حالات سے مجبور ہو کر اعلیٰ تعلیم کے اداروں کی طرف رُخ کرتے ہیں، ہائی اسکول کے بعد ہی روک دینا کونسا جُرم ہے بلکہ یہ ان کی زبردست خدمت ہوگی کیونکہ وہ اس طرح اپنی باقی عمر میں طرح طرح کی ذہنی الجھنوں سے بچ جائیں گے۔

یہ اندیشہ بھی حقیقت پر مبنی نہیں کہ امداد روزگار خدمات میں مشغولیت کی وجہ سے ایک صلاح کار اپنے اصلی کام کو نظر انداز کردے گا۔ بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کام سے صلاح کار کو اس کے اصلی کام میں بھی مدد ملے گی، امدادِ روزگار خدمات تعلیم کو زیادہ بامعنی بناسکتی ہیں۔ اگر ایک خاص تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک طالب علم بے کار رہے، تو اس قابلیت کا وہ کرے گا کیا؟ آئے دن تعلیم یافتہ بے روزگاروں میں اضافہ ہو رہا ہے، اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ روزگار دفاتر میں جن امیدواروں کی درخواستیں رجسٹریشن کے لیے آتی ہیں اُن میں زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے بی اے سے اوپر تعلیمی قابلیت کے سرٹیفکیٹ حاصل کیے ہیں۔ بہر حال یہ کہنے میں ہم حق بجانب ہیں۔ کہ رہنمائی کے سلسلے میں انجام دی گئی امداد روزگار خدمات تعلیمی مقاصد کو اور زیادہ بامعنی بنا دیتی ہیں۔

اب ہم اس بات کو واضح کریں گے کہ اس خدمت کے ذریعے کیسے بچّوں کی مدد کی جاتی ہے۔ اسکول صلاح کار پیشہ ورانہ معلومات کے جدید ترین اخبارات اور موزوں وسائل اپنے سامنے رکھ کر روزگار کی متعلقہ ایجنسیوں کے ساتھ خط وکتابت شروع کرتا ہے اور ایسے طلبار کا تعارف کراتا ہے جو مشتہر کام کے لیے موزوں ہوں اور اگر ایجنسی مناسب سمجھے تو وہ تقرر میں صلاح کار کی سفارش کا خاص خیال رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ اسکولی صلاح کار مختلف اخبارات کے ذریعے طلبا کی صلاحیتوں قابلیتوں، میلانات و رجحانات کو مشتہر کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں بعض طلبار کو موزوں روزگار مل جاتا ہے۔

اسی طرح اسکول صلاح کار خود کار خانوں اور روزگار کے دوسرے مقامات پر جاکر وہاں کے کلیدی کارکنوں یا منتظمین سے ملاقات کرتا ہے اور طلبار کے لیے کام کے مواقع حاصل کرتا ہے۔

اسکول صلاح کار کا ایک بہت بڑا کام یہ بھی ہے کہ حاجتمند طلبار کو جزوقتی کام حاصل کرنے میں اُن کی مدد کرے۔ چنانچہ ۱۹۷۶ء میں مہاراشٹر میں تعلیم کے ساتھ روزگار اسکیم کے تحت وہاں کے رہنمائی دفاتر کے اہل کاروں نے بہت سے کالج طلبا کو جزوقتی کام دلوائے جس کی بدولت وہ طلبا اپنی فوری اقتصادی ضرورتیں بھی پوری کرسکے اور ساتھ ہی اپنی تعلیم بھی جاری رکھ سکے۔ اسی دفتر نے مقامی اسٹیٹ بنک کو ایک بہت اچھے منصوبے کے ذریعے طلبار کی پیشہ ورانہ مدد پر آمادہ کیا۔ صلاح کار نے اس بنک سے انھیں چھوٹی موٹی رقوم قرضے کے طور پر دلوائیں جن پر کسی طرح کا سود نہیں لیا گیا۔ طلبار نے اس رقم سے ایسی چیزیں خریدیں جو مقامی میلوں اور سماجی تقریبوں کے مواقع پر بیچی جاسکتی تھیں ایسا کرنے سے طلبار کو کافی فائدہ ہوا اور ساتھ ہی کام کا عملی تجربہ بھی حاصل ہوا اس طرح سے اُن کے فاضل وقت کا صحیح استعمال بھی ہوگیا اور مالی مدد بھی ہوگئی۔

امدادِ روزگار خدمت کے علاوہ صلاح کار کو اسی کے مماثل اور دو طرح کی خدمات انجام دینی ہوتی ہیں ایک یہ کہ طالب علم اپنی صلاحیت اور دلچسپی کی بنیاد پر اُن مضامین کو منتخب کرے جن میں وہ شاندار کامیابی حاصل کرسکے، یہ کام اتنا آسان نہیں، جتنا کہ دکھائی دیتا ہے۔ کبھی کبھی طالب علم کی دلچسپیوں کا صحیح صحیح اندازہ لگانا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور اس کی قابلیت بھی ٹھیک طرح سے جانچی نہیں جاسکتی اسی لیے ایک صلاح کار طالب علم کی شخصیت سے متعلق جانکاری کے طرح طرح کے وسائل کو کام میں لاتا ہے اور حاصل شدہ مواد پر غور و فکر کرکے طالب علم کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اس احتیاط کے باوجود یہ رائے فقط ایک ذاتی رائے ہی ہے۔

جو غلط بھی ہو سکتی ہے۔ یوربی ممالک میں البتہ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ صلاح کاروں کی حاصل کی ہوئی معلومات کافی حد تک قابلِ اعتبار ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ طلبار کی قابلیت جانچنے کے امتحانات میں بھی بڑی حد تک معروضیت کی خوبی پیدا ہوگئی ہے۔ اس لیے یہ اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوتا کہ کون سا طالب علم ذہانت کے کس درجے پر ہے یا کس خوبی کا مالک ہے۔

تحقیقات سے اس بات کا پتہ بھی چلا ہے کہ رہنمائی کارکنوں کے مشوروں سے جن بچوں نے جو مضامین چنے اُن میں انھیں برابر ترقی اور کامیابی حاصل ہوئی۔

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ طلبار کو مختلف مضامین کا انتخاب کرلنے کے بعد صلاح کار کا کام ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ اُن کی پیش رفت سے برابر باخبر رہتا ہے اور اور اپنے مشوروں کے نتائج کا جائزہ لیتا رہتا ہے اس طرح سے دن بدن اس کے مشوروں میں معقولیت اور پختگی آجاتی ہے۔

صلاح کار کا کام طلبار کی جسمانی نشوونما میں معاونت کرنا بھی ہے، اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبار کی دل چسپیوں کے مطابق اُن کے لیے کھیل اور تفریح کا سامان مہیا کرتے ہیں، اسکول کی انتظامیہ کو مناسب مشورہ دے۔ ایسا کرنا اس لیے بھی لازمی ہے کہ ایک طالب علم کی ہمہ جہت نشوونما صرف مخصوص تعلیمی پروگراموں تک محدود رکھنے سے ہی نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اُسے زندگی کے حقیقی میدان میں تجربے حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کو جانچ سکے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُسے سماجی رسم ورواج سے واقف کرانا بھی لازمی ہے تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہ سکے۔ کھیل وتفریح اور دوسرے غیر نصابی مشاغل سے جو خوشی وشادمانی ایک بچّے کو حاصل ہوتی ہے وہ بلاواسطہ اُس کی تعلیمی اور تدریسی دلچسپی میں اضافہ کرتی ہے۔ جب ہم بچّے کی مجموعی شخصیت کی بات کرتے ہیں تو اس میں یہ پہلو بھی شامل ہوتا ہے کہ وہ اُن امور کو بھی اپنے تجربے میں لائے جن کی بدولت اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے یا حقیقی زندگی سے دوچار ہونے کا موقع ملتا ہے۔

ہمارے ملک کے تعلیمی حالات میں اس خدمت کا ایک اور فائدہ مند استعمال ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اگر ہمارے ثانوی مدارس میں دس جمع دو (۱۰ + ۲) اسکیم پر

عمل درآمد ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بیشتر ریاستوں میں یہ اسکیم شروع کی گئی ہے) تو امدادِ روزگار خدمات کے ذریعے صلاح کار ضرورت مند طلبا کو اُن کی پسند کے کام دلانے میں مدد کر سکتے ہیں اور اسکول میں بھی ایک بامعنی انتخاب کا شعبہ کھول سکتے ہیں۔ جہاں کہ ان بچوں کا ریکارڈ رکھا جائے گا جو اس اسکیم کے تحت مختلف جگہوں پر متعین ہوں۔ اس مشورے کا ایک پہلو اور بھی ہے وہ یہ کہ "دس جمع دو" والے مدارس میں انتخاب مضامین کی خدمت اور زیادہ اہم اور بامعنی معلوم ہوگی اس طرح سے امدادِ روزگار خدمت اپنے وسیع معنے میں انتخابِ مضامین کو بھی شامل کرے گی۔

(ی) **تحقیقاتی خدمت** رہنمائی کی تحقیقاتی خدمت ابتدا میں کچھ زیادہ سراہی نہیں گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رہنمائی کارکنوں کے پاس اتنا کام تھا کہ وہ تحقیق اور ریسرچ کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکتے تھے کہیں کہیں چند اِکے دُکے تحقیقی انکشافات ضرور ہوئے مگر ان میں رہنمائی کے کام کی نکتہ چینی کے سوا کوئی ٹھوس بات نہ تھی۔ لیکن جب صلاح کاروں میں اضافہ ہوا اور بیشتر اسکولوں میں باضابطہ رہنمائی خدمات شروع ہو گئیں تو بعض مخصوص رہنمائی کارکنان کو صرف اس بات پر متعین کیا جانے لگا کہ وہ تحقیقات کا کام شروع کریں تاکہ وقتاً فوقتاً رہنمائی خدمات کا جائزہ لیا جا سکے۔ اور ان خدمات کے اثرات کا مشاہدہ ٹھیک طور پر کیا جا سکے۔ اس قسم کی تحقیق کے ذریعے رہنمائی کے بنیادی پروگراموں کی خامیوں کا اندازہ کیا گیا۔ اور یہ بھی معلوم کیا گیا کہ ان خدمات کو مزید مؤثر بنانے کے لیے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے تحقیق کے نام پر ایک پس کاری مطالعہ (Follow up) شروع ہوا، جس کی غرض و غایت صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ جن لوگوں یا بچوں کی مختلف قسم کی رہنمائی کی گئی تھی ان کو اس کا کوئی فائدہ ہوا یا نہیں۔ مثال کے طور پر کسی بچوں کو مختلف مضامین چننے کے مشورے دیے گئے اور پس کاری مطالعہ سے یہ معلوم کیا گیا کہ (۱) انھوں نے یہ مضامین لیے یا نہیں اور (۲) اگر لیے تو ان کو اِن مضامین میں کیسی کامیابی ہو رہی ہے۔ اسی طرح اگر اُن کو کسی ذاتی مسئلے سے متعلق رہنمائی ملی تو تحقیق کے ذریعہ یہ معلوم کیا گیا کہ اس رہنمائی سے اس مسئلے کے سلجھانے میں کوئی مدد ملی یا نہیں۔ بہرحال

اس طرح کی تحقیقات سے پانچ طرح کے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

1۔ ایک اسکول کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح کے مضامین کو بچے زیادہ پسند کرتے ہیں ـــــ اور اس کی وجہ کیا ہے، جیسے بہت سے دیہاتی ہائی اسکولوں کی اونچی جماعتوں میں طلبا کی بہت کم تعداد رہتی ہے اور اکثر بچے گاؤں سے شہر چلے جاتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گاؤں کے بیشتر اسکولوں میں سائنس کے مضامین نہیں پڑھائے جاتے۔

2 ۔ خود رہنمائی پروگرام کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ کہ ایک اسکول میں کس طرح کے رہنمائی کاموں سے زیادہ فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔

3 - ایسے بچوں یا اسکول چھوڑنے والے طلبا کو الگ کیا جاسکتا ہے جن کو مزید مدد اور مشورے کی ضرورت محسوس ہوتی ہو۔ اس طرح اسکول رہنمائی پروگرام میں ایک طرح کا تسلسل آئے گا اور اس طرح کا تسلسل آئے گا اور اس کی افادیت مزید بڑھ جائے گی اس سے بعض تنظیمی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں لیکن ان کا بامعنی حل تلاش کیا جاسکتا ہے

4 - ذہانت کے اعتبار سے طلبا کو مختلف فریقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور جو ذہنی طور پر کچھ آگے ہیں، اُن سے اسکول کے تعلیمی اور تفریحی مشاغل یا رہنمائی کے کاموں کو مزید مؤثر بنانے کے لیے مشورے طلب کیے جاسکتے ہیں اس طرح سے تعلیمی کاموں میں طلبا کا تعمیری رول اُجاگر ہوگا۔

5۔ سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوگا کہ نئے اور ضرورت مند طلبا کو رہنمائی کاموں کے نتائج فراہم کیے جاسکتے ہیں اور اس طرح کی خدمات کی کامیابی یا ناکامی کی وضاحت پرانی تحقیقات کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے۔ اس سے بچوں میں رہنمائی اور مشورے کی اسکیم سے فائدہ اٹھانے کی دلچسپی بڑھ جائے گی۔ صلاح کار کو چاہیے کہ اسکول کے اُن سابقہ طلبا کی ایک فہرست تیار کرے جنھیں اس کی مدد سے کسی کالج میں داخلہ یا کسی کارخانے وغیرہ میں روزگار ملا ہے اور اس فہرست کو خوبصورت چارٹ کی شکل میں لائبریری میں آویزاں کردے۔ ایسا کرنے سے امید ہے کہ اس کے کام کی مقبولیت بڑھ جائے گی۔

تحقیقاتی خدمت جہاں اسکول کی بہتری، رہنمائی پروگرام کی ترقی اور بچوں کی حوصلہ افزائی کا کام کرتی ہے، وہاں اس خدمت کی بدولت رہنمائی سے متعلق علم میں

اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ افریقہ میں شپیر (Skpera) کا بارہ سالہ پراجیکٹ نہ صرف "نویں جماعت کے بچوں کی پیشہ ورانہ بلوغت" کا پتہ لگانے میں ہی کامیاب ہوا، بلکہ اس سے بچوں کی شخصیت اور عملی میدان کے طرح طرح کے دل چسپ زاویے اور فکر انگیز گوشے واضح ہوئے جن کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ شپیر کا کہنا ہے کہ اس تحقیق کی مدد سے اُس کو اپنی سابقہ واقفیت کے وسیع کرنے کا موقع ملا۔

تحقیقاتی خدمت پر عملدر آمد کے طور طریق اس کتاب میں درج نہیں کیے جا سکتے کیونکہ پھر ہم ریاضیات اور طریق تحقیق وغیرہ کے موضوعات کے بحث میں الجھ جائیں گے، جو اس کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔

صلاح کاری خدمت صلاح کاری خدمت کو رہنمائی پروگرام کی روح، جان اور دل کہا جاتا ہے۔ یہی ایک خدمت ہے جس کے ذریعے سے رہنمائی کے بنیادی اصولوں کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ یوں تو صلاح کاری دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا بالمشافہ ملاقات کا نام ہے۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس میں ایک شخص کسی مسئلے کے ساتھ ایک صلاح کار کے پاس یہ امید لے کر آتا ہے کہ اس کی مشکل کے حل کی کوئی راہ نکل سکے گی۔

اغراض و مقاصد رہنمائی خدمت کی حیثیت سے صلاح کاری کے تین بنیادی مقاصد ہیں ایک یہ کہ ضرورت مند جس کو صلاح کاری کی ضرورت محسوس ہوتی ہے) صلاح کار کی مدد سے اپنی مشکل کے ہر پہلو کو حقیقت کے آئینے میں دیکھ کر ایسا رویہ اختیار کرے کہ اُس کی شخصیت کی سالمیت برقرار رہے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ ایک معمول (client) کے مشورے و صلاح کاری سے ایسی ہمت بڑھ سکے کہ وہ خود اپنی رہنمائی کر سکے اور تیسرا مقصد یہ ہے کہ اس شخص میں اتنی خود اعتمادی پیدا ہو جائے کہ وہ خود فیصلے لینے کی جرأت کر سکے۔ یہ تینوں مقاصد یعنی خود مختاری، خود رہنمائی اور خود اعتمادی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ ایک ماہر صلاح کار معمول کو صلاح کاری کے دوران ایسے مواقع فراہم کرے کہ وہ شخص اپنی الجھنوں کو صفائی کے ساتھ دیکھ سکے، اپنے مسائل کو سمجھ سکے اور اپنے لیے خود ایک راہِ عمل تجویز کر سکے۔

لوازمات اس خدمت کو بار آور اور کامیاب بنانے کے لیے چند اہم لوازمات کا خیال رکھنا پڑتا ہے، جن کی ہم یہاں پر وضاحت کریں گے۔

1۔ سب سے پہلے ایک معمول جو کہ صلاح کار کے پاس اپنی مشکل لے کر آیا ہو، یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ ایک شخص کی صحبت میں ہے جس سے پُر خلوص معاونت اور مدد ملے گی اُسے یہ اندازہ ہو جائے کہ وہ ایک نہایت قابلِ اعتماد شخص کے پاس آیا ہے جس کے سامنے کسی بھی بات کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ایسی صورت حال سے دوچار ہو جہاں اُسے کسی بات کا خوف یا ڈر محسوس نہ ہو، خوف اور ڈر کسی شخص کو کھل کر سامنے آنے کی اجازت نہیں دیتا اس لیے صلاح کاری کے ماحول کو ان چیزوں سے بالکل پاک اور صاف ہونا چاہیے۔

2 - ایک صلاح کار کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ مشکل میں پڑے ہوئے شخص کا مسئلہ اُسے وراثت میں نہیں ملا ہے بلکہ کسی غلط کاری کا نتیجہ ہے، اس لیے مسئلے کو صحیح تناظر میں سمجھ کر کوئی موزوں قدم اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اس لیے اُسے صبر کے ساتھ اپنے معمول کی بات سن لینی چاہیے۔

3 - دورانِ صلاح کاری، ایک صلاح کار کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ نہ صرف اُس کی بات چیت بلکہ اس کی تمام حرکات وسکنات مشکل میں پڑے ہوئے شخص کے لیے معنی رکھتی ہیں۔ اس لیے صلاح کار کو چاہیے کہ کوئی ایسی بات نہ کرے اور نہ کوئی ایسی حرکت سرزد ہونے دے جس سے معمول کو یہ شبہ ہو کہ اس کی صحیح شنوائی نہیں ہو رہی ہے۔ صلاح کار معمول کی کسی بات پر ناک بھوں چڑھائے تو وہ سمجھ جائے گا کہ اُس کی بات نہیں کی جا رہی ہے، اسی طرح اگر صلاح کار معمول کی باتوں پر جمائی لینے لگے تو وہ سمجھ لے گا کہ صلاح کار اس میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ غرض صلاح کار کو قدم قدم پر پوری احتیاط برتنی ہوگی تاکہ معمول اپنی بات کھل کر اور پورے اعتماد کے ساتھ بیان کر سکے۔

4۔ پہلے پہل معمول کے بیانات سے اس کے منفی رویّوں کا پتہ چل جائے گا، لیکن جب صلاح کاری کی مدد سے اُس کے اپنے خیالات واضح کیے جائیں گے تو یہ رویّہ بدل کر مثبت اور تعمیری صورت اختیار کر لے گا۔

5 - یہ بات نہایت ہی ضروری ہے کہ صلاح کار ذہین اور فہیم ہو۔ اُس کی نظر معاملات کی تہہ تک پہنچنی چاہیے۔ سماجی اور نفسیاتی معاملات اور عصری تقاضات کی ماہیت اور اہمیت پر اس کی نظر ہونی چاہیے۔

اقدامات

اس خدمت کو سرانجام دینے کی خاطر مندرجہ ذیل اقدام کیے جاتے ہیں :-

1 - جب معمول صلاح کار کے پاس آتا ہے تو صلاح کار اپنے رویئے سے معمول کے دل میں اپنے لیے اُنسیت پیدا کرتا ہے۔ معمول یہ محسوس کرتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے پاس اُس کی مشکل کا حل ہے۔

2 - پھر وہ شخص یعنی معمول اپنی مشکل بیان کرتا ہے اور صلاح کار اس مشکل کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

3 - اگر ضرورت ہوئی تو صلاح کار معمول سے اجازت لے کر چند مزید معلومات حاصل کرتا ہے۔ جیسے اُس کی زبانت کے بارے میں اس کے گھر کے بارے میں یا پڑھائی لکھائی وغیرہ کے بارے میں۔

یہ سب اس لیے کیا جاتا ہے کہ ایک معمول اپنی مشکل کا ہر پہلو واقعات و حالات کی صحیح روشنی میں دیکھ سکے۔

4 - اکٹھا کی ہوئی معلومات معمول کے سامنے رکھی جاتی ہے اور اس معلومات کو سمجھنے میں اُس کی مدد کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر یہ شخص انجینئرنگ کی ٹریننگ لینا چاہتا ہے۔ مگر انجینئرنگ کالج میں داخلے کی مشکل محسوس کر رہا ہے تو صلاح کار ایسے شخص کے سامنے انجینئرنگ کی ضروری شرائط پیش کرتا ہے اور اس کے اپنے ذاتی اور تعلیمی حالات سے بھی باخبر کرتا ہے تاکہ وہ شخص ٹھیک طرح سے دیکھ سکے کہ نہ اس میں اتنی صلاحیت ہے اور نہ ہی ضروری تعلیمی قابلیت ، لہٰذا اگر اُسے داخلہ مل بھی جائے ، تو اس کی کامیابی کا امکان زیادہ نہیں۔ اس لیے اس شخص کو اپنے تعلیمی پروگرام کے انتخاب کا رُخ بدل دینا چاہیے۔

5 - اس کے بعد ایک ٹھوس لائحہ عمل ترتیب دیا جاتا ہے ، جسے معمول اپنے حالات کی روشنی میں اپنا کر اپنے مقاصد حاصل کر سکتا ہے۔

6 - پھر صلاح کاری کی مجلس ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اُدھر کوئی شخص

مشکل لے کر آتا ہے اور ادھر بیان کرتے ہی اس کی شکل ختم ہوگئی۔ بلکہ کبھی کبھی چھ سات بار برابر صلاح کاری کی مجلسیں ہوتی ہیں تاکہ مسئلے کا حل نکالنے میں کسی بھی قسم کی جلد بازی سے کام نہ لیا جائے کہ کہیں بعد میں پچھتانا پڑے۔

7- جب صلاح کاری کی مجالس مکمل طور پر اور پورے اطمینان کے ساتھ اختتام پذیر ہوجاتی ہیں تو ایک طرح کی پس کاری ضروری سمجھی جاتی ہے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ صلاح کاری کا کوئی مؤثر فائدہ ہوا یا نہیں۔

اجتماعی اور انفرادی صورتیں صلاح کاری کی ایک صورت بالکل انفرادی ہے یعنی ایک شخص کوئی مسئلہ لے کر صلاح کار کے پاس آتا ہے اور باہمی ملاقاتوں کے ذریعے کسی مفید نتیجے پر پہنچتا ہے، لیکن کبھی ایسی صورت حال بھی پیش آتی ہے کہ بچے یا ضرورت مند اشخاص جماعتی شکل میں صلاح کار سے ملتے ہیں اور اس کے سامنے جماعتی مسائل رکھتے ہیں۔ جیسے طالب علموں کا ایک گروپ کسی خاص مشترکہ تعلیمی الجھن کے ساتھ صلاح کار سے رجوع کرے اور باہمی مشورے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ انھیں اپنی مشکل حل کرنے کی خاطر ایک مخصوص اصلاحی پروگرام کی ضرورت ہے جس کے ذریعے ان کی تعلیمی پیش رفت اعتدال پر آ سکتی ہے۔

طریقۂ کار صلاح کاری کے تین طریقے بتائے گئے ہیں ایک جسے غیر مقصودی (NON DIRECTIVE) صلاح کاری کہتے ہیں جس میں بنیادی طور پر مسئلہ حل کرنے کی ذمہ داری ضرورت مند شخص پر رکھی جاتی ہے، صلاح کار کا رول صرف اتنا ہے کہ وہ ضرورت مند کے لیے ایسے تمام مواقع پیدا کرتا رہے جن کے ذریعے اس کی قوتِ فیصلہ بڑھے، اس کی الجھنیں سلجھ جائیں اور وہ ایک ٹھوس، مثبت قدم اٹھا سکے صلاح کار جب بھی کچھ کہے تو کسی مشورے کی نیت سے نہیں بلکہ ضرورت مند کے مقاصد اور حالات کی وضاحت کے لیے۔ اس طریقے کی تہ میں یہ خیال کار فرما ہے کہ ہر شخص قابلِ احترام ہے، وہ خود اپنے مسائل کو حل کرسکتا ہے، ضرورت صرف اس بات کی ہے اسے صحیح فیصلے تک پہنچنے میں ہمدردی اور محبت کا ماحول قایم رکھا جائے — ضرورت مند شخص کے ساتھ نفسیاتی تعلق پیدا کرنا اس طریقے کی بنیادی ضرورت ہے نفسیاتی تعلق سے مراد ایک طرح کی اپنائیت کا احساس ہے جو کہ ایک ضرورت مند

شخص میں اعتماد، اعتبار اور آزادی کی فضا میں پیدا ہوتا ہے جہاں وہ اپنے مسئلے کا پائیدار حل نکال سکتا ہے۔ اور اس طریقے سے اُس کی اتنی مدد ہو جاتی ہے کہ وہ خود اپنی مدد کر سکتا ہے۔

2۔ دوسرا وہ طریقہ ہے جو اوّل الذکر کا بالکل برعکس ہے مقصودی (Directive) طریقہ کہلاتا ہے۔ اس کی رُو سے ضرورت مند کی مشکل کو حل کرنا صلاح کار کا فرض ہو جاتا ہے اس لیے صلاح کار ضرورت مند کے بارے میں آزمائشوں اور دیگر ذرائع کو کام میں لاکر ضروری معلومات جمع کرتا ہے۔ کس طرح کی معلومات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ اس بات کا فیصلہ ضرورت مند کے مسئلے کی نوعیت سے ہوگا۔ اگر ضرورت مند کا مسئلہ یہ ہے کہ متوقع ذہانت کے ہوتے ہوئے بھی اس کی پڑھائی حوصلہ افزا نہیں یا اسکولی مضامین میں اُسے کم نمبرات حاصل ہوتے ہیں تو اس طرح کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے صلاح کار سب سے پہلے اس کی ذہانت جانچ لے گا اور اگر واقعی اعلیٰ ذہانت کا مالک ہے تو امتحانات میں اس کی کمزوری کی باقی وجوہات معلوم کرنے کی کوشش کرے گا، ضرورت مند کے گھر کے حالات اس کی پڑھائی کے طور طریقے، اُس کے مشاغل، اس کی دلچسپیاں۔ اُس کا حلقۂ احباب وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے ذرائع سے معلومات حاصل کرکے اُس کی کمزوری کی بنیادی وجوہات تلاش کیے جاسکتے ہیں اور رہنمائی کی صحیح بنیاد تشکیل کی جاسکتی ہے۔ یہ سب جب طے پاتا ہے تو صلاح کار ضرورت مند کے لیے نہایت مؤثر ہدایات تجویز کرتا ہے جن پر چلنا ایک ضرورت مند کے لیے لازمی بن جاتا ہے تاکہ وہ کم سے کم وقت میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرسکے اور صلاح کار کے مثبت رول سے بھی فائدہ اُٹھاسکے۔

3۔ تیسرے طریقے کو ان دو طریقوں کا مِلا جُلا استعمال سمجھا جاتا ہے، یہ طریقہ انتخابی (Eclectic) کہلاتا ہے، اس میں پہلے اور دوسرے طریقوں کے سبھی اچھے اور کارآمد نکات کو شامل کرلیا جاتا ہے اور حسب موقع و محل استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ فیصلہ تو بہرحال صلاح کار کی صواب دید پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ کس ضرورت مند کے ساتھ کون سا طریقہ برتے گا۔ مقصد مدد کرنا ہے اور مدد و رہنمائی کی صحیح صورت اختیار کرنے کے لیے کوئی بھی مفید طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

صلاح کار کی صفات : صلاح کاری کا بنیادی مقصد پورا کرنے کی خاطر لازمی ہے

کہ ایک صلاح کار بشیتر ذاتی صفات کا مالک ہو:

1۔ صلاح کاری کے ہنر سے بالکل واقف ہو، اس ہنر کو حاصل کرنے کے لیے جس طرح کی تعلیم وتربیت کا ہونا لازمی اُس کی سند صلاح کار کے پاس ہو۔

2۔ تعلیم وتربیت کا ہونا بے کار ہے اگر ایک صلاح کار سچّے دل سے انسانیت کا احترام نہ کرتا ہو۔ دوسروں کی بھلائی میں دلچسپی نہ لیتا ہو اور دوسروں کی مُشکلات کا احساس نہ رکھتا ہو۔

3۔ صلاح کاری کے لیے نفسیاتی ماحول پیدا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔ ایک ضرورت مند کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ صلاح کار ایک ایسا شخص ہے جس کے سامنے کوئی بھی بات چھپانا ٹھیک نہیں، کسی بھی طرح کے خوف یا گھبراہٹ کی ضرورت نہیں۔

4۔ صلاح کار تعصبات سے آزاد ہو، تعصب نفسیاتی تعلق کی کاٹ ہے اور اور متعصب صلاح کار ضرورت مند کی ضرورت کو ضد میں بدل دیتا ہے اور بجائے مدد کے نئے مسائل پیدا کرتا ہے۔

5۔ صلاح کار اعلیٰ کردار کا مالک ہو۔ صلاح کاری یقین، بھروسے اور اعتماد کا پیشہ ہے کسی ضرورت مند کو اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کے لیے استعمال کرنا زبردست بددیانتی ہے۔

بابِ سوم

ابتدائی مدارس میں رہنمائی

آزادی کے بعد جب ہمارے یہاں تعلیمی سرگرمیوں کا ایک بامعنی دور شروع ہوا۔ تو یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ ہمارے بچوں کی مناسب تعداد اسکولوں میں داخل ہو۔ اس سلسلے میں کئی طرح کے اقدام کیے گئے۔ مثلاً ابتدائی منزل پر مفت، عام اور لازمی تعلیم رائج کی گئی اور بچوں کی تعلیمی حوصلہ افزائی کے لیے مختلف اقسام کی مالی امداد اور وظائف کا اہتمام کیا گیا۔

1950ء میں ہند سرکار نے منصوبہ بندی کمیشن مقرر کیا اور اس کے ذریعے پانچ سالہ منصوبوں کے خاکے تیار ہونے لگے۔ چنانچہ پہلے ہی پانچسالہ منصوبہ سے ابتدائی تعلیم باضابطہ دی جانے لگی طرح طرح کی حوصلہ افزائی اور مفید منصوبہ بندی سے تمام اسکولوں میں بچوں کی تعداد کی شرح اور تعلیمی اخراجات میں اضافہ ہوتا رہا۔ درج ذیل گوشوارے یہ بات زیادہ صاف نظر آتی ہے۔

شرح داخلہ جات و اخراجات ابتدائی تعلیم

سال	تعلیمی منزل	داخلے کی شرح میں اضافہ	منصوبہ	تعلیمی اخراجات میں اضافہ
1951-56	1 سے 5 تک	31.12 ٪	1	مقررہ رقم = 169 کروڑ
1961	1 سے 5 تک	36.3 ٪		ابتدائی تعلیم = 93 کروڑ
"	6 سے 8 تک	65.1 ٪	3	مقررہ رقم = 500 کروڑ
۱۹۶۸	1 سے 5 تک	50.0 ٪		ابتدائی تعلیم = 180 کروڑ
1978	6 سے 8 تک	80.0 ٪	6	
1981	1 سے 5 تک	52.0 ٪		
1981	6 سے 8 تک	86.0 ٪		

مگر ہر طرح کی حوصلہ افزائی کے باوجود ابتدائی تعلیم کے تسلی بخش نتیجے اب تک نہیں نکل سکے ہیں۔ ہماری امید تھی کہ 192ء میں چھ سے چودہ سال کے بچوں کا 80 فیصد حصہ اسکولوں میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن ابھی یہ شرح ۵۰ فیصد سے اوپر نہیں بڑھی اور اس سے بھی زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ جو بچے مختلف پرائمری اداروں میں داخل بھی اُن کی اچھی خاصی تعداد ابتدائی تعلیم ختم کیے بغیر اسکول چھوڑ کر چلی گئی۔ ہر سال تارکِ مدرسہ طلبا کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ آج کل تو صورتِ حال اور نازک ہو گئی ہے۔ بعض ریاستوں مثلاً جموں اور کشمیر میں چھوٹی عمر کے بچوں کے لیے خالص پیشہ ورانہ ادارے شروع کیے گئے ہیں جہاں وہ صرف مختلف پیشوں سے متعلق بنیادی ہنرمندیاں حاصل کر رہے ہیں اور کم عمری میں ہی وہ روزی کمانے کی فکر سے آشنا کیے جا رہے ہیں۔

شروع میں جب ابتدائی تعلیم اور رہنمائی پر غور و خوض ہوا، تو ماہرین اس نتیجے پر پہنچے کہ ابتدائی مرحلے پر رہنمائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اس لیے سمجھا گیا کہ اس وقت رہنمائی کے بارے میں بھی زبردست غلط فہمیاں تھیں۔ رہنمائی پروگرام صرف پیشوں کی تعلیم یا اُن کی تیاری کے لیے ضروری مضامین کی تعلیم تک محدود تھا۔ رہنمائی کا صرف یہ مطلب سمجھا جاتا تھا کہ اس کی بدولت ایک شخص صحیح پیشے کا انتخاب کر سکتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی صورتِ حال میں ابتدائی اسکولوں کے کم عمر بچوں کے لیے کس طرح کی رہنمائی کی جا سکتی تھی! اس لیے ابتدائی اسکولوں کو اس خدمت سے بے بہرہ رکھا گیا۔

(۱) ابتدائی تعلیم میں رہنمائی کی ضرورت

حالات ایسے نہیں رہے خود رہنمائی کا مفہوم وسیع تر ہونے لگا۔ چنانچہ رہنمائی پروگرام شخصیت کی مجموعی نشوونما کا ذریعہ سمجھا جانے لگا اور اس معنی کے مدِ نظر تعلیم کے ابتدائی مراحل پر اس کی زبردست ضرورت محسوس کی جانے لگی 1966 میں جب تعلیمی کمیشن کی رپورٹ لوگوں کے سامنے آئی تو اس میں پُرزور الفاظ میں کہا گیا کہ :

> "رہنمائی خدمت صرف طلبا کو پیشہ سے متعلق فیصلہ میں، یا تعلیمی مضامین کے انتخاب میں ہی مدد نہیں کرتی بلکہ اس کے ذریعے سے اُن کی شخصیتوں کی ہمہ گیر نشوونما ہوتی ہے۔ اس لیے ہماری سفارش ہے کہ رہنمائی کو تعلیم

کالازمی عنصر سمجھا جانا چاہیے۔"

اسی رپورٹ میں رہنمائی خدمات کی ایک مختصر سی فہرست درج ہے جو ابتدائی تعلیم کے لیے تجویز کی گئی ہے ہم آگے چل کر اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔

ابتدائی تعلیم سے ہی رہنمائی پروگرام کی شروعات کی ضرورتوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ ایسا کرنے میں بعض فائدے ہیں جن میں چند اہم فائدے ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ اس دور میں عمر کے اعتبار سے بچے چھوٹے ہوتے ہیں اس لیے رہنمائی کارکن اُن کی مشکلات کا فوراً پتہ چلا سکتے ہیں اور پھر رہنمائی کا کام شروع کر سکتے ہیں۔

تعلیم کا ایک یہی دور ہے جبکہ بچوں کے والدین استادوں کے بہت قریب آکر اپنے بچوں کے مسائل پیش کر سکتے ہیں اور ایک دوستانہ ماحول میں اُن کی تعلیمی قابلیت کو فروغ دینے کے مشورے دیے جاسکتے ہیں۔ اساتذہ جو مسلسل طور پر بچوں پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ اُن کے والدین کے سامنے اُن کے بچوں کے بارے میں اپنے مشاہدات رکھ کر بامعنی منصوبے بنا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کے مراحل میں والدین کے اجتماعات بڑے کامیاب ثابت ہوتے ہیں اور سبھی والدین بڑی گرم جوشی کے ساتھ اپنے بچوں کے تعلیمی پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں۔ جب یہی بچے بڑے ہوجاتے ہیں یعنی ثانوی منزل پر آتے ہیں تو یہ صورت حال قایم نہیں رہتی کیونکہ اسکول کے ساتھ والدین کے تعلقات کم ہوجاتے ہیں۔

اس مرحلے پر چونکہ ایک استاد زیادہ وقت بچوں کے ساتھ گذارتا ہے اس لیے پڑھائی لکھائی کے کاموں کے علاوہ بچوں کی نشوونما کے بہت سارے راستے نکل سکتے ہیں۔

ابتدائی اُستادوں کے مروّجہ تربیتی پروگرام بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں بچوں کو توجہ کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے امید کی جاسکتی ہے کہ معمولی سی کوشش سے ابتدائی اسکولوں کے اساتذہ کو رہنمائی کے کام کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔

(ب) ابتدائی تعلیم میں رہنمائی کا مفہوم ابتدائی تعلیم کے مرحلے پر رہنمائی کا مطلب کچھ زیادہ واضح نہیں رہا ہے۔ بعض اس منزل کی رہنمائی کو صرف بچوں کی پڑھائی لکھائی میں مدد سے تعبیر کرتے ہیں۔ کئی لوگ اس سے مراد وہ خدمات سمجھتے ہیں جن سے بچوں کی مشکلات کا پتہ لگایا جاسکتا ہے بعض کے نزدیک رہنمائی کا مطلب بچوں کی پوری شخصیت کو سمجھنا ہے۔ کئی اس سے بھی آگے جاکر اس مرحلے کی رہنمائی کو والدین کی صلاح کاری یعنی بچے سے متعلق والدین کو معلومات بہم پہنچانا سمجھتے ہیں اور چند لوگ ایسے بھی ہیں جو ابتدائی منزل کی رہنمائی سے مراد یہ لیتے ہیں کہ اس کی بدولت کمزور، پسماندہ اور ذہین بچوں کو الگ الگ کیا جاسکتا ہے تاکہ ان کی انفرادی طور پر مدد کی جاسکتی ہو یعنی کمزوروں کے لیے خاص توجہ کے منصوبے مرتب کیے جائیں اور ذہین بچوں کے لیے ترقی کے مزید مواقع فراہم کیے جائیں۔

رہنمائی کی ان سبھی تعریفوں میں کسی نہ کسی طرح کی سچائی ہے۔ لیکن ان میں ایک بھی تعریف ایسی نہیں ہے جو مکمل طور پر ابتدائی تعلیم میں رہنمائی کا مفہوم ادا کرسکے۔ اس کے لیے ہماری تجویز ہے کہ ابتدائی مرحلے پر رہنمائی کا مفہوم ان کاموں کی روشنی میں متعین کیا جائے جو رہنمائی کے نام سے اسکولوں میں ہو رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے یہاں اس طرح کا بہت کم کام ہوتا ہے اس لیے ہم اپنی نظر میں مغربی ممالک کے ابتدائی اسکول رکھنے پر مجبور ہیں۔

(ج) رہنمائی اور بچے کی نشوونما بچوں کی پرورش اور نشوونما پر پچھلے آٹھ سال سے طرح طرح کی تحقیقات ہوئی ہیں اور یہ ثابت ہوا ہے کہ اوائل عمر میں بچوں کی نشوونما کی اہمیت واضح طور پر آپ کے سامنے آجائے۔

ہر بچہ نشوونما کے سلسلہ وار مدارج سے ایک خاص انفرادی انداز میں گزرتا ہے۔ یہ بات اُن لوگوں کے لیے نہایت ہی اہم ہے جو ابتدائی سالوں میں بچوں کی رہنمائی اور صلاح کاری کے کاموں پر فائز ہوں۔ یہ ماننا آسان ہے کہ ہر بچہ جسمانی لحاظ سے عمر کے کسی مخصوص حصے میں کس طرح کی صلاحیت کا حامل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک سال کا بچہ چل سکتا ہے، دو سال کا ٹھیک طرح سے بات کرسکتا ہے اور تین سال کا بچہ چند حروف یاد بھی

کر سکتا ہے اس طرح سے دیکھیں تو نشو و نما کا ایک معمول بن سکتا ہے جس کی بنا پر مختلف بچوں کو اپنی عمر کے لحاظ سے مقابلہ کر کے جانچ سکتے ہیں کہ آیا وہ حسبِ معمول ترقی کر رہا ہے یا معمول سے کسی طرح ہٹا ہوا ہے یعنی کم ہے یا زیادہ؟ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض والدین اُس وقت پریشان ہو جاتے ہیں جب کہ اُن کے بچے معمول سے ہٹ کر کسی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، مثلاً ایک بچہ جو ابھی گیارہ مہینے ہی کا ہے، چلنے لگتا ہے جبکہ اُسے اٹھارہ مہینے میں چلنا شروع کرنا چاہیے یا جبکہ بچے کو دو سال کے بعد ٹھیک بات کرنی تھی، وہ دس مہینے کی عمر ہی سے بولنے لگتا ہے اس طرح کے مظاہروں سے بعض والدین کو تشویش ہو جاتی ہے اس لیے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ نشو و نما کا ایک خاص معمول ہونے کے باوجود ہر بچہ کی نشو و نما بعض لحاظ سے الگ الگ اعتبار سے ہوتی ہے اس لیے اس کی انفرادیت کو سمجھا جانا چاہیے اور کسی طرح کے خوف یا تشویش میں پڑے بغیر بچے کے لیے تعلیمی اور دیگر پروگرام اس کی انفرادیت کو سمجھ کر وضع کرنا چاہیے۔ اب اگر یہ بات معلوم ہوئی کہ معمول سے کمی بیشی کسی انفرادی وجہ کی دلیل نہیں ہے تو اُس صورت میں بھی مدد و مشورے کی صورت میں بھی مدد و مشورے کی صورتیں واضح کی جا سکتی ہیں۔ امریکہ کے ابتدائی اسکولوں میں دیکھا گیا ہے کہ بہت سے بچے نہ صرف یہ کہ نشو و نما کے عام اصول سے انحراف کر رہے ہیں بلکہ ان کی شخصیتوں کے مختلف پہلوؤں میں بھی نمایاں فرق ہے۔ مثلاً ایک چوتھی جماعت کا بچہ اتنا ذہین ہے کہ چھٹی جماعت کے ریاضی کے سوالات حل کرتا ہے مگر جسمانی اعتبار سے دوسری جماعت کے بچے کا ہم پلہ معلوم ہوتا ہے۔ جب اس بچے کے والدین کو اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی تو معلوم ہوا کہ جسمانی پسماندگی کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے بلکہ بچے کے اپنے انفرادی معیار کے لحاظ سے جسمانی نشو و نما ہو رہی ہے اس لیے وہ پریشان نہیں ہوئے بلکہ اُسے ذہنی لحاظ سے اونچا دیکھ کر اسکول صلاح کار کی مدد سے اُس کے لیے زیادہ اعلیٰ تعلیمی پروگرام مرتب کرایا۔

اس طرح سے ابتدائی اسکولوں کے صلاح کاروں کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ بچوں کی انفرادی نشو و نما پر خاص کر توجہ دیں اور اپنے مسلسل مشاہدے کی بنا پر والدین کو بچوں کی نشو و نما کے بارے میں وقتاً فوقتاً صحیح مشورے دیتے رہیں۔ کبھی کبھی والدین بچے کی تعلیمی پیش رفت دیکھ کر بہت پریشان ہو جاتے ہیں اگر اُن کا بچہ

کسی طرح سے جماعتی معیار سے نیچے ہو تو بچے کی انفرادی نشو ونما کے جملہ پہلوؤں کو سامنے لایا جا سکتا ہے اور بچے کی پروان چڑھتی شخصیت کو مضر اثرات سے بچایا جا سکتا ہے ایک تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ بہت ساری بدصورت لڑکیاں تعلیم کے اعلیٰ مراحل تک اس لیے نہیں پہنچ سکتیں کہ انھیں اپنی بدصورتی کا شدید احساس تھا، اسی طرح دوسری جسمانی خامیوں کو بھی بچوں کی تعلیمی اور سماجی خامیاں تعلیمی اور سماجی نشو ونما پر برا اثر ڈالتی ہیں۔

ہر بچے کو جنم دن سے جسمانی ضرورتوں کے علاوہ کئی اور باتوں کی طرف دھیان دینا پڑتا ہے تاکہ اس کی شخصیت معمول کے مطابق پروان چڑھے۔ ان باتوں میں سماجی تقاضا درجۂ اول کی حیثیت رکھتے ہیں ہر بچہ بڑی حد تک بلا روک ٹوک اپنے دل پسند مشغلے کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے لیکن رفتہ رفتہ اس پر سماجی اقدار کی اتنی زبردست چھاپ پڑنے لگتی ہے کہ اسے ایسا لگتا ہے کہ گویا اس کی ساری آزادی سلب کی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر ابتدا میں ایک بچہ کبھی کبھی گالی گلوچ سے کام لیتا ہے اور کسی کو گالی دینے یا برے الفاظ سے یاد کرنے میں اسے تامل نہیں ہوتا لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کی یہ عادت چھوٹ جاتی ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے یا رہنا سہنا پڑتا ہے وہ اس طرح کی بدکلامی زیادہ دیر پسند نہیں کرتے اسے صرف وہی باتیں سیکھنی پڑتی ہیں جنھیں دوسرے لوگ پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے رہیں یا جن کے اظہار میں اسے مثبت تقویت حاصل ہوتی ہے، جس کی بدولت بچہ سماجی رول اختیار کرنے اور نبھانے میں کامیابی محسوس کرتا ہے۔ کبھی کبھی ابتدائی اسکولوں میں ایسے لڑکے لڑکیاں آتی ہیں جن کے سماجی رول زیادہ واضح نہیں ہوتے یا جو ابھی بعض غلط کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسکولوں میں ایسے بچوں کے ساتھ عام طور پر زیادتی کی جاتی ہے اور بہت سے امور میں سختی برتی جاتی ہے۔ اس کا فوری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے میں اسکول کے خلاف ایک باغیانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ کبھی کبھی اسکول سے بھاگ نکلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اکثر تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ اسکول سے بھگوڑے پن کی ایک سنگین وجہ اسکول کا سخت ماحول ہے جو اُن بچوں کے لیے سخت ترین ہو جاتا ہے جو کسی لحاظ سے سماجی امور میں اپنے ہمجولیوں

کے ساتھ تطابق نہیں کرتے۔ ایسے حالات میں ہم کیا امید رکھیں کہ ابتدائی تعلیم میں داخلے کی شرح بڑھے اور جو بچے داخل ہوں وہ تعلیم سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں؟ اگر کسی طرح سے تعلیم کے لیے رغبت بڑھائی بھی جائے (جیسے چوتھے پانچ سالہ منصوبے میں بچوں کے لیے مفت کتابوں، اور لکھائی پڑھائی کے دیگر سامان کی فراہمی اور دوپہر کے کھانے کی مفت تقسیم)، تاہم اسکول کا سخت ماحول پاکر بچوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اسکول چھوڑ کر بھاگ جائے گی۔ یہی وہ اہم مسئلہ ہے جس میں ایک اسکول صلاح کار بہت مفید رول ادا کرسکتا ہے۔ وہ ابتدائی اسکول میں تمام اساتذہ کو اعتماد میں لاکر بچوں کے مسائل اور ان ابتدائی خامیوں سے واقفیت دلا سکتا ہے۔ اور بچوں کے لیے اسکول میں ایک خوشگوار اور سازگار ماحول تیار کرسکتا ہے۔

گھر پر یا اسکول میں بعض ناکامیوں کی وجہ سے کئی بچے ایسا ردِ عمل اختیار کرتے ہیں جسے ایک خاص طرح کی دماغی صورت سمجھنا چاہیے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ گھر میں ایک پانچ سال کا بچہ اپنی ماں کو بہت تنگ کرتا تھا، بار بار لاتیں مارتا، بال کھینچتا، کپڑے پھاڑتا، گندگی پھیلاتا، غرض وہ سب کام کرتا جس سے اس کی ماں پریشان ہوجاتی تھی۔ اس بچے کا جب کسی ماہر نفسیات نے مطالعہ کیا تو معلوم کہ یہ سب حرکات بہت کم عرصے سے دیکھنے میں آئی ہیں۔ حقیقت یہ کہ گھر میں ایک اور بچہ پیدا ہوا ہے اور یہ بچہ نوزائیدہ کے سامنے اپنے والدین کی توجہ حاصل کرنے میں ناکامی محسوس کرتا ہے اور ردِ عمل کے طور پر ایسی حرکات کرتا ہے جن سے اپنے والدین کی پہلی سی توجہ پھر سے حاصل کرسکے۔ اس طرح کے مسائل کبھی کبھی بلکہ اکثر اوقات پہچانے نہیں جاتے ہیں اور نتیجتاً نظر انداز ہوجاتے ہیں۔ لیکن ایسا دیکھا گیا ہے کہ جن بچوں کے تجربات میں اوائل عمر سے ہی ناکامیوں کا ڈر حاوی رہتا ہے وہ اکثر دفاعی اعمال میں پناہ لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے اعمال سے وہ خود بھی بیزار ہوتے ہیں کیونکہ اُن سے یہ اعمال صرف مجبوری کی وجہ سے سرزد ہو رہے ہیں۔

اس بات کو سمجھنے کے لیے چند تفصیلات کو پیش کرنا مناسب ہوگا۔ آپ نے ایسے بچوں کو دیکھا ہوگا۔ جو بات بات پر جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ بچے کی نظر سے دیکھیں، تو جھوٹ بولنے سے اُس کی کوئی نفسیاتی ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بعض اوقات اُس کی پریشانیاں جھوٹ بولنے سے ختم ہوجاتی ہیں۔ لیکن اکثر اوقات یہ سب ایک عارضی تسکین کا سامان

مہیا کرتا ہے اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آپ سے غیر مطمئن ہو جاتا ہے۔ اب ہم اگر معلوم کریں کہ یہ جھوٹ بولنے کی عادت اُسے کیسے پڑی تو شاید طرح طرح کے عناصر کارفرما نظر آئیں گے۔ مثال کے طور پر اُسے گھر میں شاید سچ بات بتا دینے پر ڈانٹ پڑی ہے، جبکہ جھوٹ بولنے اور بات بنانے پر تعریف کی گئی ہے اس چیز کو ہم ایک اور مثال سے سمجھانے کی کوشش کرینگے ایک بچہ اپنی ماں کے پاس بیٹھا تھا کہ کوئی رشتہ دار آیا اور ماں نے اس رشتے دار کو کئی ایسی باتیں بتائیں جو اُسے نہیں بتانی چاہیے تھیں۔ شام کو جب اُس بچے کا باپ گھر آیا تو دن میں آئے ہوئے لوگوں کے بارے میں پوچھ تاچھ کی۔ رشتہ دار کے بارے میں کہا گیا کہ وہ آیا تھا اور اُس نے ایسی ایسی باتیں بتائیں۔ بچے نے ماں کی بات کو بیچ میں کاٹ کر کہا کہ ایسا نہیں بلکہ ماں نے ہی یہ باتیں بتائی تھیں واقعی بچے کا بیان سچ تھا لیکن اس طرح کا بیان ماں کے خلاف جاتا ہے اس لیے بچے کو ڈانٹ پلائی جاتی ہے اور اُسے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ آئندہ یہ بچہ ایسے بیانات دینے لگتا ہے جو اس کو فوری ڈانٹ سے بچا لیتے ہیں مگر پھر اس میں ایسی عادت پڑ جاتی ہے جو بہت مدت تک قایم رہتی ہے اور چونکہ یہ بُری عادت اس کو سرزنش کے خوف سے بچا لیتی ہے اور دوسروں کے سامنے اُس کی ناک نہیں کاٹتی اس لیے وہ اس کی شخصیت کا ایک حصّہ بن جاتی ہے۔

ایسی ہی عادات کے ساتھ بچہ اسکول میں آتا ہے اور اگر یہاں پر اُس کے سمجھنے اور اصلاح کی کوئی کوشش نہ کی جائے تو خراب عادتیں اور پختہ ہو جائیں گی۔ موجودہ اسکولوں کی طرف ذرا دھیان دیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ اسکول میں طرح طرح کے خوف پیدا کرتے ہیں اور بچوں کی خود اعتمادی کو مجروح کرتے ہیں۔ اُن سے مکمل اور نمونے کے کام کروانا چاہیے ہیں جس سے مجبوراً اُنھیں زیادہ واقف کار لوگوں سے ناجائز مدد لینا پڑتی ہے۔ اور دوسروں کے کام کو اپنا کام بتا کر پیش کرنا پڑتا ہے درا صل اس قسم کی چیزیں بچوں کی نشوونما کے بالکل منافی ہیں لہذا ابتدائی اسکولوں میں بچوں کے سمجھنے کی کوششیں کی جانی چاہیے۔ اس کے لیے اساتذہ کو اس بات کی طرف راغب کرنا ہوگا کہ وہ بچوں کی زندگی کے اصلی تقاضوں کو سمجھ لیں اور ان کی صلاحیتوں کو جانچ لیں اور پھر اُن میں صحیح عادات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ بچوں کی نشوونما کی ضروریات بیان کی جائیں۔ ہم اِن ضروریات کو نشوونما کی منازل کے اعتبار سے پیش کریں گے۔

چار سے چھ سال تک

چار سے چھ سال تک کے بچّے کی سب پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ اس کی جسمانی نشوونما کا عمل ٹھیک طرح ہوتا رہے وہ صحیح طور اپنے اعضا، ہاتھ، پیر آنکھ وغیرہ کو استعمال کر سکے۔ صلاح کار کی نگاہ سے یہ بات چھپ نہیں سکتی کہ کون سا بچّہ جسمانی اعتبار سے معذور ہے یا کسی طرح دقّت محسوس کر رہا ہے اگر ایسی بات ہے تو اس بچے کی طرف فوراً توجہ دینی ہوگی۔ ایسے بچّوں کے والدین سے مشورہ کر کے ان کی جسمانی خامی کا کسی حد تک تدارک کیا جا سکتا ہے صلاح کار یہ معلوم کر سکتا ہے کہ کوئی بچّہ کہیں بہرا تو نہیں ہے یا اس کی بینائی تو کمزور نہیں ہے جماعت میں ایسے بچوں کو تو سب سے آگے بٹھایا جائے گا تاکہ ان کی تعلیمی پیش رفت باقی کلاس کے ساتھ ساتھ ہوتی رہے کہیں جسمانی کمزوری اُن کی تعلیمی قابلیت کو مجروح نہ کرے۔

ابتدائی اسکول میں بچّے کی سب سے اہم ضرورت تو یہ ہے کہ وہ اُس زبان کے حروف سے شناسائی حاصل کرے، جس میں اس کی عمر بھر تعلیم ہوگی، حروف کی جان پہچان کے لیے نہایت ہی مؤثر ذرائع جیسے سمعی بصری امدادی سامان کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حروف شناسی کے ساتھ ساتھ لکھنے کی بنیادی ہنرمندیاں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ اس طرح سے بچّے اپنے ابتدائی تعلیمی کام کو شروع کریں گے۔ اس کام میں اکثر سختی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ مروّجہ اسکولوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ یعنی حروف کی شناسی اور لکھائی میں بے جا دباؤ اور جبر سے کام لیا جا رہا ہے۔ کبھی کبھی بچّوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں کہ وہ فوراً سیکھ لیں۔ ان سختیوں کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ بچّے کے دل میں اسکول کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔ اور وہ اسکول سے بھاگنے لگے۔ ابتدائی اسکولوں کا استاد اگر رہنمائی اور صلاح کاری کے اصولوں سے واقف ہو، تو یہی تعلیمی تجربہ بچّوں کے لیے دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے اور بچے اپنی ابتدائی معلومات اور مہارت میں بلا کسی ڈر سے اضافہ کر سکتے ہیں۔ مصنّف کو اس وقت ایک اسکول کا خیال آتا ہے، جہاں ابتدائی جماعتوں میں مانٹیسوری کے اصولوں پر مبنی ایسے مشاغل کا اہتمام کیا جاتا ہے جن سے خود بخود کسی دباؤ یا جبر کے بغیر حروف شناسی کرائی جاتی ہے۔ وہاں بچّوں کو باضابطہ "ا، ب، پ" وغیرہ کی مشق نہیں کراتے، بلکہ بچّوں کی روزمرّہ زندگی میں کام آنے والی چیزوں کو ان کے سامنے رکھتے ہیں اور پھر اُن کے ناموں سے حروف اور اُن کی آوازوں سے آشنا کرتے ہیں۔ اسکول صلاح کار

کا فرض ہے کہ اس طریقے میں بھی حسب ضرورت ترمیم و ترتیب کے مشورے دیتا رہے۔ چار سے چھ سال تک کی عمر کے دوران بچوں میں اجتماعی اور سماجی رجحانات بھی ابتدائی شکل میں نمودار ہونے لگتے ہیں۔ سب سے پہلے تو اس کی جماعتی زندگی کا آغاز بچے کے گھر سے ہوتا ہے لیکن وہاں اس کا رول اتنا واضح نہیں ہوتا جیسا کہ اسکول میں جہاں آکر اس کو ایسے بچوں کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہے جن کے ساتھ اس کی پہلے سے کوئی جان پہچان نہیں تھی۔ یہاں پر وہ گھر کی طرح اپنی دلچسپیوں کو پورا نہیں کر سکتا ہے جہاں معمولاً سبھی لوگ اس کی خوشی اور تسکین کے لیے کوشاں رہتے ہیں اس لیے اسکول میں اُسے ایک خاص طریقۂ کار کو اپنانا پڑتا ہے تاکہ اس کی اپنی اور اس کے ساتھیوں کی دلچسپیاں بیک وقت پوری ہو سکیں۔ اس میں باہمی لین دین اور ایک دوسرے کی مدد درکار ہوتی ہے۔ اس طرح کی سماجی نشوونما کے لیے ابتدائی اسکولوں میں مناسب پروگرام بنائے جا سکتے ہیں۔

سات سے بارہ سال تک کھیل کود اور جسمانی ورزش کے مختلف مشاغل، دوسروں کے ساتھ برادرانہ سلوک، معقول جنسی رویّہ، لکھائی پڑھائی کی بنیادی مہارتوں میں دسترس، روزمرّہ استعمال کے تصورات کا علم، اخلاقی اقدار کی پیروی سماجی اداروں اور جماعتوں کی طرف موزوں رویّہ کا فروغ۔

عمر کا یہ حصّہ یعنی سات سال سے بارہ سال تک بھی ابتدائی اسکول ہی میں گذرتا ہے، اس لیے اس دور کی ضروریات کا احساس بھی ابتدائی اسکول کے صلاح کار کے لیے ضروری ہے۔ اس دور میں بچوں کی جسمانی نشوونما تیز رو ہوتی ہے، اس لیے مختلف سماجی کھیلوں کو تعلیمی پروگرام میں داخل کیا جانا چاہیے۔ اسی طرح اس مرحلے پر بچوں کے باہمی تعلقات کی کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جسمانی اور ذہنی پختگی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ بچے پر گھر کی گرفت ڈھیلی ہوتی جاتی ہے اور بچہ زیادہ تر اپنے یار دوستوں کے ساتھ جماعتی زندگی گزارنے لگتا ہے۔ اس صورت حال کو ٹھیک طرح سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ غلط فہمی اور غلط رویہ سے یہ صورت بگڑ سکتی ہے۔ اس دور میں چونکہ بچوں کو اپنی جنس سے متعلق زیادہ واقفیت حاصل ہو جاتی ہے، اس لیے انھیں ایک لڑکا یا لڑکی کی معیشیت سے اپنا واضح رول ادا کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس معاملے میں مدرسہ بچوں کو اپنا سماجی رول اختیار کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔ مدرسہ بعض ایسے تعلیمی اور غیر تعلیمی مشاغل فراہم

کر سکتا ہے جس میں بچے اپنے بڑھتے ہوئے سماجی رول کو ادا کر سکیں۔

یہی وہ دور ہے جس میں اخلاقی اقدار کی نشو و نما نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ بچے اپنے ضمیر کے خلاف کوئی بات کرنے پر رضامند نہیں ہوتے اور مختلف قسم کی اخلاقی اقدار کو اپنی زندگی میں عزیز سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ بچوں کی اس ضرورت کے پیش نظر انھیں صالح خطوط پر ابھرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ اگر بچوں کی نشو و نما کی مندرجہ بالا ضرورتوں کو نظر انداز کیا گیا تو نہایت ہی برے نتیجے نکل سکتے ہیں۔ بچے ہماری توقعات کے بالکل برعکس ثابت ہو سکتے ہیں جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے۔ تعلیم کا مقصد بچوں کو شرافت، سمجھداری، احترام، جرأت مندی، دیانت داری وغیرہ جیسی اخلاقی اقدار کا پیرو بنانا ہے تاکہ جو بچے تعلیمی اداروں سے نکلیں، وہ شریف، دیانتدار اور سماجی اقدار کا احترام کرنے والے ہوں تعلیمی کمیشن کی رائے میں تعلیم کا مقصد ایسے لوگوں کی تیاری ہے جو ملک کے وسیع مفادات میں تعمیر و ترقی کے کاموں میں مددد یں اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر جو کچھ تعلیمی اداروں میں ہو رہا ہے وہ اس مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ آئے دن قومی ملکیت کو تباہ کرنا، روز بروز ہڑتالیں منظم کرنا، بزرگوں اور بڑوں کی بے حرمتی کرنا، تعلیمی اداروں کو غیر معین مدتوں کے لیے بند کروانا وغیرہ ایسے مظاہر ہیں جن سے موجودہ تعلیمی نظام پر حرف آتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام بچوں کی نشو و نما کی ضروریات کو ٹھیک طرح سے سمجھ نہیں سکا ہے اور خاص کر ابتدائی مراحل پر اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا جا رہا ہے۔

ھ) ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی خدمات کی ذمہ داریاں

ابتدائی اسکولوں میں مخصوص صلاح کاروں کا ہونا چنداں ضروری نہیں۔ ان اسکولوں میں اساتذہ ہی رہنمائی کا کام بحوبی انجام دے سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ کو رہنمائی کی مبادیات سے واقف کرایا جائے۔ تعلیمی کمیشن کی رائے میں پرائمری اسکول کے اساتذہ سے صلاح کاری کی خدمات لی جا سکتی ہیں، البتہ ان کی تربیت کے لیے اس قسم کے پروگرام تشکیل دیے جانے چاہییں۔

پروگرام پرائمری اسکولوں کے اساتذہ کے لیے ایسے تربیتی پروگرام منظم کرنے چاہئیں جن میں انھیں جانچ پرکھ کی تعلیمی آزمائشوں سے آگاہ کیا جائے، یعنی وہ بچوں کی انفرادی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو جانچ سکیں اور جانچ کے نتائج کو اُن کی تعلیمی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے استعمال کرسکیں۔

- ہر ایک ٹریننگ اسکول یا کالج میں ایک ایسا لیکچرر ہونا چاہیے جو صلاح کاری اور رہنمائی کے کام میں ماہر ہو۔ وہ زیرِ تربیت استادوں کو رہنمائی کے بنیادی اصولوں اور طریقوں سے روشناس کرائے گا۔
- ہر ٹریننگ اسکول سے ملحق اسکولوں میں رہنمائی کا پروگرام جاری کیا جانا چاہیے تاکہ زیرِ تربیت اساتذہ کو رہنمائی اور صلاح کاری سے متعلق مسائل کا احساس کرایا جاسکے۔
- جہاں ممکن ہو پرائمری اسکولوں کے استادوں کے لیے رہنمائی کے موضوع پر مختصر کورس منظم کیے جائیں۔
- مادری زبان میں پیشوں سے متعلق اور رہنمائی کے موضوع پر لٹریچر تیار کیا جانا چاہیے۔

یہ تجاویز ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی خدمات کی ضرورت کے پیشِ نظر پیش کی گئی ہیں کیونکہ جلدی میں صلاح کاروں کی اتنی بڑی تعداد مہیا کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔

اب ہم اس موضوع سے بحث کریں گے کہ ایک ابتدائی اسکول میں رہنمائی خدمات کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوسکتی ہیں۔

نصاب اور جماعتی ترتیب سب سے پہلے ابتدائی اسکول کے اُستاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کے لیے ایسے نصاب کا اہتمام کرے کہ بچے اس سے بجا طور پر عہدہ برآ ہوسکیں اور انھیں ناکامی کے خوف کا تجربہ نہ ہو اور ساتھ ہی وہ ایسی جماعت بندی کا انتظام کرے کہ بچے ابتدائی تعلیمی مہارتیں حاصل کرنے میں دشواری محسوس نہ کریں۔ تعلیمی آزمائشوں کی مدد سے یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ جماعت میں کتنے بچے ایسے ہیں جو ذہنی طور پر بہت اعلیٰ یا ادنیٰ ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جو جسمانی طور پر معذور ہیں یا سماجی معاملات میں نہایت پیچھے ہیں۔ ایسے بچوں کی نشاندہی کے بعد اُن کے لیے ایسے تعلیمی اور تدریسی پروگرام تیار کرنا چاہیے کہ بچوں کو بیٹھنے اور کام کرنے کے لیے صاف ستھری جگہیں ملیں۔ پورے اسکول کا ماحول دلکش ہو، سازوسامان

خوش سلیقگی کے ساتھ آراستہ ہو۔ استاد کا اپنا لباس صاف ستھرا اور دیدہ زیب ہو نیز اس کی عادات پسندیدہ ہوں۔

استاد کو ایسے لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھانے چاہئیں جن کا بچوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ تعلق ہو جیسے ڈاکٹر وغیرہ۔ ایسا کرنے سے فوری طور پر یہ فائدہ ہوگا کہ بچوں کو اُن کی عمر کے تقاضوں کے مطابق صحیح اور مناسب مشورہ ملتا رہے گا۔

اسکول اور بستی کے تعلقات سب سے اہم کڑی ہے بچے کے والدین، استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کے والدین کے ساتھ با معنی تعلقات پیدا کرے تاکہ بچوں کی بہتری کے پروگراموں میں ان کا تعاون حاصل کیا جا سکے۔ والدین کو بچے کی ترقی سے متعلق محض ایک ترقی کارڈ بھیجنا کافی نہیں ہے بلکہ والدین کے ساتھ بیٹھ کر ترقی رپورٹ کی روشنی میں بچے کی آئندہ ترقی کے لیے پروگرام بنانا چاہیے اور پھر والدین کی مدد سے جائزہ لینا چاہیے کہ مجوزہ پروگرام سے کیا کچھ حاصل ہوا۔

استاد کو بعض ایسے سماجی اداروں سے بھی رابطہ قایم کرنا چاہیے جو کسی نہ کسی طرح بچوں کی بہبودی کے کام پر لگے ہوں۔ ان میں خاندانی بہبودی کے ادارے، این، سی سی تنظیمیں، بچوں کی فلاح بہبودی کے ادارے وغیرہ شامل ہیں۔ اگر یہ سب ادارے اسکول کے کام میں دل چسپی لینے پر آمادہ کیے جائیں تو اسکول بچے کے لیے ایک ایسی جگہ ہو جائے گی جس میں اس کی مکمل شخصیت کی تعمیر ہو سکتی ہے۔

بچے کی شخصیت کا تجزیہ

ابتدائی اسکولوں کی رہنمائی خدمات کی اگر کوئی ایک خصوصیت نمائندہ ہو سکتی ہے تو وہ ہے بچے کی شخصیت کا مطالعہ۔ اس طرح کے کام پر کافی وقت لگ سکتا ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ ابتدائی اسکولوں کے رہنمائی پروگرام کا اہم مقصد یہ ہے کہ وہ ہر بچے سے متعلق جانکاری اور صحیح واقفیت حاصل کرے۔ اس کام کو سرانجام دینے کے لیے جتنا بھی وقت لگے لگانا چاہیے۔ ہر بچے کے ساتھ ذاتی طور پر کام کرنے کی خاطر لازمی ہے کہ اس کی پروان چڑھتی ہوئی شخصیت کے مختلف پہلو سامنے آئیں۔ اس کے لیے بہت سارے طریقوں کو کام میں لانا ہوگا۔ مثلاً پہلی جماعت میں ہر ایک بچے کی ذہانت کا مطالعہ کیا جائے۔ مختلف ذہنی آزمائشیں استعمال کی جائیں اور پھر یہی آزمائش تیسری اور

چھٹی جماعتوں میں دہرائی جائیں۔ ایسا کرنے سے ہمیں بچّوں کی ذہانت کا علم ہوتا رہے گا۔ اسی طرح بچوں کی جسمانی صحت جانچنے کے طور طریقوں کے استعمال سے اُن کی جسمانی صلاحیتوں یا کمزوریوں کا پتہ لگانا چاہیے۔ اسی طرح اُن کے خاندانوں کی سماجی اور تعلیمی حیثیت، اُن کی دلچسپیاں، ان کے رجحانات اُن کے دوسروں کے ساتھ تعلقات کی نہج اور اس طرح کی کئی اور اہم معلومات حاصل ہو جانی چاہئیں۔ یہ سب جانکاری بچوں کی انفرادی رہنمائی اور صلاح کاری میں مددگار ثابت ہو گی۔

اگرچہ ایسی واقفیت ہر منزل پر ضروری سمجھی جا سکتی ہے۔ لیکن ابتدائی مرحلے پر یہ چیز دُہری توجہ کی مستحق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگلے مراحل پر بچے سے متعلق جانکاری کا صرف ایک جزوی مقصد ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی خاص پیشے کے اختیار کرنے کی خاطر اس کی موزونیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے یا کسی تعلیمی وظیفے یا مالی امداد کو حاصل کرنے کی خاطر اس کی تعلیمی قابلیت کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ابتدائی اسکولوں میں اس طرح کی جزوی یا ادھوری واقفیت بہت محدود معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ یہاں شخصیت کی مجموعی تعمیر زیرِ نظر رہتی ہے اس لیے شخصیت کے تجرباتی مطالعے نہایت ہی وسیع معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

ہم اس باب میں بچّوں کی شخصیت سے متعلق جملہ واقفیت کی تفصیل بیان کریں گے تاکہ اسکول صلاح کار کو ٹھیک طرح سے ذہن نشین ہو جائے تو اُسے کس طرح کی واقفیت ریکارڈ کرنی چاہیے۔ کیونکہ واقفیت صرف حاصل ہی نہیں کی جاتی بلکہ باضابطہ ریکارڈ کی جاتی ہے تاکہ وقتِ ضرورت کام آسکے۔ ہم نے اس کام کے لیے "مجموعی ترقی ریکارڈ" کا انتخاب کیا ہے۔

(ی) **مجموعی ترقی ریکارڈ** یہ ایک ایسا مکمل تحریری ریکارڈ ہے جس میں ایک ابتدائی اسکول کے بچّے کی ترقی و نشوونما کی تمام اہم تفصیلات درج ہوتی ہیں۔ بچے کی صلاحیتیں، ضرورتیں، کارنامے، دلچسپیاں، گھریلو اور سماجی ماحول کے اثرات اور طرح طرح کی دیگر باتیں جو اس کی بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ نمایاں ہوتی ہیں اس ریکارڈ میں شامل کی جاتی ہیں۔ ہم اس کا بغور مطالعہ کریں تو رنگا رنگ انفرادیت کی کہانی اُبھرتی نظر آتی ہے۔ امریکہ کے بیشتر

اسکولوں میں مجموعی ترقی ریکارڈ لازمی قرار دیے گئے ہیں اور ہر بچے کے لیے مسلسل طور تیار کیے جاتے ہیں۔ اُن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ خاکے ایک اسکول جانے والے بچے کی زندگی کے ابتدائی مراحل کے مشاہدات پر مبنی ہوتے ہیں دیکھنے میں یوں تو علیحدہ علیحدہ مشاہدات اور بے جوڑ کیفیت کے حامل معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل یہ بچے کی مجموعی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں ان میں ایک خاص طرح کی یگانگت، تسلسل اور زندگی نظر آتی ہے۔ مجموعی ترقی ریکارڈ کی تفصیلات گویا ساکت تصویروں کے مانند ہیں جو ایک بچے کی زندگی کے مختلف موڑوں کی الگ الگ عکاسی کرتی ہیں۔ لیکن انھیں اگر ایک ساتھ دیکھا جائے تو بچے کی مجموعی شخصیت کا چہرہ پیش کرتی ہیں۔

چند ضروری باتیں

مجموعی ترقی ریکارڈ کو شخصیت کی نشوونما کی مرحلہ وار آئینہ داری کرنی چاہیے۔

- اس میں وہ سب معلومات تحریر کی گئی ہوں جو ایک بچے کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں۔
- اس میں اس قدر گنجائش ہو کہ ایک بچے سے متعلق نرسری اسکول سے لے کر ہائر سکنڈری مراحل تک تمام ضروری معلومات ایک تسلسل کے ساتھ درج کی جاسکیں۔
- اس میں سوانح عمری، اتفاقی مشاہدات اور دیگر واقعات اندراجات محفوظ کرنے کے لیے جگہ ہو۔
- اس میں ضروری مواد ایک اہتمام کے ساتھ مختلف مراحل پر تحریر ہو جانا چاہیے تاکہ وقت ضرورت بہ آسانی استعمال کیا جاسکے۔

ریکارڈ کا متن

ہر بچے کی شخصیت کے بارے میں جانکاری مختلف قسم کی ہوسکتی ہے، اس لیے اس کی انفرادی ضرورتوں اور ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہی طرح کا تحریری خاکہ وضع کرنا مشکل ہے اور بعض لحاظ سے شاید غیر مفید بھی ہے۔ لیکن ہر بچے سے متعلق چند بنیادی باتیں یکساں ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے ایک ایسا خاکہ تجویز کیا جاسکتا ہے جو مفید طور پر ہر بچے کی انفرادیت کو ظاہر کرلے۔ بہرحال یہ ضروری ہے کہ اس خاکے کو انفرادی ضرورتوں کے مدنظر ترکیا جائے۔ یہاں ہم اُن مشترکہ اور ضروری باتوں کا ذکر کرینگے جن کے بارے میں واقفیت ہونا لازمی ہے۔ اور جن کا اندراج مجموعی ترقی ریکارڈ میں ہونا

چاہیے۔

شناختی معلومات سب سے پہلے اس ریکارڈ میں بچے سے متعلق بنیادی معلومات، جیسے اُس کا نام، عمر، تاریخ پیدائش، جائے پیدائش، قومیت وغیرہ درج ہونی چاہیے۔ ساتھ ہی اس کے ماحول اور گھریلو حالات کی نشان دہی بھی ہو جیسے والدین کا نام، اُن کی تعلیمی اور سماجی حیثیت، ان کا پیشہ، ان کی عمر، جائے پیدائش، مذہب وغیرہ۔ اور اسی طرح اُس کے بھائی بہنوں سے متعلق تفصیلات اور اُن تمام باتوں کا اندراج جن کا کہ بچے کی نشو ونما پر اثر پڑ سکتا ہے، جیسے بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں کی تعلیمی اور پیشہ ورانہ حیثیت وغیرہ۔

صحت کی جانکاری جسمانی اور ذہنی صحت سے متعلق معلومات مختلف ذرائع سے حاصل ہو سکتی ہیں جیسے والدین، ہمجولی، اساتذہ اور ڈاکٹر وغیرہ معلومات حاصل کرنے کے طریقوں میں مشاہدات، ملاقات اور صحت جانچنے کے طریقے آتے ہیں۔ مختلف ذرائع سے جو معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں۔ وہ ایسے امور کے بارے میں ہوتی ہے جیسے کہ بچے کو مہلک بیماریوں سے بچنے کی خاطر کب کب انجکشن دیے گئے ہیں۔ بچہ اکثر کونسی بیماریوں میں مبتلا رہتا ہے۔ بچے کا وزن معمول کے مطابق ہے کہ نہیں۔ کسی خاص قسم کی غذا یا حیاتین کی ضرورت تو نہیں رہتی۔ بینائی کیسی ہے۔ بچہ ٹھیک طرح سے گہری نیند سوتا ہے کہ نیند میں گڑبڑ رہتی ہے، جسمانی صحت اور نفسیاتی صحت کا ریکارڈ بھی لازمی ہے۔ یعنی بچے کی جذباتی صحت کی کیا کیفیت ہے، اسکول، والدین دوست واحباب اور اپنی ذات کی طرف اس کا کیا رویّہ ہے۔ اُس کے جذباتی رابطہ کے کون سے مراکز ہیں۔ اسکول کے مضامین، کھیل کود اور دیگر اسکول کے مضامین، اور تفریحی مشاغل میں اس کی دل چسپی کا کیا حال ہے۔ سب سے ضروری بات جو ذہنی اور نفسیاتی صحت کے بارے میں کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک بچے کا اپنے اسکول کی طرف مثبت رویّہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ چیز نہیں ہے تو اسکول میں بچے کی نفسیاتی صحت ٹھیک ڈھنگ پر نہیں رہ سکتی۔

تعلیمی قابلیت اور مخصوص قابلیتوں کی جانکاری اسکول میں درس و تدریس کے علاوہ

امتحان اور آزمائشوں کے دور بھی آتے ہیں، جن سے ایک بچے کی تعلیمی ترقی کی حالت عیاں ہو جاتی ہے۔ ایک منتظم اور با معنی زندگی گذارنے کی خاطر اس ترقی کا ریکارڈ کرنا نہایت لازمی ہے۔ اور مجموعی ترقی ریکارڈ میں اس واقفیت کو خصوصی جگہ دینی چاہیے۔ اس کے علاوہ بچے کی مختلف قابلیتوں کی جانچ پرکھ کے نتائج بھی اسی خاکے میں مخصوص کر دینے چاہئیں مخصوص قابلیتوں مثلاً میکانکی صلاحیت، اعداد و شمار کی سمجھ بوجھ، مجموعی فہم و بصیرت وغیرہ کو پرکھنے کے لیے طرح طرح کی معتبر نفسیاتی آزمائشیں استعمال ہوتی ہیں اور پھر ان کے نتائج با معنی شکل میں اس خاکے میں درج کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کی معلومات اس وقت کام آتی ہیں جب کبھی کسی بچے کے لیے کوئی تعلیمی کورس یا کوئی پیشہ منتخب کرنے کا مسئلہ درپیش ہو۔ اس جانکاری سے معلوم ہوگا کہ اس بچے کی مخصوص قابلیت کس نوعیت کی ہے۔ اور وہ کس تعلیمی کورس یا پیشے کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ واقفیت ایک دفعہ تحریر کر کے حتمی نہیں ہو جاتی بلکہ بڑھتی ہوئی عمر اور بڑھتے ہوئے تجربات و مشاہدات کے ساتھ ساتھ اس امر میں بھی تغیر لازمی ہے، یہی وجہ ہے کہ مجموعی ترقی ریکارڈ کو پروان چڑھتی ہوئی شخصیت کا ایک تغیر پذیر منظر بھی سمجھنا چاہیے۔

اسکول میں بچے کی تعلیمی پیش رفت کلاس میں بچے کی تعلیمی حیثیت جاننے کی خاطر ضروری ہے کہ اس کے بارے میں معلوم کیا جائے کہ وہ تعلیمی پیش رفت کے کس درجے میں ہے۔ جیسے کئی بچے بالکل اوسط درجے کے ہوتے ہیں، چند بچے اوسط سے کم یا پھر اس سے زیادہ ہوتے ہیں سست رفتار اور تعلیمی لحاظ سے پسماندہ بچے اور نہایت ہی قابل بچے ضرورت سے زیادہ توجہ کا مستحق ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے بچوں کی نشاندہی کرنا لازمی ہے اس طرح کی معلومات کو محفوظ کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اس لیے مجموعی ترقی ریکارڈ کا ایک حصہ اس بات کے لیے مخصوص ہونا چاہیے جہاں مناسب اوقات پر بچے کی تعلیمی پیش رفت درج کی جائے اور اس طریقہ تعلیم کی وضاحت بھی کی جائے جس کی بدولت اس طرح کے مخصوص طلبا کی تعلیمی ترقی کی رکاوٹیں دور کی گئی ہوں۔

شخصیت کی نشوونما کے بارے میں معلومات اسکول میں ایک بچے کی تعلیمی پیش رفت کے ساتھ ساتھ

اس کی شخصیت کی نشوونما بھی ہوتی رہتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اُس کی شخصیت اور تعلیمی ترقی کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ تحریک تحصیل دراصل ایک "شخصی عنصر" ہے جو کسی بچے کے بارے میں اُس کی تعلیمی پیش رفت کی پیشین گوئی کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی شخصیت کی خصوصیات اس خاکے میں درج ہونی چاہئیں، یہ کام ذرا مشکل ہے کیونکہ اس طرح کی جانکاری حاصل کرنے کی خاطر نہایت معتبر طریقوں کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر حاصل شدہ واقفیت کو صحیح معنی میں سمجھنا بھی ایک بڑا کام ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جہاں کہ اسکول صلاح کار کو ایک تربیت یافتہ ماہر نفسیات کی مدد درکار ہوتی ہے۔ تاکہ کسی بچے کی شخصیت کو سمجھنے میں کسی طرح کی غلطی سرزد نہ ہو۔ اس طرح احتیاط سے حاصل کی گئی معلومات کو مجموعی ترقی ریکارڈ میں اپنی پوری معنویت کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

سماجی نشوونما کی جانکاری مجموعی ترقی ریکارڈ کا ایک مخصوص حصہ بچے کی سماجی نشوونما کی پیش رفت سے متعلق ہے۔ بچہ خلا میں نہیں پنپتا۔ ابتدا ہی سے اس کو دوسروں کے ساتھ رہنا اُٹھنا بیٹھنا اور دوسروں کے تئیں محبت و خلوص کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ ایک بچے کی سماجی زندگی اُس کی شخصیت کی نشوونما اور تعلیمی ترقی میں زبردست رول ادا کرتی ہے۔ جو بچہ کلاس میں متفکر اور بے چین رہتا ہے اور اس وجہ سے اُس کی توجہ ہمیشہ ڈانواڈول رہتی ہے۔ اور وہ جم کر کام نہیں کرسکتا ہے۔ ہم پہلے ہی سماجی مراتب کی پرکھ اور شناخت کے طریقوں کی بات کر چکے ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک بچے کا اپنے ہمجولیوں میں کیا مقام ہے یا کلاس میں اس کی صحیح سماجی حیثیت کیا ہے۔ اُستاد اپنے مشاہدات اور روزمرّہ تجربات کی بنا پر بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ کسی بچے کے ہم جماعتوں کے ساتھ اس کے کیسے تعلقات ہیں۔

بچے کی دلچسپیاں اور عزائم اسکول میں اس بات کا انتظام ہونا چاہیے کہ بچے کی دل چسپیوں کا پتہ لگایا جاسکے۔ اُن دلچسپیوں کو بچے کے لیے انتخاب مضامین کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ دل چسپیوں کی صحیح نشاندہی کی جائے کبھی کبھی تو بچے صرف دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی

دل چسپیوں کا اعلان کر دیتے ہیں لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ معتبر "دل چسپی فرد" کی مدد سے اُن کی اصلی دلچسپیاں معلوم کی جائیں۔ ہمارے ملک میں اس طرح کے بیشتر دل چسپی فرد مکمل اعتبار کے ساتھ استعمال ہو جاتے ہیں اور نئی نئی آزمائشیں تخلیق ہوتے رہتے ہیں۔

دل چسپیوں کے ساتھ ساتھ بچے کے عزائم و ارادے وغیرہ بھی اسکول صلاح کار کی واقفیت میں آنے چاہئیں تاکہ اُن کی روشنی میں اُس کے مستقبل کی تعمیر کا کام ہاتھ میں لیا جائے۔ بچوں کے عزائم چونکہ نت نئے تجربات کی بنا پر بدلتے رہتے ہیں اس لیے مسلسل طور پر ان کا درج کرنا لازمی ہے تاکہ بچے کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کے آیندہ منصوبوں کا رُخ معلوم کیا جا سکے۔

چند لوازمات

مجموعی ترقی ریکارڈ میں مختلف قسم کی معلومات درج کی جاتی ہیں جس سے نہ صرف بچے کے رکھ رکھاؤ، نشو و نما اور مستقبل کی تعمیر میں مدد ملتی ہے بلکہ متعلقہ ادارے یعنی اسکول کے مزاج اور طریقۂ درس و تدریس کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ریکارڈ نہایت ہی احتیاط اور پوری ایمانداری کے ساتھ تیار کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں چند لوازمات کا خیال لازمی ہے۔

ہر ایک بچے کا ریکارڈ تیار کرنا چاہیے۔ بعض اسکولوں کا دستور ہے کہ جہاں کہیں کسی مسئلہ خیز بچے کا پتہ چلا تو صرف اُس کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنے سے صحیح رہنمائی کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ رہنمائی کی ضرورت سبھی بچوں کو ہوتی ہے چاہے وہ مسئلہ خیز ہوں یا نارمل۔

ریکارڈ میں اندراجات برابر ہوتے رہنے چاہئیں۔ کیونکہ زندگی میں مسلسل تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ بچہ بدلتا رہتا ہے اس لیے جب وہ اسکول میں داخل ہوتا ہے اور جب تک وہ تعلیم حاصل کرتا ہے اُس پوری مدت کا ریکارڈ درج ہونا چاہیے تاکہ بچے کی زندگی کے مختلف مراحل پر اس کی مدد کی جا سکے۔

اس ریکارڈ کے ذریعہ ایک اسکول کے عام طرزِ فکر اور اس کے تعلیمی نقطۂ نظر کا پتہ چلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ریکارڈ کے مواد سے اس بات کا اظہار ہونا چاہیے کہ بچے کی نشو و نما کے بارے میں متعلقہ اسکول کا کیا تصور ہے اور وہ بچے کے

مستقبل کی تعمیر میں کیا رول ادا کرنا چاہتا ہے۔

ضروری ہے کہ یہ ریکارڈ آسان ہو اور حقیقت پسندی پر مبنی ہو۔ نیز اسے استعمال کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ یعنی اس میں ایسی جانکاری درج نہ ہو، جس کے سمجھنے میں دشواری ہو اور ایک مدت درکار ہو۔ ابتدائی جماعتوں میں نہایت ہی ستھری، واضح اور کار آمد واقفیت حاصل کر کے سادگی اور نفاست کے ساتھ درج کی جا سکتی ہے تاکہ اس کے استعمال میں کوئی الجھن محسوس نہ ہو۔

ہر اسکول کے مجموعی ترقی ریکارڈ کا خاکہ یکساں ہونا چاہیے۔ یعنی یہ ریکارڈ ایک طے شدہ شکل میں پیش کرنا چاہیے تاکہ انفرادی توجہ کے ساتھ ساتھ بحیثیت مجموعی بھی بچوں کی رہنمائی کی جا سکے۔

یہ خاکے جماعت کے کمرے میں ہی رکھے جانے چاہئیں تاکہ استاد آزادی کے ساتھ جب چاہے اس کا مطالعہ کر سکے۔ لیکن اس کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ ہر بچے کا ریکارڈ دوسروں سے پوشیدہ رہ سکے۔ ایسی بات نہ ہو کہ کسی بچے سے حاصل کی ہوئی معلومات دوسروں کے نزدیک اس کی سبکی کا باعث بنے۔

اس ریکارڈ کے مناسب استعمال کے لیے واضح ہدایات ہونی چاہئیں تاکہ ابتدائی مدرسے کا استاد ٹھیک طرح سے سمجھ لے کہ مندرجہ معلومات کو کس طرح بچے کی بہبود کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محض خانہ پُری کی خاطر ریکارڈ کو بھر دیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ ایسے ریکارڈ سے اچھے نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس خاکے کی ترتیب اور استعمال کے بارے میں اساتذہ کو ضروری تربیت دی جائے۔

یہ ریکارڈ شکل و ہیئت کے لحاظ سے ایسا ہونا چاہیے کہ جب بچہ ایک اسکول چھوڑ کر کسی دوسرے اسکول میں جائے تو اس کے ساتھ اس کا ریکارڈ بہ آسانی بھیجا جا سکے نیز اس کے اندراجات دوسرے اسکول کے اساتذہ کے لیے قابلِ فہم ہوں۔

فوائد مجموعی ترقی ریکارڈ تیار کرنے اور اسے استعمال میں لانے سے جو فائدے برآمد ہوتے ہیں اُن کا تھوڑا سا ذکر کیا جا چکا ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیشِ نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے فوائد قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیے

جائیں تاکہ ابتدائی اسکول میں اسے رائج کرنے کی ترغیب پیدا ہو۔

● سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اُستاد اپنے شاگردوں کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اُسے یہ جاننے میں کوئی مشکل محسوس نہیں ہوتی کہ کون سا بچہ کس قسم کے ماحول سے آیا ہے اور کس طرح کی تمنائیں اور امیدیں اپنے ساتھ لایا ہے۔ لہٰذا مختلف بچوں کے لیے موزوں تعلیمی ماحول بہم کرنا آسان ہوگا اور اس کا فوری نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے اسکول کو مسرت اور خوشی کی جگہ سمجھیں گے نہ کہ جیل خانہ۔ جیسا کہ عموماً دیکھنے میں آیا ہے۔

● اس ریکارڈ کی بنا پر ایک استاد اپنے شاگردوں میں سے تعلیمی لحاظ سے تیز اور کمزور بچوں کو چھانٹ سکتا ہے اور پھر تعلیمی پروگرام کو اس طرح ترتیب دے سکتا ہے کہ ہر بچے کو اس کی قابلیت کے مطابق ترقی کرنے کا موقع ملے اور کوئی بچہ کسی طرح کی پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

● اسی طرح ایسے بچوں کی پہچان بھی ہو سکتی ہے جن کو کسی مخصوص تعلیمی مدد یا مشورے کی ضرورت ہے۔ مثلاً جو بچے اکثر جماعت میں سبق ٹھیک طرح سے نہیں سمجھ پائے یا مزید تشریح یا وضاحت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ان کے لیے مخصوص پروگرام وضع کیا جاتا ہے جس میں اُن کی انفرادی کمزوریوں کو سمجھ کر اُن کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے۔

● مجموعی ترقی ریکارڈ کی معلومات کی بنا پر ایک استاد اپنے کلاس کا سماجی ماحول ٹھیک طرح سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کے لیے یہ جاننا مشکل نہیں ہوگا کہ جماعت میں کس بچے کی کیا سماجی حیثیت ہے۔ اور بچوں کے باہمی تعلقات کیسے ہیں۔ نیز صحت مند سماجی تعلقات پیدا کرنے کی خاطر کیا کرنا چاہیے۔ کونسی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں توڑنی پڑیں گی اور کن بچوں کو سماجی لحاظ سے ترقی کرنے کے لیے مدد اور مشورے کی ضرورت ہوگی۔

● اسی طرح اُن بچوں کا بہ آسانی پتہ لگ سکتا ہے، جو کسی ذاتی مشکل میں مبتلا ہوں ذاتی مشکلات کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے مگر اُن کی شخصیت سے متعلق حاصل کی ہوئی معلومات سے اس بات کا اندازہ لگ سکتا ہے کہ اُن کے مسئلے کی کیا نوعیت ہے اور یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ اس مشکل کو کیسے دور کیا جائے۔ اگر کسی ماہر کی ضرورت ہو، تو اس کے لیے بھی والدین کے ساتھ مل کر وقت نکالا جا سکتا ہے۔

● بعض بچے کسی لحاظ سے باقی بچوں سے بہت آگے ہوتے ہیں، جیسے کسی بچے کو موسیقی

میں غیر معمولی صلاحیت حاصل ہے، کوئی قیادت کی قابلیت رکھتا ہے کسی کو ریاضی کے مسائل حل کرنے میں زبردست مہارت ہے۔ ایسے بچّوں کی شناخت کر کے اُن کی صلاحیت کو اُجاگر کر کے اُن کے لیے مخصوص تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اس غرض سے کبھی اسکول تبدیل کرنے کا مشورہ بھی دیا جا سکتا ہے تاکہ بچّے کو اپنی صلاحیت کے لحاظ سے سازگار ماحول ملے۔ تاکہ وہ ٹھیک طرح سے نپٹ سکے۔ اسی طرح اُن بچّوں کو بھی اسکول بدلنے کا مشورہ دیا جا سکتا ہے جو ہر طرح کی توجّہ کے باوجود باقی جماعت کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ ان کو ایسے اسکولوں میں جانے کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے جہاں کے تعلیمی مطالبات اور درسی ضروریات نسبتاً آسان اور ہلکی ہوں۔

• اس طرح کی معلومات کو یوم والدین کے موقع پر مفید طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ والدین کے ساتھ اساتذہ کی ملاقات اس صورت میں نہایت ہی کامیاب رہتی ہے۔ بچوں سے متعلق پوری جانکاری حاصل ہو۔ والدین کے اجتماعات میں انھیں بچوں کی عام نشو و نما، ان کی تعلیمی زندگی، اسکول میں ان کے تعلقات اور اُن کی عام ترقی کے متعلق روشناس کیا جاتا ہے۔ اس واقفیت کی بنیاد پر بچوں کی بہتری کے لیے نئے نئے منصوبے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ اس طرح کی کوشش ابتدائی تعلیم کے مقام پر جتنی بار آور ثابت ہو سکتی ہے اُتنی کسی اور تعلیمی مرحلے پر نہیں ہوتی۔ دراصل اس مرحلے پر والدین کا اسکول کے ساتھ جو قریبی تعلق قایم ہوتا ہے کسی اور مرحلے پر دیکھنے میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمر کے لحاظ سے چھوٹا بچہ اپنے والدین کی توجہ کا مستحق ہوتا ہے اور والدین بھی اُس کی نشو و نما میں نسبتاً زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔

• مجموعی ترقی ریکارڈ بچے کو اپنے بارے میں چند ایسی باتوں کا پتہ دیتا ہے جن کی بنیاد پر وہ اپنی زندگی کے کئی اہم فیصلے کر سکتا ہے۔ اور وہ خود اپنا جائزہ برابر لیتا رہے۔ اس طرح سے جب وہ اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس میں کوئی پس و پیش نہیں ہوتا۔ بلکہ پورا یقین اور اعتماد جھلکتا ہے۔

• جو بچّے ابتدائی مدرسہ کے اونچے درجوں میں ہوں ان کو پیشہ ورانہ مضامین کے انتخاب میں بھی مدد مل سکتی ہے کیونکہ اُن کے ریکارڈ میں اُن کی شخصیت کے

مختلف پہلوؤں، دل چسپیوں اور شوقیہ مشغلوں کی معتبر معلومات درج ہوتی ہیں جس کی روشنی میں وہ اپنے لیے مناسب لائحہ عمل ترتیب دے سکتے ہیں۔

● مجموعی ترقی ریکارڈ کے خاکوں کی شکل و ہیئت، ترتیب اور استعمال سے ایک اسکول کی افادیت کا پتہ بھی لگ سکتا ہے کہ وہ طلبہ کی زندگی کو کس طرح سے کارآمد بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکول اپنی سماجی افادیت بڑھانے کی خاطر کونسے ذرائع استعمال کرتا ہے اور اس میں بچّوں کی بہتری کے لیے کون سے منصوبے عمل میں لائے جاتے ہیں۔

تشریح وضاحت اور تعبیر

مجموعی ترقی ریکارڈ کے بارے میں اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اس میں یہ بات مضمر تھی کہ ریکارڈ میں جو تفصیلات دی گئی ہیں، اُن کے معنی، مفہوم اور مضمرات سے ریکارڈ کو استعمال کرنے والا پورے طور پر آگاہ ہے۔ مگر تجربہ شاہد ہے کہ یہ مفروضہ ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا اور ریکارڈ کو بعض اوقات بغیر سمجھے بوجھے استعمال کیا جاتا ہے اس خطرے کے پیشِ نظر چند ضروری باتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اس ریکارڈ کی جن معلومات کی بنا پر کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جائے اُن کے حقیقی معنی و مفہوم سے اُستاد یا دیگر صلاح کاروں کو بخوبی واقف ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر اگر کسی بچّے کی قدرِ ذہانت کی بنا پر اُس کے لیے کوئی تعلیمی پروگرام بنایا جائے تو قدرِ ذہانت کی ماہیت، اس کی خصوصیات اور مضمرات سے باخبر ہونا بہت ضروری ہے۔

شخصیت کے کسی خاص پہلو کی واقفیت کو شخصیت کی مجموعی تصویر کے ساتھ ملا کر دیکھنا چاہیے، کیونکہ الگ الگ جانکاری سے غلط نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً کسی بچے کے بارے میں آپ کو یہ معلوم ہو کہ وہ اکثر دیر سے اسکول آتا ہے تو اس جانکاری کی بنا پر آپ کو تادیبی کارروائی کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ یہ بچہ تعلیمی اعتبار سے نہایت ہی تیز ہے تو آپ کسی بھی طرح کی سزا کی کارروائی کی ضرورت محسوس نہ کریں گے۔

ریکارڈ میں شخصیت کے بعض پہلوؤں کی معلومات اعداد و شمار کی شکل میں درج ہوتی ہیں جس سے بعض صورتوں میں غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے۔ مثلاً اگر والدین کے سامنے ان کے بچّے کا ریکارڈ پیش کیا جائے جس میں اس کی تعلیمی تحصیل درجہ "ج" کے ذریعے

ظاہر کی گئی ہو تو ان پر غلط اثر پڑ سکتا ہے کہ اُن کا بچہ تعلیم کے میدان میں سب سے پچھلی صف میں ہے۔ حالانکہ "ج" اوسط درجے کی کامیابی کا مظہر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انھیں یہ بات واضح اور غیر مبہم الفاظ میں سمجھائی جائے۔ مندرجہ معلومات کی ایسی تشریح اور وضاحت کی جائے کہ بچہ بحیثیت مجموعی پروان چڑھے اور صحیح خطوط پر گامزن رہے۔ اُسے اس طرح پیش کیا جائے کہ بچے کی اصلاح اور بہتری کی راہیں نکلیں۔ یہ یاد رکھا جائے کہ معلومات کی بجائے خود کوئی مقصد نہیں بلکہ ایک اعلیٰ مقصد تک لے جانے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔

(ہ) تعلیمی کمیشن اور ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی

اس باب کے آخری حصے میں ہم چند ایسے نکات پیش کریں گے جو تعلیمی کمیشن (1966) نے اپنی رپورٹ میں بیان کیے ہیں۔

ابتدائی رہنمائی کے بارے میں کمیشن نے چند ایسی صورتوں کا ذکر کیا ہے جو ابتدائی اسکول میں رہنمائی پروگرام کی بنیاد بن سکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں اِن کا جائزہ لیا جائے گا۔

کمیشن کی نگاہ میں ابتدائی اسکول میں رہنمائی پروگرام کا سب سے اہم مقصد یہ ہونا چاہیے کہ بچے اپنے گھر کے تسلی بخش اور خوش آیند تاثرات کو اسکول کی زندگی میں برقرار رکھ سکیں۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جب بچے کو اسکول کی خاطر پہلی بار اپنا گھر چھوڑنا پڑتا ہے تو اس کے لیے یہ تبدیلی بڑی صبر آزما اور تکلیف دہ ہوتی ہے، رونا دھونا، روٹھنا، گھر سے بھاگ جانا، اسکول جانے کے اوقات پر غائب رہنا وغیرہ ایسے شواہد ہیں جن سے بچے کے ذہنی ردِّ عمل اور جذباتی کش مکش کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے اسکول کی فضا کو گھر کی فضا سے بالکل مختلف پاتے ہیں۔ ان کے نزدیک مدرسہ کا تصور یہ ہے کہ وہ جبر و تشدد کی جگہ ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ استاد بچوں میں اسکول آنے کی عادت ڈالنے کی خاطر ڈنڈے کا استعمال کرتا ہے۔ اس طرح گھر اور اسکول کے درمیان خلیج اور بڑھ جاتی ہے۔ اسی لیے کمیشن کے نزدیک ابتدائی مدرسہ میں رہنمائی خدمت کا سب سے بڑا کام یہ ہونا چاہیے کہ بچوں کے لیے مدرسہ کی زندگی دل کش اور باعثِ مسرت بنائی جائے تاکہ انھیں یہ محسوس ہو کہ گھر چھوڑ کر وہ کسی غلط جگہ پر نہیں آئے ہیں بلکہ یہ جگہ بہت اچھی ہے

جہاں اُن کی دلچسپی اور خوشی کا کافی سامان مہیا ہے اور فضا ہر لحاظ سے خوشگوار ہے۔ رہنمائی کے ماہر ابتدائی اسکولوں میں ایسے ذرایع استعمال میں لائیں کہ اُن کو بچوں کی بنیادی درسی مشکلات کا پتہ چل سکے۔ مطلب یہ ہے کہ بچے جب ابتدائی اسکولوں میں تعلیم شروع کرتے ہیں تو تعلیم سے پورا فائدہ اُٹھانے کی خاطر اُن میں چند بنیادی ہنرمندیاں پیدا ہو جانی چاہئیں۔ جیسے لکھنے، صحیح بولنے اور حساب کی مہارتیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے ان مہارتوں کو ٹھیک طرح سے نہیں سیکھ پاتے، بعض تو ٹھیک طرح سے بول نہیں پاتے۔ کئی ٹھیک طرح سے نہیں لکھ سکتے یا حروف کو لفظوں کی صورت میں ملا نہیں سکتے۔ ایسے بچوں کی شناخت کر کے ان کی مدد کرنا ابتدائی رہنمائی کی سب سے بڑی ذمہ داری اگر یہ کیا گیا تو بچوں کو پڑھائی لکھائی سے طبیعت پر بار معلوم نہیں ہوگا بلکہ ان کے لیے یہ ایک خوش آیند عمل ہوگا اور اس کی مشق کرنے میں انھیں ایک طرح کا لطف آئے گا۔

تیسرا کام یہ ہے کہ ایسے بچوں کی شناخت کی جائے جن کو خصوصی توجہ کی ضرورت ہے جیسے نہایت ہی ذہین، پسماندہ یا جسمانی طور سے معذور بچے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مروجہ تعلیمی اداروں میں ایسے بچوں کے لیے کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوتا جو اوسط سے بہت اوپر یا بہت پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اگر ذہین بچے کو سازگار تعلیمی ماحول نہ ملے تو روز بروز اس کی اکتاہٹ بڑھتی جاتی ہے اور اسکول کے خلاف یک گونہ نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ ایسے بچوں کو شناخت کر کے اُن کی ضرورتوں کے لحاظ سے ایسے منصوبے بنائے جا سکتے ہیں کہ ان کی دلچسپی برابر قایم رہے۔ اسی طرح کئی ایسے بچے دیکھنے میں آتے ہیں جو کسی بھی وجہ سے پسماندہ ہیں۔ وہ جماعت کا سبق ٹھیک طرح سے سمجھ نہیں پاتے یا دوسرے بچوں کے مقابلے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایسے بچے اسکول کے کام کو اپنے لیے ایک زحمت سمجھنے لگتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے بچوں کی مشکلات کو بھی سمجھا جائے اور اُن کے لیے بہبودی کی راہیں نکالی جائیں پھر وہ بچے ہیں جو جسمانی طور پر معذور ہیں۔ کوئی بہرا ہے تو کوئی اندھا، کوئی لنگڑا ہے تو کوئی ٹھیک طرح سے بول نہیں سکتا ہے۔ ایسے بچوں کے لیے مخصوص تعلیمی پروگرام مرتب کیے جا سکتے ہیں۔

چوتھا کام یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ابتدائی اسکولوں کی رہنمائی خدمات کی بدولت

بچوں کے اسکول سے بھاگنے کے واقعات ختم ہوجائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سب اسکول کے سخت ماحول سے بچے تنگ آتے ہیں تو وہ اسکول چھوڑنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہم یہ بات وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ بھگوڑے پن کی صرف یہی وجہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں گھر اور دیگر سماجی حالات کا بھی ہاتھ ہو۔ اس لیے اسکول کے ماحول کو دلکش بنانا رہنمائی کارکنان کا کام ہے وہ اسکول انتظامیہ کو سمجھا بجھا کر اسکول کا نقشہ ہی بدل سکتے ہیں۔ اگر ہم اعداد و شمار کے اعتبار سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اسکول کو قبل از وقت چھوڑ جانے کے واقعات جتنے زیادہ تعلیم کی ابتدائی منزل پر پیش آتے ہیں اتنے اور کسی منزل پر تجربے میں نہیں آتے۔ ایک اندازے کے مطابق پہلی جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک 75 فیصدی سے زائد بچے کسی نہ کسی بہانے سے اسکول چھوڑ جاتے ہیں۔ اگر رہنمائی اور صلاح کاری کا موثر انتظام ابتدائی منزل پر کیا جائے تو امید ہے اس ہمت شکن صورت حال سے نمٹا جاسکتا ہے اور اتنے بڑے قومی خسارے سے نجات مل سکتی ہے۔

ابتدائی اسکولوں کی رہنمائی خدمات بچوں کو روزگار کی ابتدائی باتوں سے باخبر کرسکتے ہیں۔ اور اس طرح سے ان میں کام کاج کی طرف ایک مثبت رویہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی اور صلاح کاری اس طرح منظم کی جائے کہ بچے اپنے تعلیمی منصوبے آسانی سے مرتب کرسکیں۔ ابتدائی اسکولوں میں بچے کے سامنے صرف یہی مسئلہ نہیں کہ وہ کیسے سیکھے؟ بلکہ اس سے بڑھ کر مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا سیکھے؟ اس امر میں ایک صلاح کار ہی صورت میں مدد دے سکتا ہے کہ بچوں کے لیے کس طرح کی تعلیم کا انتظام کیا جائے تا کہ اُن کی شخصیت درس و تدریس کے ساتھ اُبھرنے لگے اور وہ ترقی کے راستے پر گامزن ہوجائیں۔ ابتدائی اسکولوں کی اعلیٰ جماعتوں میں اس بات کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ بچوں کو انتخاب مضامین میں رہنمائی حاصل ہو۔

● ہمارے ملک کے ابتدائی اسکولوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ برابر بڑھ رہی ہے۔ اس لیے اس منزل پر رہنمائی خدمات کا انتظام کرنا مشکل ہے۔

● ابتدائی اسکولوں میں داخلہ بھی پہلے کی نسبت کئی گنا ہوگیا ہے۔ اس لیے چند

صلاح کاروں کے بل بوتے پر اتنے بڑے کام کی ذمہ داری نہیں لی جاسکتی۔

• ابتدائی اسکولوں کے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت نہایت پست ہے اس لیے انھیں رہنمائی کے بنیادی اصول سمجھانا اور اُن پر کام کروانا مشکل ہے۔

مگر ان سب مشکلات کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ اگر ہمیں رہنمائی کے پروگرام کے ساتھ لگن ہو۔ مثال کے طور پر ہر ایک ریاست میں اسکولوں کو مختلف خطّوں میں بانٹ کر ہر خطّے کے لیے چند صلاح کار مقرر کیے جاسکتے ہیں۔ یا پھر بچّوں کی تعداد کے پیش نظر صلاح کاروں کی تعداد متعین کی جاسکتی ہے۔ لیکن سب سے اچھی تجویز تو یہ ہے کہ ابتدائی اسکولوں میں وہاں کے اساتذہ کو ہی رہنمائی کا کام سپرد کیا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر اسکول کے چند ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا جائے جو ہوشیار، مخلص اور بچّوں کے امور میں دل چسپی لینے والے ہوں۔ ان کو رہنمائی کے بنیادی کاموں میں تربیت دی جائے۔ رہنمائی کے مفہوم سے روشناس کرایا جائے، بچّوں کی شخصیت کو مشاہدہ، ملاقات اور آسان آزمائشوں کے ذریعے سے جانچنے کی تراکیب سمجھائی جائیں، مجموعی ترقی ریکارڈ کے مقصد اور استعمال سے متعارف کیا جائے۔ اس واقفیت کی بنا پر وہ رہنمائی کا کام شروع کر سکتے ہیں اور کوئی ایسی مشکل پیش آجائے کہ وہ خود حل نہ کرسکیں تو ماہرین سے مشورہ حاصل کرکے حل ڈھونڈا جاسکتا ہے۔

تعلیمی کمیشن نے ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی خدمات کو منظم کرنے کے لیے جو تجاویز پیش کی ہیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

• پرائمری اسکول کے اساتذہ کے تربیتی پروگرام میں شخصیت جانچنے کے طریقوں کی واقفیت شامل کرنی چاہیے۔

• ہر تربیتی ادارے میں ایک ایسا لیکچرر ہونا چاہیے جو اساتذہ کو رہنمائی کی مبادیات سے باخبر کرے۔

• تربیتی اداروں میں رہنمائی خدمات منظم کرنی چاہییں اور ان اسکولوں میں بھی اِن خدمات کا اہتمام ہونا چاہیے جو ان تربیتی اداروں کے ساتھ ملحق ہوں تاکہ زیر تربیت اساتذہ کو تازہ ترین صورت حال کو خود دیکھنے کا موقع ملے۔ اور وہ تربیت سے فارغ ہوکر اپنے اسکولوں میں رہنمائی کا پروگرام شروع کرسکیں۔

- جب بھی موقع ملے تو ان اُستادوں کے لیے مختصر نوعیت کے اعادی کورسس منظم کیے جائیں۔
- رہنمائی سے متعلق تعارفی لٹریچر تیار کرنا چاہیے تاکہ اساتذہ ذاتی مطالعے سے اپنی معلومات کو مسلسل تازہ رکھ سکیں۔
- بچوں کو رہنمائی خدمات کی بنیاد پر مضامین لینے کا مشورہ دینا چاہیے اور والدین کو سمجھانا چاہیے کہ اس مشورے پر عمل کرنا بچے کے مفاد میں ہے۔

آخر میں یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ ابتدائی مرحلے کی رہنمائی ہر طرح کی رہبری اور سلامتی کی سنگ بنیاد ہے۔ یہ بات فقط عوام، اسکول انتظامیہ اور اساتذہ کے لیے ہی اہم نہیں ہے بلکہ ملک کی سرکار اس کام کو پہلی ترجیح دے کر آگے بڑھانی چاہیے ابتدائی دور میں اس اسکیم پر اگر کسی طرح کے مالی تصرفات کی ضرورت پڑے تو حکومت کو ایسا کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہر طرح سے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کی خاطر کوشش کی جانی چاہیے۔ کسی بھی طرح کی سفارشات اُس وقت تک بیکار رہیں جب تک کہ ایک عملی پروگرام مرتب نہ کیا جائے اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ابتدائی رہنمائی عملاً شروع ہو۔

●●

باب چہارم

ثانوی مدارس میں رہنمائی

(1) ثانوی تعلیم ثانوی تعلیم کا تصور ہمارے تعلیمی نظام میں اگرچہ بالکل نیا نہیں ہے تاہم آزادی کے بعد اس کی معنویت اور ضرورت کا اعتبار زیادہ احساس پیدا ہوا ہے اتنا اُسے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ ووڈس ڈی سپیچ (1854ء) میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ:

• ہندوستان کے باشندوں کو یورپی مفکروں کے کارناموں سے روشناس کرایا جانا چاہیے اور یہاں کی عام تعلیم کے نظام کو اُن کے تجربات کی روشنی میں مرتب کرنا چاہیے۔"

ہنٹر کمیشن (1882ء) نے سفارش کی تھی کہ:

"ہائی اسکولوں کی اونچی جماعتوں کے طلبا کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک یونیورسٹی کی تعلیم کی تیاری کرے اور دوسرا حصہ عملی مشاغل کے لیے تربیت حاصل کرے۔"

اسی طرح کلکتہ یونیورسٹی کمیشن رپورٹ (1919ء) ہارٹوگ رپورٹ (1929ء)، ایبوٹ ووڈ رپورٹ (1937ء) اور سارجنٹ رپورٹ (1944ء) وغیرہ میں ثانوی تعلیم سے متعلق بعض مفید سفارشات پیش کی گئیں۔ لیکن اِن تمام سفارشات کے باوجود ثانوی تعلیم کی بہتری کی کوئی ٹھوس بنیاد قائم نہیں ہوسکی حالانکہ ثانوی تعلیم کا چرچا ملک کے گوشے گوشے میں ہونے لگا اور ثانوی مدارس کی تعداد میں اضافہ بھی ہونے لگا۔ مثلاً

1917 میں ملک میں صرف 3,883 ثانوی اسکول تھے جبکہ 1948 میں اُن کی تعداد 12,693 تک پہنچ گئی۔

مگر ثانوی تعلیم اس وقت انقلابی دور میں داخل ہوئی جب ڈاکٹر اے لکشمن سوامی مدالیار کی صدارت میں سکینڈری ایجوکیشن کمیشن مقرر ہوا جس نے ثانوی تعلیم کے مسائل اور اس کی پیش رفت کا مکمل جائزہ لیا اور پھر اس کی سفارشات کے مطابق ثانوی تعلیم کو نئی شکل دینے کا چرچا ملک بھر میں شروع ہوا۔ اس کے نتیجے میں ثانوی تعلیم کے اداروں کی تعداد آئے دن بڑھنے لگی اور اس پروگرام پر مالی تصرفات میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

مفہوم ثانوی تعلیم کے معنی کچھ زیادہ واضح نہیں ہیں۔ البتہ عام طور پر ثانوی اسکول بارہ سال سے لے کر اٹھارہ سال کی عمر تک کے بچوں کی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں چونکہ عمر کے یہ سال نہایت ہی اہم ہوتے ہیں اس لیے ثانوی تعلیم کے اداروں کو بچوں کی بالیدگی یا اُن کی نشوونما کی ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

مقاصد ثانوی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد تو یہ ہے کہ ایک نوجوان میں جمہوری طرزِ زندگی کے مطابق پروان چڑھنے کی خاطر ایسی عادات، کردار اور سمجھ بوجھ پیدا ہو جو اس میں شہریت کے فرائض سرانجام دینے اور حقوق برتنے کا حوصلہ بخشے اس کے لیے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ نوجوان ایک سلجھا ہوا طرزِ فکر، اختیار کرے، نیز جدید خیالات کو اپنانے کی طرف مائل ہو، یہی وجہ ہے کہ ثانوی تعلیم کے مرحلے پر طلبار کو مختلف مضامین میں طرح طرح کی واقفیت بہم پہنچائی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے ماحول کو ٹھیک طرح سے سمجھ سکیں اور اپنی ذات میں ایسی صلاحیت پیدا کریں کہ وہ آزادانہ طور پر درپیش معاملات کی تہہ تک پہنچ سکیں۔

ہندوستان اپنے نہایت ہی عظیم اور فراوان مادّی اور انسانی وسائل کے باوجود ایک غریب ملک ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوانوں کی پیداواری صلاحیتوں کو اُبھارا جائے۔ اس کا لازمی اور فوری نتیجہ یہ ہوگا کہ یہاں کے لوگوں کا معیارِ زندگی اونچا ہو جائے گا۔ ثانوی تعلیم کے ذریعے اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر نوجوان طلبار اور طالبات کو ایسے عملی مشاغل سے متعارف کیے جاتے ہیں جن کی بدولت اُن کا ذریعۂ روزگار کے ساتھ بلا واسطہ رشتہ جُڑ جاتا ہے۔

• ثانوی اسکول نوجوان کی جذباتی نشوونما میں ایک اہم رول ادا کرسکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ نوجوان کو ایسا ماحول فراہم کیا جائے جس میں اُس کی تمام تخلیقی صلاحیتوں کو ظاہر ہونے اور ابھرنے کے مواقع ملیں۔ یہی وجہ ہے کہ ثانوی مدرسہ کے نصاب میں ہنر، دستکاری اور موسیقی اور ناچ کو زبردست اہمیت حاصل ہے۔

جو طلبا اعلیٰ تعلیم کی خاطر کالج یا یونیورسٹی میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں ان کے لیے ایسی تعلیم کا انتظام کیا جائے کہ وہ ثانوی تعلیم کے فوراً بعد ایک بامعنی پیشہ ورانہ رول ادا کرسکیں، اُن میں صحیح فکر اور ٹھیک فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہوتا کہ وہ سماجی زندگی میں ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے داخل ہوجائیں۔

ثانوی تعلیم ہمارے تعلیمی نظام کی وہ کڑی ہے جو ایک طالب علم کی زندگی

اہمیت میں فیصلہ کن اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ یہ مرحلہ بہت سے طلبا کی تعلیم کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ نیز بعض طلبار کے لیے اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں داخلہ کا موقع فراہم کرتا ہے۔ ثانی الذکر طلبا جس قدر قابل، سماجی طور پر کارآمد اور محنتی ہوں گے۔ اُسی قدر یونیورسٹی کی تعلیم بامعنی اور موثر ہوگی۔ اسی طرح اول الذکر طلبار کو ثانوی منزل پر جس قدر عملی ہنر مندیوں اور مہارتوں کو سیکھنے کے مواقع مل جائیں گے اُتنی ہی ملک کی پیداواری صلاحیت بڑھے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ثانوی تعلیم کی منزل طلبہ کو" دل کش و دلچسپ اور محرک ملے، جو متنوع دلچسپیوں کو جنم دے اور زندگی کو پُرلطف بنائے۔ ان میں سے جو چاہیں وہ بامعنی اور مفید روزگار کے لیے تیار ہو جائیں۔ جو فکری سرگرمیوں میں دل چسپی رکھتے ہوں، وہ اپنے لیے اعلیٰ تعلیم کا منصوبہ بنا سکیں۔

اس خیال کو قدرِ وضاحت کے ساتھ پیش کرنا مفید ہوگا۔ ثانوی تعلیم پورے تعلیمی سلسلے میں ایک خود مختارانہ حیثیت کی بھی حامل ہے۔ یعنی بیشتر طلبا ثانوی تعلیم کو پورا کرتے ہی اپنی تعلیم کو ختم کر دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی مجبوری کی وجہ سے یہ صورتِ حال واقع ہوئی ہو۔ لیکن ہے ایک حقیقت جس کی طرف سے آنکھ بند نہیں کی جاسکتی ہے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ اس منزل کو تعلیم کی ایک مکمل اور خود مختار منزل سمجھا جائے۔ اس میں تعلیمی اور غیر تعلیمی مشاغل شامل کیے جائیں کہ ایک طالبِ علم

ثانوی تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی آسانی سے اپنے لیے کوئی پسندیدہ پیشہ منتخب کر سکے۔ خوشی کی بات ہے کہ اس چیز کو ہمارے تعلیمی ماہروں نے نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ پوری ثانوی تعلیم میں پیشہ ورانہ مقاصد پر زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ کثیر المقاصد ثانوی مدارس کا تجربہ بھی کیا گیا۔ مگر ہم ایسے اداروں کے لیے ضروری تعلیمی مواد اور ساز و سامان مہیا نہ کر سکے اور اس اسکیم کو چلانے کے لیے ہم قابل اور تربیت یافتہ اساتذہ کی خدمات حاصل نہ کر سکے۔ اس لیے ہم تکنیکی تعلیم کی طرف طلبہ کو راغب نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ ایسے کاموں کے لیے خام اشیاء کی ضرورت رہتی ہے، جو ہر اسکول میں اس کی ضرورت کے مطابق فراہم نہیں کیا جا سکا۔ اس لیے دستکاری کا کام ٹھپ ہو گیا۔ اس اسکیم کی ناکامی کی بڑی وجہ تو یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کو چلانے کے لیے دیانتدار، معتبر، مخلص اور سرگرم کارکنوں کی ضرورت تھی جو ہمیں نہ مل سکے بہرحال ثانوی تعلیم کو قابل قدر اور با مقصد بنانا چاہیے۔ یعنی اگر ایک طالب علم اس منزل پر اپنی تعلیم کو ختم کرے تو وہ دنیائے کاروبار میں مفید اور موثر طور پر شریک ہو سکے کبھی کبھار ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض طلبہ دوران تعلیم محسوس کرتے ہیں کہ ثانوی مدرسہ کا نصاب اُن کے بس سے باہر ہے۔ اس لیے وہ مزید اپنے لیے فضول سمجھتے ہیں اور خود کو کسی الجھن میں ڈالے بغیر ثانوی مدرسہ کو خیرباد کر دیتے ہیں۔ اگر ان کا یہ فیصلہ حقیقت پر مبنی ہے تو اُلجھن یا کسی طرح کی پریشانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کی تعلیم ایسی ہونی چاہیے جو انھیں کسی مفید کام پر لگا سکے نہیں تو تعلیم ان کے لیے ایک سزا ہو جائے گی۔ اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ تعلیمی لحاظ سے پسماندہ طلبہ جن کے لیے کتابی تعلیم فائدہ مند ثابت نہ ہو ایک بامعنی پیشہ ورانہ شخصیت اختیار کر لیں۔ یہ بات اُس وقت ممکن ہو گی جب ثانوی مدارس میں ایسے بچوں کے لیے پیشہ ورانہ تجربات کا ایک آسان سلسلہ شروع کیا جائے۔

جو طلبہ کسی وجہ سے خود تعلیم کو ثانوی منزل پر ختم نہیں کر پاتے لیکن جو تعلیمی لحاظ سے نہایت پسماندہ اور سست رفتار ہوتے ہیں وہ معمول سے زیادہ مدت کے بعد ثانوی تعلیم کو ختم کر کے اعلیٰ تعلیم کی خاطر کالجوں میں جاتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسی صورتحال میں کالج یا یونیورسٹی کی تعلیم اُن کے لیے مفید ثابت نہیں ہو سکتی جب ناقابل اور نا اہل

طلبہ سے اعلیٰ تعلیمی ادارے بھر جاتے ہیں، تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ بس کام چلاؤ قابلیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اُن میں کسی طرح کی تخلیقی صلاحیت نہیں ہوتی اور اُن کے ہاتھوں کوئی ٹھوس تعمیری کام سر انجام نہیں پا سکتا۔ بلکہ اُلٹا یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ نوجوان سماج دشمن عناصر کے زیر اثر آکر قوم دشمن کاموں میں مصروف نہ ہو جائیں۔ آئے دن اعلیٰ تعلیمی اداروں میں منظم قسم کی تخریبی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ یونیورسٹیاں اور کالج غیر معینہ مدت کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔ 77ء میں صرف تین مہینوں میں 44 یونیورسٹیاں لاقانونیت، غنڈہ گردی، لوٹ مار اور تخریب کاری کی وجہ سے بند کی گئیں۔ اور سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان دانش گاہوں میں سبھی طلبہ نااہل اور ناکارہ ہوتے ہیں لیکن اکثریت ایسے طلبہ کی ہے جو ذہنی لحاظ سے اعلیٰ تعلیم کے اہل نہیں ہوتے، اسی لیے ثانوی تعلیم کی ذمہ داری ہے کہ طلبہ صحیح دلچسپیوں کی بنا پر اس کی تعلیمی سرگرمی کو بامعنی بنائے۔ اور جن طلبہ کی طرف سے اندیشہ ہو کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے محض بوجھ بن جائیں گے ان کو اسی مرحلے پر کام کاج کی دنیا میں داخل ہونے کے قابل بنایا جائے۔

تعلیمی پیش رفت کی جانچ ثانوی مرحلے سے پہلے ہی ہو سکتی ہے جیسا کہ بلوم نے اپنے ایک عمودی مطالعہ کے نتائج سے لکھا ہے کہ تمام تعلیمی پیش رفت کا پچاس فی صد حصہ تیسری کلاس تک پہنچتے پہنچتے ہی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فیلسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی ایک تحقیق کے اعتبار سے چھ سے دس سال کی عمر میں جو کردار رونما ہوتا ہے وہ بڑی حد تک بلوغیت کے طرزِ عمل کی عکاسی کرتا ہے۔ تحقیقات سے اس بات کی ضرورت ثابت ہو جاتی ہے کہ ثانوی تعلیم کی منزل پر صحیح جانچ پڑتال کے ذریعہ طلبہ کی صلاحیتوں کی شناخت کرنی چاہیے تاکہ انھیں اُن کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے صحیح مشورے دیئے جا سکیں۔ انھیں تباہ ہونے سے بچایا جا سکے۔ ابتدائی تعلیم کے مرحلہ پر اس طریقہ کو عمل میں لانا نہ تو ممکن ہے اور نہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ڈر ہے کہ بہت سے بچے بے ہمت ہو جائیں گے اور تعلیم مکمل کیے بغیر اسکول چھوڑنے کے واقعات میں بے وجہ اضافہ ہو جائے گا۔ نیز یہ خطرہ بھی ہے کہ اگر تشخیص اور تجزیہ غلط ہوا تو ابتدائی مدرسہ کے بچوں کو پیشہ ورانہ تربیت دینا ایک مجرمانہ فعل ہوگا۔ البتہ ثانوی تعلیم کے مرحلے تک پہنچ کر یہ بات نسبتاً صاف ہو جاتی ہے کہ کس طالبِ علم کی صلاحیتیں

اور رجحانات کیا ہیں۔ اس لیے یہاں پر طلبہ کو مخصوص راہوں پر لگانے کے منصوبے بارآور ثابت ہوسکتے ہیں۔

1966ء کے تعلیمی کمیشن کی نگاہ میں ثانوی مدرسہ کو زبردست اہمیت حاصل ہے اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ طلبہ کی ایک اچھی خاصی تعداد اُس مرحلے پر ہوتی ہے جہاں کہ تعلیمی ماحول اپنا مفید اور دُور رس اثر ڈال سکتا ہے۔ بلکہ اس منزل کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں طلبہ کے سامنے مختلف النوّع مضامین رکھے جاتے ہیں۔ اس لیے ان کی دلچسپیوں کی صحیح شناخت کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اگر طلبہ کی دلچسپیوں اور رجحانات کی ٹھیک ٹھیک شناخت ہو جائے تو ثانوی منزل پر ان کی تمام تخلیقی صلاحتیں جاگ اٹھیں گی اور منتخب مضامین کے ذریعے پروان چڑھیں گی۔ اس سے دو طرح کے فائدے برآمد ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ طالب علم کی تعلیمی سرگرمی اطمینان بخش ہوں گی، وہ اپنی سیکھنے کی کوشش کو پورے اطمینان کے ساتھ جاری رکھے گا جس کے نتیجے میں اُسے ذاتی خوشی محسوس ہوتی رہے گی۔ اور یہ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ مُلک کے لیے ایسے لوگ تیار ہوتے رہیں گے جو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قومی زندگی کے پیداواری پہلو کو بڑھا وا دیں گے۔ غرض جس طرح سے بھی دیکھیے ثانوی تعلیم کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

(ب) ثانوی اسکولوں کے طلبہ کے مسائل ثانوی اسکولوں میں جن بچّوں کا داخلہ ہوتا ہے وہ اپنی عمر کے اُس دور میں ہوتے ہیں جو اپنی نزاکت کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، یہ وہ دور ہے جب کہ بچے طفولیت کو چھوڑ کر عنفوانِ شباب کی منزل میں داخل ہوتے ہیں۔ اس دور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ فرد ایک ہیجانی کیفیت محسوس کرتا ہے جہاں اچانک اس کی جسمانی نشو و نما تیز سے تیز تر ہو جاتی ہے۔ اس کا قد بڑھ جاتا ہے، اُس کے وزن میں اضافہ ہو جاتا ہے، اُس کے ہاتھ پیر زیادہ لمبے ہو جاتے ہیں۔ اس کا چہرہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے غُدود سے اندرونی طور پر زیادہ مادّہ خون میں خارج ہونے لگتا ہے جس سے اس کے مختلف اعضا میں زیادہ حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔

جسمانی تبدیلی کے ساتھ ساتھ نوجوان ذہنی، جذباتی اور سماجی تبدیلیاں بھی محسوس کرتا ہے اس کی فہم اب پہلے کی نسبت زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ بلکہ جیسا کہ تحقیقات سے

پتہ چلا ہے کہ اُس کی ذہنی نشوونما اسی دور میں انتہا کو پہنچ جاتی ہے، اسی لیے نوجوان کی ذہنی ضرورتیں بڑھ جاتی ہیں۔ وہ زیادہ پیچیدہ، صبر آزما اور دشوار گذار راہوں پر چلنا چاہتا ہے، وہ اپنی قوتِ فکر کو کسی اہم کارنامے کی انجام دہی میں صرف کرنا چاہتا ہے اُس کی جذباتی زندگی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اُسے محبت، رفاقت اور اپنائیت کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے، وہ اوروں کے سامنے اپنی سبکی برداشت نہیں کرسکتا ہر طرح کی جسمانی سزا کو اپنی توہین سمجھتا ہے، ایسے دوستوں، استادوں یہاں تک کہ والدین کو بھی پسند نہیں کرتا جو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے، جو خود غرضی سے کام لیتے ہوں، جن کے منہ سے محبت کے دو کلمے نہیں نکلتے۔ معمولی سی بات سے نوجوان کے جذبات مجروح ہو جاتے ہیں، وہ مخالف جنس میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرنے لگتا ہے۔

نوجوان کے جماعتی تعلقات بھی ایک نئی صورت اختیار کرتے ہیں، اس کی دوستی میں اب پختگی آجاتی ہے اور دشمنی کے خطوط بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ اسے اس بات کا شدید احساس رہتا ہے کہ جماعت میں ان کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے، کیا وہ ہر دل عزیز ہے؟ کیا اس کے بہت سارے دوست ہیں؟ کیا اوروں کے ساتھ اس کے تعلقات معمول پر ہیں؟ کیا وہ دوسروں کی نظر میں گرا تو نہیں؟ غرض اس کے نزدیک اجتماعی زندگی کی بڑی اہمیت ہے، وہ اپنے ہم جماعتوں، دوستوں اور ہم عمروں کے ساتھ بغیر کسی تکلیف کے اُن میں اُٹھنا بیٹھنا چاہتا ہے۔ نوجوان دوسروں کی نظروں میں قابلِ قبول، پسندیدہ اور پُرکشش بننے کی خاطر ہر طرح کی کوشش کرتا ہے مثلاً وہ اُن اصولوں یا قدروں کی خلاف ورزی کرتا ہے جو سب کو پسند ہوں۔ اُن لوگوں کو خفا نہیں کرتا جو باقی لوگوں میں مقبول ہوں۔ وہی لباس پہنتا ہے جو اس کے ہم عمروں کو پسند ہو۔ کبھی ایسی بات نہیں کرتا جس سے اُن کی سماجی حیثیت خطرے میں پڑے۔ اسی لیے بعض اوقات وہ اپنے خونی رشتہ داروں سے اس بات پر لڑ بیٹھتا ہے کہ وہ اس کی جماعتی حیثیت کا خیال نہیں رکھتے۔

جسمانی، ذہنی، سماجی اور جذباتی نشوونما جو بڑی تیزی کے ساتھ اس مرحلے پر ہوتی ہے اس کی ایک اہم خصوصیت جو نظر انداز نہیں کی جا سکتی یہ ہے کہ نوجوانوں

کی نشو و نما میں انفرادی فرق بہت نمایاں ہو جاتے ہیں۔ بچوں میں جو فرق شروع سے نظر آتا ہے وہ اس منزل پر آ کر نہایت واضح ہو جاتا ہے۔ بعض بچے بہت جلد جوان ہو جاتے ہیں اور بعض کو بہت وقت لگتا ہے۔ بہتوں کا قد معمول کے مطابق بڑھ جاتا ہے اور کئی ٹھگنے نظر آتے ہیں۔ لڑکیاں لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ جلد بالغ ہو جاتی ہے، جبکہ لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں پر سنجیدگی جلد طاری ہو جاتی ہے۔ یہ اختلافات نوجوانوں کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ کمزور، پست قد کی لڑکی زیادہ دوست نہیں بنا سکتی۔ زیادہ لمبے قد کا لڑکا اپنے کو بے ڈھنگا، بے ڈول محسوس کرتا ہے۔ بہت جلد بالغ ہو جانے والی لڑکی اپنے گروپ میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی، جبکہ بہت جلد بالغ ہونیوالا لڑکا اپنے گروپ میں احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ذاتی فرق کا احساس اس دور میں بہت شدید ہو جاتا ہے۔ اس لیے نوجوان نہایت ہی خود آگاہ نظر آتے ہیں۔

نوجوانوں کی نشوونما سے متعلق اختلافات صرف جسمانی پہلوؤں ہی میں نظر نہیں آتے بلکہ اُن کی نفسیاتی اور دیگر کیفیتوں میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض نوجوان سماج کے مختلف مظاہر کے خلاف بغاوت شروع کرتے ہیں جیسے مذہب کے نام پر کی جانے والی بے ہودگیاں، سیاسی بے راہ روی، سماجی مکروفن اور منافقت، طبقاتی لوٹ کھسوٹ وغیرہ ایسے مظاہر ہیں جن کے خلاف احتجاج کیا جاتا ہے۔

یہ ہیں وہ چند مسائل جو ثانوی مدارس کے طلبہ کے سامنے براہِ راست آتے ہیں لیکن بعض اور مسائل بھی ہیں جو تحقیقاتی رپورٹوں سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اسی قسم کی بعض تحقیقات ہمارے ملک میں بھی ہوئی ہیں۔ مثلاً 1960ء میں "آل انڈیا ایجوکیشنل اور ووکیشنل گائیڈنس ایسوسی ایشن" کے تحت ایک سروے عمل میں آیا جس میں طلباء کے مسائل معلوم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس تحقیق کے چند نتائج حسب ذیل ہیں:۔

- مجموعی طور طلباء کو طالبات کے مقابلے میں زیادہ مسائل درپیش ہیں۔
- ہوسٹلوں میں رہنے والے طلباء کو گھروں میں رہنے والے طلباء کے مقابلے

میں زیادہ مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

- لڑکیاں لڑکوں کی بہ نسبت اپنی غلطیاں زیادہ عرصے تک یاد رکھتی ہیں۔
- لڑکیوں کی نسبت لڑکے جنسی میلانات کا اظہار زیادہ کرتے ہیں، اور مخالف جنس کے ساتھ تعلقات کی پریشانیوں کا زیادہ ذکر کرتے ہیں۔

لڑکوں کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ مسئلے :

(1) بہت جلد دوسرے لوگوں کے اثر میں آجانا۔ اور

(2) والدین کے اثر ورسوخ کی کمی جس کی وجہ سے وہ سماج میں اونچا مقام حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں۔ طالبات کے سامنے صرف ایک مسئلہ ہے کہ وہ امتحان کے زمانے میں اتنا زیادہ گھبراتی ہیں کہ ٹھیک طرح سوالات نہیں کر سکتیں۔ اس کے علاوہ ایک زیادہ پریشان کن مسئلہ یہ ہے کہ ان کے گھروں میں ان کی رہنمائی غیر تسلی بخش ہے یعنی ان کے والدین کو مختلف شوق سے متعلق بہت کم معلومات ہے اس لیے پیشے کے معاملے میں وہ کوئی معقول مشورہ نہیں دے سکتے۔ اسی طرح والدین بچوں کو تعلیمی مشکلات میں مدد نہیں دے سکتے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں ہمارے ثانوی اسکولوں میں بہت سے طلبار ایسے ہیں جن کے گھرانوں میں اس سے پہلے باضابطہ تعلیم کا بہت کم رواج تھا اور یہ پہلی نسل ہے جو مدرسہ میں داخل ہوئی ہے اس لیے ان کو اپنے گھر کی علمی بے مائیگی کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔

اسی طرح بڑودہ یونیورسٹی نے 1966ء میں ایک سوالنامے کے ذریعے طلبار کے مسائل جاننے کی کوشش کی۔ معلوم ہوا کہ طلبار اور طالبات حسب ذیل قسم کی مشکلات محسوس کرتے ہیں۔

حالات کے ساتھ سازگاری حاصل کرنے میں دقت۔

صحت اور جسمانی خامیوں کی فکر۔

زود حسی۔ خوداعتمادی کا فقدان۔

اقتصادی اور مالی مشکلات

گھر کا پست ماحول۔

اسکولوں اور سماج کی بے سروسامانی۔

تعلیمی مضمرات اب ہم اس بات سے بحث کریں گے کہ مندرجہ بالا مسائل اور مشکلات کے متعلق تعلیمی اداروں میں کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔

روزگار کے بارے میں فکر۔

1967ء میں آل انڈیا ایجوکیشنل اینڈ ووکیشنل گائیڈنس ایسوسی ایشن نے بھی طلبا اور طالبات کی مشکلات کا ایک اسی قسم کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ:

* وہ زیادہ تر روزگار کے مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں۔
* وہ اقتصادی بدحالی کا شکار ہیں۔
* وہ تعلیمی اور پیشہ ورانہ مشکلات محسوس کرتے ہیں۔
* انھیں جنسی مسائل درپیش ہیں۔
* وہ جماعتی تعلقات اور دوسروں کے ساتھ اشتراکِ عمل کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔
* اپنے والدین کے ساتھ روایتی تعلقات قایم رکھنے میں الجھن محسوس کرتے ہیں۔

اِن مسائل کے پیشِ نظر سب سے اہم کام جو نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ ان مسائل کے مختلف پہلوؤں کو سمجھا جائے اور اس بنا پر مدد و مشورے کا ایک جامع اور ٹھوس پروگرام مرتب کیا جائے اور پھر اس پر عمل کیا جائے۔ تاکہ اس نازک مرحلے پر مسائل کا صحیح اور موزوں حل نکالا جاسکے۔

ثانوی تعلیم کے اداروں میں طلبا کی سازگاری کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ مدد و مشورے اور اصلاح کاری کی خدمات تشکیل دی جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی اسکولوں میں ایک بچے کا تعلق اُستاد کے ساتھ بہت قریبی ہوتا ہے کیونکہ یہاں ہر گریڈ یا کلاس کا ایک ہی اُستاد ہوتا ہے جو مختلف معنیٰ میں بچوں کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ بچوں کی پڑھائی لکھائی، کھیل و تفریح اور دیگر جماعتی مشاغل اُس کی زیرِ نگرانی تکمیل پاتے ہیں۔ لیکن یہ عمل ثانوی تعلیم کی منزل پر ختم ہو جاتا ہے۔ اب یہاں پر طلبا اساتذہ کے بجائے نصابی مضامین کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سے اُن کو ایک کی جگہ مختلف استادوں کی نگرانی میں تعلیمی کام کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورتِ حال میں اُن کی سازگاری کا مسئلہ مشکل ہو جاتا ہے۔

طلبار کو اسی منزل پر ایک نئی درس گاہ نئے لوگوں اور نئے ہم جماعتوں سے سابقہ پڑتا ہے ان سب کے ساتھ رابطہ قایم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بچے کو مناسب مدد بہم پہنچائی جائے۔

تعلیمی مسائل اور دقتیں اگرچہ کوئی نئی بات نہیں، پھر بھی ان کی اہمیت اس منزل پر زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ نصاب تعلیم کی مشکلات، سست رفتاری بعض مضامین کی ناپسندیدگی۔ چند اساتذہ کی مقبولیت، دیر فہمی وغیرہ، طالب علمانہ زندگی کی اسی منزل کی خصوصیات ہیں۔ اسی طرح کے مسائل سے نمٹنے کے لیے رہنمائی خدمات کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ ہزاروں طلبار و طالبات اس بات کے متلاشی نظر آتے ہیں کہ کسی بھی طرح ان کی رہنمائی کی جائے تاکہ وہ اپنی تعلیم میں خاطر خواہ ترقی کر سکیں۔

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے اس مرحلے پر طالب علم کو جذباتی، جسمانی اور سماجی تغیرات کا شدید احساس ہوتا ہے کہ کہیں وہ نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اُس میں احساس کمتری، تنہائی پسندی، حد سے زیادہ شرمیلاپن، بزدلی، عدم اعتماد، بددلی، بدظنی وغیرہ جیسی خرابیاں انتہائی حد تک بڑھ سکتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ طالب علم کی انفرادی مشکلات کو سمجھ کر اس کے لیے امدادی خدمات بہم پہنچائی جائیں تاکہ اُسے جذباتی افراتفری سے نجات ملے۔

اس مرحلے پر نوجوان میں اظہار ذات کا غیر معمولی شوق ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ ایسے مواقع ملیں جب کہ وہ اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کر سکے تاکہ اسے اپنی برادری اور دوسرے لوگوں میں عزت کا مقام حاصل ہو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان ہی باتوں کے لیے نوجوان پر ڈانٹ پڑتی ہے۔ جب وہ کھیل کود اور دیگر نمائشی پروگراموں میں حصّہ لیتا ہے تو اُسے تنبیہہ کی جاتی ہے کہ ایسا کرنے سے وہ پڑھائی میں پیچھے رہ جائے گا۔ بلکہ کبھی کبھی تو اُسے ایسے مشاغل میں حصّہ لینے سے زبردستی روکا بھی جاتا ہے اس طرح کی مسلسل ہمت شکنی کی وجہ سے وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے سے محروم رہتا ہے۔

ہر فرد میں آگے بڑھنے کی زبردست خواہش ہوتی ہے۔ وہ اونچی سے اونچی کامیابی

حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ کامیابی اُس کے ذاتی تصوّر کو بلند و بالا کر دیتی ہے اس میں خود اعتمادی، دلیری اور قوتِ فیصلہ پیدا کرتی ہے اس کے برعکس ناکامی شدّت کا احساسِ کمتری، بزدلی، عدم اعتمادی اور تذبذب پیدا کرتی ہے۔

اظہارِ ذات کی خواہش اور کامیابی کی چاہ دونوں اس بات کی متقاضی ہیں کہ اُسے مناسب قسم کی رہنمائی حاصل ہو تاکہ وہ اپنے دل پسند مشاغل کے ذریعہ اپنی شخصیت کا اظہار کر سکے اور ساتھ ہی اُن میں اُسے کامیابی حاصل ہو۔

اس منزل پر طالب علم کو اپنی کمزوریوں اور صلاحیتوں کو سمجھنے کی ضرورت شدید طور پر محسوس ہوتی ہے جب کہ اس میں اپنی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کسی مقصد کو حاصل کرنے کی زبردست تڑپ ہوتی ہے۔ اپنی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ کیے بغیر اکثر طلباء اپنی کمزوریوں سے چشم پوشی کرتے ہیں اور اپنے منصوبے بنا لیتے ہیں کہ انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً کوئی بچہ ماں باپ کے کہنے پر یا یار دوستوں کی دیکھا دیکھی۔ پر ایسے مضامین لیتا ہے جو اس کی قابلیت سے ماورا ہوتے ہیں اُن کے مطالعے سے اُسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور بالآخر وہ ناکام ثابت ہوتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اسکول میں ایسی خدمات حاصل ہوں جو طلباء کو اپنی کوتاہیوں اور صلاحیتوں سے صحیح طور پر واقفیت کرائیں۔

اس بات کا تعلق ثانوی مدرسے کے طلبہ کے پیشہ ورانہ رہنمائی کے ساتھ بھی ہے یعنی اس منزل پر انھیں دُنیائے روزگار کے لوازمات سے بھی واقف ہو جانا چاہیے زندگی کے پیشہ ورانہ مسائل اتنے نازک اور پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں کہ نوجوان ٹھیک طرح سے یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ کس پیشے کو تعلیم کے بعد اختیار کرے یا دورانِ تعلیم کس پیشے کے لیے بنیادی مضامین کا مطالعہ کرے۔ بہرحال اُسے یہ فیصلہ کرنا ہی ہوگا۔ اس فیصلے کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ اُسے کونسا پیشہ اختیار کرنا ہوگا۔ جس میں اس کی کامیابی کے امکانات نمایاں ہوں اور دوسرا یہ کہ اس پیشے کی تیاری کے لیے کونسے مضامین مفید ثابت ہوں گے اور کس کالج میں داخلہ کے لیے تیاری کرنی ہوگی۔ اس طرح کے فیصلے کرنے میں کافی واقفیت کی ضرورت ہے سب سے پہلے

تو ایک نوجوان کو اپنے آپ سے مکمل طور پر واقف ہونا چاہیے۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کس طرح کے تعلیمی اور غیر تعلیمی مشاغل اس کی شخصیت کے بامعنی ابھار کے لیے لازمی ہونا چاہیے کہ سماج میں حقیقی طور پر کون سے مواقع موجود ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کر سکتا ہے۔ اس قسم کی معلومات استاد کے رسمی درس میں شامل نہیں ہوتی۔ وہ صرف تعلیمی مواد کو بچوں تک پہنچانا کافی سمجھتا ہے اس لیے محسوس کیا جاتا ہے کہ ثانوی اسکولوں میں چند ایسے ماہرین کا ہونا لازمی ہے۔ جو طلبا کی جذباتی، نفسیاتی جانچ اور دیگر ضروریات کا پتہ لگا سکیں۔

(ج) رہنمائی خدمات کی تنظیم ہم نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ثانوی اسکولوں میں رہنمائی خدمات کی کس قدر ضرورت ہے۔ اب ہم اس حصے میں اُن ضروری خدمات کا ذکر کریں گے جو رہنمائی پروگرام کے تحت ثانوی اسکولوں میں منظم کی جا سکتی ہیں۔ یہاں ہمیں ایک بار پھر رہنمائی خدمات کی بنیادی رُوح کو سمجھنا ہوگا۔ اگرچہ رہنمائی کی بنیادی معنیٰ میں اس منزل پر کوئی فرق نظر نہیں آتا تاہم موقع اور ماحول کے لحاظ سے رہنمائی کے معنیٰ یوں بتائے جاتے ہیں کہ ثانوی تعلیم کی منزل پر رہنمائی خدمات کے ذریعے ایک طالب علم میں خود شناسی کی صلاحیت اُجاگر ہوتی ہے اور وہ مفید مضامین کے مطالعہ کے ذریعے سے زندگی کے ایک بامعنیٰ شعبے یعنی پیشے کی تیاری کرنے لگتا ہے۔

رہنمائی خدمات کو مؤثر انداز میں منظم کرنے کی خاطر حسبِ ذیل باتوں کی طرف خصوصی توجہ دینا لازمی ہے۔

رہنمائی پروگرام طلبا، اسکولوں اور بستی کی ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر تشکیل دیا جانا چاہیے۔ ایک خاص ثانوی اسکول میں طلبا کی جو نہایت ہی اہم ضرورتیں ہوں اور جو اسکول کے تعلیمی پروگراموں کے منافی نہ ہوں، ان کو بنیاد مان کر رہنمائی پروگرام شروع ہونا چاہیے۔

نوجوانوں کی ضرورتوں کی شناخت کرنے کے لیے مختلف قسم کے ماہرین چنداں درکار نہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ نفسیاتی ضروریات معلوم کرنے کی غرض سے ماہرِ نفسیات سماجی ضرورتوں کی خاطر ماہرِ سماجیات، تعلیمی ضرورتوں کے لیے ماہرِ تعلیمات کی خدمات

حاصل کی جائیں۔ ایسا کرنے سے نوجوان مشکل میں پڑجائے گا۔ بہت سے اجنبی لوگ اس کی ضروریات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ رہنمائی کا مطلب فرد پر حد سے زیادہ توجہ دینا نہیں بلکہ اتنی توجہ دینا چاہیے کہ جس کا وہ مستحق ہو، یہ سب کام ایک تربیت یافتہ اسکول صلاح کار آسانی سے کر سکتا ہے۔ رہنمائی کا جو کام بھی ہاتھ میں لیا جائے۔ وہ واضح ہو اور اس کے مقاصد صاف ہوں۔ اگرچہ رہنمائی کا کام طلبار کی انفرادی ضرورتوں پر مرکوز ہوگا پھر بھی یہ جاننا لازمی ہے کہ کسی مخصوص طالب علم کے ساتھ کس طرح کا کام کیا جانا چاہیے۔ اسکول کے باقی کارکنان جیسے پرنسپل یا اور اساتذہ کو اچھی طرح سے واقف ہونا چاہیے کہ رہنمائی کے نام سے کیا کام ہو رہا ہے اور کس غرض سے ہو رہا ہے۔ صرف اتنا ہی ضروری نہیں بلکہ مختلف اوقات پر رہنمائی کے کام کا جائزہ لیا جانا چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس طرح کی خدمات کا واقعی کوئی فائدہ حاصل ہوا ہے یا اس میں کبھی اصلاح اور ترمیم کرنے کی ضرورت ہے۔
ایک بامعنی رہنمائی پروگرام کو تشکیل دینے کے لیے ثانوی اسکول کے اساتذہ اور پرنسپل کے تعاون کی بہت ضرورت ہے۔ اس لیے رہنمائی کے لوازمات، مقاصد اور نتائج سے اساتذہ اور پرنسپل کو باخبر کیا جانا چاہیے۔ یہ بات مکمل طور پر واضح کی جائے کہ رہنمائی کا کام ایک طرح کے اتحاد اور اشتراک عمل پر منحصر ہے۔ اور اس کے نتائج اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ پروگرام اساتذہ کی سندِ قبولیت حاصل نہ کرلے۔ اساتذہ کا تعاون حاصل کرنے کی خاطر چند باتوں پر عمل کرنا مفید ہوگا۔

- ہر استاد کو کسی نہ کسی طرح رہنمائی کے کام میں شامل کرنا چاہیے۔
- طلبار کے مسائل پر ان کے متعلق استادوں کے ساتھ بات چیت کرنا چاہیے۔
- بہتری اور صلاح کاری کی راہیں تلاش کرنے میں تمام اساتذہ کی رائے معلوم کرنا چاہیے۔
- صلاح کار کو اساتذہ کے ساتھ تعلقات بڑھانا چاہییں۔
- اساتذہ کو ان کے صحیح مشوروں کے لیے سراہنا چاہیے۔
- رہنمائی کے کام کو انجام دینے میں پرنسپل کا اعتماد حاصل کرنا چاہیے۔

اساتذہ اور پرنسپل کا جب تعاون اور حمایت حاصل ہو تو ایک ثانوی اسکول میں رہنمائی کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ صلاح کار

کا کام باہمی تعاون اور اتحادِ عمل سے روز بروز بہتر ہوتا جائے گا اور اس کا نتیجہ بچوں کی نشو و نما میں ظاہر ہوتا رہے گا۔

ثانوی اسکولوں کے رہنمائی پروگرام کی تین تنظیمی اکائیاں ہیں: (1) شاگرد (2) اُستاد اور (3) صلاح کار۔

شاگرد ہر طالب علم کو رہنمائی خدمات کی ضرورت کا احساس ہونا چاہیے۔ اس غرض سے انھیں رہنمائی اور صلاح کاری کے بنیادی مقاصد سے روشناس کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسکول صلاح کار سے مدد سے ایسے اجتماعات منعقد کیے جائیں اور بچوں کی ضرورتوں کو واضح کرکے رہنمائی اور صلاح کاری کے فوائد بیان کیے جائیں۔ ثانوی اسکول کے طلبار کو رہنمائی کاموں میں دل چسپی لینی چاہیے تاکہ صلاح کار پورے انہماک کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتا رہے۔ اگر طلبار اس کام کو بھی رسمی تعلیم کی طرح سمجھنے لگے۔ تو رہنمائی سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

طلبار کو اپنا تعاون پیش کرنے کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اپنے لیے طے شدہ مقاصد کی طرف پوری جانفشانی کے ساتھ قدم اٹھائیں اور رہنمائی کی غرض سے حاصل شدہ واقفیت کا بھرپور استعمال کریں۔ ایسا کرنے سے رہنمائی کے پروگرام کا جائزہ لینے میں بھی آسانی ہوگی اور مزید بہتری کے منصوبے تیار کیے جاسکیں گے۔

اُستاد ثانوی اسکول کا استاد رہنمائی پروگرام کی کامیابی کا ضامن ہوسکتا ہے۔ وہ نہایت ہی آسانی کے ساتھ رہنمائی خدمت میں ایک موثر مددگار ثابت ہوسکتا ہے اُسے صرف چند باتیں اپنے روزمرّہ کے تعلیمی مشاغل میں شامل کرنے میں جن سے رہنمائی اور صلاح کاری مقاصد بھی حاصل ہوتے رہیں گے۔ مثال کے طور پر:

وہ طلبار کے مختلف مسائل کی چاہے وہ درس و تدریس سے متعلق ہوں یا نہ ہوں۔ کی شناخت کرنے میں مدد کرسکتا ہے۔

وہ اسی مشاہدات کی بنا پر طلبار کے کردار، چال چلن اور سماجی تعلّقات کے بارے میں مفید مشورے دے سکتا ہے۔

طلبار سے متعلق تمام معلومات کو صلاح کار کے حوالہ کرکے مزید بہتری کی صورتیں تجویز کرسکتا ہے۔

اُستاد کو رہنمائی کے کام میں شامل کرنے کا سب سے بڑا مقصد تو یہ ہے کہ پورے اسکول کے عملہ کو کسی بھی طرح سے یہ گمان نہ ہو کہ رہنمائی صرف ایک فردِ واحد کا کام ہے جس کا نام صلاح کار ہے بلکہ یوں سمجھا جائے کہ ثانوی اسکول کا ہر ایک استاد جس کو طلبار کے ساتھ کسی نہ کسی طرح کا تعلق ہے۔ رہنمائی خدمات انجام دینے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ جو استاد اپنے طلبار کی ضرورتیں سمجھ کر اسباق تیار کرتا ہے اُس کا کام بھی اسی طرح رہنمائی کا کام ہے، جیسا کہ ایک صلاح سکار جو طلبار کی صلاحیتیں شناخت کر کے اُن کی رہنمائی کرتا ہے۔

صلاح کار

ابتدائی اسکول سے متعلق رہنمائی پروگرام کی بات کرتے وقت ہم نے کہا تھا کہ اُس مرحلے پر کسی بھی قابل، محنتی اور محبت سے کام کرنے والے استاد کو رہنمائی کا کام سپرد کرنا مفید ہوگا۔ لیکن ثانوی مدرسہ میں ایک علیحدہ صلاح کار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس منزل پر رہنمائی کی نوعیت کچھ اس طرح کی ہو جاتی ہے کہ اُن کے لیے مخصوص قابلیت، مہارت، مشاہدہ اور تجربہ درکار ہے۔ یہاں رہنمائی کا کام ٹھیک طرح کرنے کے لیے زیادہ علم کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے صلاح کار مقرر کیا جاتا ہے، جس کا مدرسہ کے تدریسی کاموں میں کوئی حصّہ نہیں ہوتا۔ ایک اسکول صلاح کار ثانوی مدرسہ میں رہنمائی کا کام حسبِ ذیل طریقے سے منظم کرتا ہے۔

تعارفی پروگرام

وہ اسکول کے پرنسپل، اساتذہ اور طلبار کو رہنمائی کے بنیادی مقاصد سے واقف کرتا ہے اس غرض سے وہ کبھی خود اپنا اور دوسروں کا تیار کیا ہوا لٹریچر مہیا کرتا ہے۔ اساتذہ کے ساتھ اپنی نجی ملاقاتوں میں رہنمائی خدمات کا ذکر کرتا ہے اور پرنسپل کو بھی اپنے اعتماد میں لیتا ہے۔

لازمی خدمات کی فراہمی

اس مرحلے پر جن رہنمائی خدمات کی زیادہ ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ انھیں ترتیب دے کر شروع کیا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلی خدمت تجزیۂ شخصی ہے اس کے لیے مجموعی ترقی ریکارڈ کی تفصیلات کے مطابق ضروری معلومات کو جمع کیا جاتا ہے اور پھر اسی معلومات کو اساتذہ تک ایک ایسے انداز میں پہنچایا جاتا ہے کہ وہ طلبہ کے لیے فائدہ مند

تعلیمی اور غیر تعلیمی منصوبے تعمیر کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ معلوماتی خدمت بھی شروع ہو جاتی ہے۔ طلبار مختلف مضامین، مالی امداد، پیشوں وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔ صلاح کاری کی خدمت بھی شروع ہو جاتی ہے، طلبار صلاح کار کی مدد سے فرداً فرداً یا جماعت کی صورت میں مختلف دشواریوں کا حل ڈھونڈ نکالتے ہیں۔

نفسیاتی جانچ پرکھ رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ طلبار کے بارے میں مصدقہ معلومات دستیاب ہوں۔ یہ معلومات نفسیاتی آزمائشوں کے ذریعہ حاصل کی جاتی ہے۔ ان آزمائشوں کو معیاری بنانے کی خاطر نہایت ہی احتیاط اور کاوش کے ساتھ کام کیا جاتا ہے۔ جانچ کا یہ پروگرام اسکول صلاح کار کے کام کو کافی مقبول بناتا ہے اور ہر شخص اس میں دلچسپی لیتا ہوا نظر آتا ہے۔

آزمائشوں کے ذریعے سے جو معلومات فراہم ہوتی ہیں ان سے ثانوی اسکول میں طلبار کو طرح طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(1) طلبہ اپنی مشکلات کو صحیح پس منظر میں دیکھ کر سنجیدگی کے ساتھ اپنے لیے راہِ عمل تلاش کرتے ہیں۔

(2) اسکول کا عملہ یعنی اساتذہ وغیرہ طلبہ کے بارے میں بنیادی جانکاری حاصل کر کے ان کی ذاتی نشو و نما کے لیے انفرادی منصوبے تیار کرتے ہیں۔

(3) اسکول کے عملہ کو اس جماعت کی پروان چڑھتی ہوئی شخصیتوں کی صورت حال کا اندازہ لگ جاتا ہے جس میں انھیں ایک تعمیری رول ادا کرنا ہے۔

صلاح کار کی تعلیم و تربیت ثانوی اسکول کا رہنمائی پروگرام اس وقت تک بے معنی ہے جب تک کہ پوری رہنمائی تنظیم کا سربراہ یعنی صلاح کار اپنی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے موزوں نہ ہو۔ اس کی قابلیتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اچھا خاصا تعلیم یافتہ ہو۔ اُسے علم و دانش کی روشنی حاصل ہو۔ نفسیات، سماجیات اور فلسفے پر اس کی نظر ہو، رہنمائی اور صلاح کاری کی ضروری تربیت سے آراستہ ہو، یعنی رہنمائی کی جزئیات سے مکمل طور پر واقف ہو نفسیاتی آزمائشوں کو استعمال کرنے اور پھر حاصل شدہ معلومات کی تعبیر کرنے میں ماہر ہو۔

تکنیک کے لحاظ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ صلاح کار ایسا ہونا چاہیے جو علم نفسیات میں ایم۔اے کی ڈگری کا حامل ہو اور رہنمائی میں مطالعہ خصوصی کی سند حاصل کر چکا ہو۔

یہاں اس بات کا ذکر بیجا نہ ہوگا کہ اس سلسلے میں نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ کے زیر اہتمام رہنمائی اور صلاح کاری کے موضوع پر ایک سال کا ایک تربیتی کورس ہوتا ہے، جو اس کام کے لیے نہایت ہی فائدہ مند ہے کہ ثانوی مدارس کے صلاح کاروں کے لیے اس قسم کی تربیت لازمی اور بنیادی قرار دینی چاہیے۔

تعلیمی و تربیتی تحصیل کے علاوہ بعض اور خصوصیات ایک صلاح کار میں ہونا چاہیے۔ ایک تحقیقی مطالعہ میں حسب ذیل خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(1) خیر (2) خلوص (3) اچھی شخصیت (4) نیک چال وچلن (5) اچھی صحت (6) عقل سلیم (7) جذباتی توازن (8) ملنساری (9) پسندیدہ سماجی تعلقات (10) بچوں کے تئیں ہمدردانہ رویہ (11) لوگوں میں دلچسپی (12) قیادت کی خوبی (13) رہنمائی کاموں میں شغف وغیرہ وغیرہ۔

ہندوستان کے اسکولوں یا کالجوں میں جہاں کہیں رہنمائی کا تھوڑا بہت کام ہوتا ہے وہاں بھی چند خوبیوں کو سراہا گیا ہے جو صلاح کاروں میں لازمی طور پر ہونی چاہییں ان میں حسب ذیل خوبیاں اہمیت کی حامل ہیں۔

صلاح کار میں یہ خوبی ہونی چاہیے کہ وہ طلبا یا ضرورت مندوں کے احوال سننے میں دلچسپی کا اظہار کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ طلبا کے مسائل کو توجہ سے نہ سنے اور خود اپنی باتیں کرتا رہے۔ کیونکہ اس صورت میں کسی طرح کی ہمدردی کا رویہ نہیں ابھر سکتا اور نہ ہی رہنمائی کے لیے نفسیاتی ماحول تیار ہو سکتا ہے۔ صلاح کار کو چاہیے کہ وہ طلبا کے ساتھ بامعنی گفتگو شروع کرے تاکہ اُن کو احساس ہو کہ اُن کی بات سمجھی جا رہی ہے اور ان کی طرف پوری توجہ بھی دی جا رہی ہے۔

صلاح کار طلبا کا اعتماد حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اُس کے بغیر بہتری کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔ بچوں کا اعتماد لازمی ہے۔ اعتماد یوں ہی پیدا نہیں ہو جاتا طلبا کو احساس دلانا پڑتا ہے کہ ان کی بات صرف سنی ہی نہیں جائے گی بلکہ ان کی ضروری مدد بھی کی جائے گی اور ان کی تمام باتیں راز کی صورت میں محفوظ رہیں گی۔ ان

ی حوصلہ افزائی ہوگی اور ان کے جذبات کی قدر ہوگی۔ اُن کی ذات کے ساتھ وابستگی کا اظہار کرنے سے ان میں اعتماد پیدا ہوگا اور پھر ان کے مسائل پر غور و فکر کر کے حل ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ اس طرح اعتماد کی بنیاد پکی ہوگی۔

صلاح کار کا حسّاس ہونا بھی اس کے پیشے کے لیے لازمی ہے۔ ایک حسّاس صلاح کار کی نظریں فوراً اُن باتوں کو تاڑ لیتی ہیں جو طالب علم کی پریشانی کے لیے صحیح معنوں میں ذمّہ دار ہیں، وہ صرف ظاہری علامات کے سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتا بلکہ اُن کی تہہ اور اصلیت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور کسی ٹھوس اور تعمیری منصوبے کو ترتیب دے کر مسائل کو حل کرتا ہے۔

رہنمائی اور صلاح کاری

(ج) ثانوی اسکول کے صلاح کار کی ذمّہ داریاں

پر لٹریچر کے وسیع مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسکول صلاح کاروں کی ذمّہ داریوں پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں اگرچہ کوئی بنیادی اختلاف رائے یا انتہا پسندی نظر نہیں آتی تاہم ہر ایک مصنف صلاح کاروں کی ذمّہ داریوں کے متعلق اپنی فہرست پیش کرتا ہے۔ ہم ان تمام ذمّہ داریوں کو تین شعبوں میں تقسیم کر کے پیش کریں گے۔

(1) طلبا سے متعلق ذمّہ داریاں۔
(2) اسکول سے متعلق ذمہ داریاں اور
(3) سماج سے متعلق ذمّہ داریاں۔

آئیے ان کا الگ الگ جائزہ لیں۔

طلبا سے متعلق ذمّہ داریوں میں مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں۔

ثانوی اسکول کے طلبا کو ان کی کوتاہیوں اور صلاحیتوں کی واقفیت بہم پہنچانا ایک صلاح کار تجزیۂ شخصی سے واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے یہ بات کچھ مشکل نہیں کہ ایک طالب علم کے متعلق ساری ضروری واقفیت حاصل کر کے اُسے ٹھیک ٹھیک اور مناسب انداز میں سمجھائے۔ اُس کی مشکلات کو سمجھ کر اصلاح اور تلافی کے پروگرام بنائے، اس کی مطالعے کی عادت کو بہتر بنانے کے مشورے، اُس کے سماجی تعلّقات اگر کسی وجہ سے خراب ہوں تو ان کو صحت مند بنانے کی ترکیبیں تجویز کرے۔

اس کی گھر کی مالی حالت خراب ہو، تو جزوقتی روزگار کے بارے میں معلومات بہم پہنچائے۔ نیز اس طرح کے کام حاصل کرنے میں اس کی مدد کرے۔ دورانِ تعلیم اس کو مفید پیشہ ورانہ باتیں سمجھائے جن میں روزگار کے لوازمات اور سہولیات، کام کے حالات اور ماحول وغیرہ کے بارے میں جانکاری فراہم کرے تاکہ طالب علم اپنے پیشہ ورانہ مشاغل کی موزوں منصوبہ بندی کے ساتھ کر سکیں۔ اور اپنے اردگرد کے ماحول میں پائے جانے والے روزگار کے مواقع کی واقفیت بڑھا سکے۔ اُسے صرف اتنا ہی معلوم نہ ہو کہ کون سے روزگار میسر ہیں بلکہ ان کے انتخاب میں اس کی صحیح رہنمائی کرنی چاہیے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پیشوں سے متعلق جانکاری کہاں کہاں سے ملتی ہے۔ جو طلبار فوراً کسی روزگار کو اپنانا نہ چاہتے ہوں اُن کو مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مالی امداد کے وسائل سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ اپنی تعلیم کو آگے جاری رکھ سکیں۔

طلبہ کو زندگی کے مقاصد متعین کرنے میں اُن کی مدد کرے۔ اس بات کے لیے ضروری ہے کہ صلاح کار طلبار میں خودشناسی اور خودآگہی کی صلاحیت بڑھائے اُن کو آزمائشوں اور دیگر طریقوں سے جمع کی ہوئی معلومات کا مطلب سمجھائے تاکہ وہ اپنے متعلق کسی غلط فہمی کے شکار نہ ہوں، وہ اپنے آپ کو ٹھیک طرح سے سمجھیں اور اپنے لیے ایسے مقاصد کا تعین کریں جن کے حصول سے ان کو ذاتی مسرت ملے اور سماج کو بھی فائدہ ہو۔ حقیقت میں ایک طالب علم کے سامنے یہ سب سے مشکل سوال ہوتا ہے کہ اُسے اپنی زندگی میں کس طرح کا رول ادا کرنا چاہیے اگر سوال حل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایک اسکول صلاح کار کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ طالب علم کو ایک حقیقت پسندانہ رول ادا کرنے کی ترغیب دے اور اُسے زندگی کے اعلیٰ مقاصد سے متعارف کرائے۔

طلبار کی تعلیمی، ذاتی، سماجی اور پیشہ ورانہ مشکلات کے حل کرنے میں اُن کی مدد کرے۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں کہ ایک ثانوی مدرسہ کے صلاح کار کی تعلیم و تربیت کی آزمائش ہوتی ہے کہ وہ کتنا بُردبار، انسان دوست اور مخلص آدمی ہے۔ وہ بچوں کے مسائل میں کس طرح کی دلچسپی کا اظہار کرتا ہے۔ ان کی ذاتی اُلجھنوں کو ایک خاموش تماشائی کی طرح سنتا ہے یا پورے انہماک کے ساتھ، ان کے تعلیمی مسائل کو فقط معلوم کرتا ہے یا ٹھوس تعمیری تجاویز بھی پیش کرتا ہے۔ یہاں پر

اُس کی صلاح کاری کی علمیت کا بھی امتحان ہوجاتا ہے کہ وہ کس اعتماد کے ساتھ صلاح کاری کی خدمات انجام دے سکتا ہے۔ وہ طلبار میں خوف وہراس کی جگہ محبت، اور خوداعتمادی پیدا کرنے میں کس قدر کامیاب ہے۔ طلبار اسی کے سامنے اپنے مسائل رکھنے میں کس طرح کا تحفظ محسوس کرتے ہیں انھیں ایک خوددار فرد کا سلوک ملتا ہے یا نہیں؟

صلاح کار کی اسکول سے متعلق ذمّہ داریوں میں حسب ذیل باتیں شامل ہیں:۔

صلاح کار اسکول کے اساتذہ کو طلبار کی شخصیت سے متعلق بنیادی واقفیت اور جانکاری فراہم کرے تاکہ اساتذہ جماعت میں تعلیم کے ایسے پروگرام تشکیل دیں کہ ہر طالب علم کی انفرادیت پنپ سکے۔ اس نکتہ کی بعض لوگوں نے مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صلاح کار کے پاس طلبار کے بارے میں جو معلومات ہوتی ہیں وہ راز کی صورت میں ہوتی ہیں لہٰذا صلاح کار کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ طلبار کا اعتماد کھوکر اُن کے شخصی حالات و واقعات دوسرے لوگوں کو بتائے۔ اس مسئلے کو دو طرح سے حل کیا جاسکتا ہے ایک تو یہ کہ صلاح کار کسی خاص طالب علم کا نام لے کر اساتذہ کو اس کے حالات نہ بتائے بلکہ وہ ایک خاص گروپ کی بات کرتا ہے، اس میں جتنے طلبا رہی اُن کی دلچسپیوں تعلیمی پیش رفت وغیرہ کے بارے میں عام تجاویز رکھے۔ اس طرح سے صلاح کار پر امانت میں خیانت کرنے یا بددیانتی کا الزام عائد نہیں ہوسکتا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی خاص طالب علم بعض شدید قسم کی مشکلات میں پھنسا ہو، تو اُس کی اجازت سے اس کے معاملے پر اُس کے اساتذہ کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ صلاح کار کو چاہیے کہ طلبار کو صحیح طور سے جانچنے پرکھنے میں وہ اساتذہ کی مدد کرے۔ کبھی کبھی اساتذہ کے سامنے یہ مسئلہ رہتا ہے کہ محض علمی تحصیل کی جانچ سے طالب علم کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا ہے اس کے لیے چند اور طریقے استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر نفسیاتی آزمائش قابلیت کے آزمائشی مقابلے، تجزیۂ شخصیت کی آزمائش، وغیرہ اپنانی پڑتی ہیں ان سب کا استعمال ان کے نتائج کی وضاحت اور تعبیر و تشریح اور پھر حاصل شدہ واقفیت کی بنا پر لائحہ عمل تیار کرنا۔ یہ سب صلاح کار کی مدد اور مشورے سے ہوتا ہے۔

بعض اساتذہ کو طلبار کے اجتماعی مشاغل کی ذمّہ داری دی جاتی ہے، مثلاً طلبار کی

چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر اُن کے مسائل سمجھنا، ان کو مختلف قسم کے کلچرل پروگراموں میں مصروف رکھنا وغیرہ۔ صلاح کار ایسے اساتذہ کو ان ذمہ داریوں کے بحسن وخوبی نبھانے کے لیے مفید مشورے دے سکتا ہے، کیونکہ اُسے جماعتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا گہرا علم ہوتا ہے۔ اس کا قطعی یہ مطلب نہیں کہ جو اساتذہ ایسے مشاغل تنظیم دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں وہ بھی خواہ مخواہ صلاح کار کا مشورہ حاصل کریں۔ وہ خود جیسے چاہیں، اپنے فرائض انجام دیں۔ لیکن صلاح کار کا مشورہ اُن کو اپنا کام زیادہ آسانی کے ساتھ انجام دینے میں مدد دے گا۔

صلاح کار استادوں کے ساتھ مل جل کر طلبا کے مسائل کا خاطر خواہ حل تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اُستاد ہی ایک ایسا شخص ہے جس کی نگاہ میں طالب علم کافی دیر تک رہتا ہے اور جس کے مشاہدے میں اس کی زندگی کے مختلف پہلو آتے ہیں۔ اس لیے طلبار کے مسائل حل کرنے کی خاطر صلاح کار صرف اپنی ذاتی صلاحیتوں کو ہی کام میں لائے، بلکہ اساتذہ کا تعاون حاصل کر کے طلبار کی بہتری کے منصوبے مرتب کرے۔ اسکول کے عام مشاغل میں بھی صلاح کار ایک تعمیری رول ادا کر سکتا ہے، تعارفی مجالس کا اہتمام کرنا تاکہ وہ اسکول کے مختلف شعبوں کے بارے میں مکمل واقفیت حاصل کر سکیں، اسکول کے مختلف غیر تعلیمی مشاغل اور تفریحی پروگراموں کو منظّم کرنے میں مشورہ دینا کیونکہ صلاح کار طلبار کی عام دلچسپیوں سے واقف ہوتا ہے۔

طلبار کے لیے نصابِ تعلیم تیار کرنے میں بھی صلاح کار اہم رول ادا کر سکتا ہے وہ ایسا تعلیمی پروگرام وضع کرنے میں اساتذہ کی مدد کرے جس سے طلبار کی شخصیت کی مناسب نشو ونما ہو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ نصاب کی کتابوں کو مرکزی توجہ دیتا ہے اس لیے طلبار صرف کتاب پڑھنے اور امتحان کی تیاری میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں، اس طرح سے رٹی ہوئی معلومات اُن کی زندگی میں کسی کام نہیں آتیں۔ مگر جو نصاب رہنمائی کے اصولوں کو مدِّ نظر رکھ کر تیار کیا جاتا ہے۔ اسی لیے یہ بات صلاح کار کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ نصاب ترتیب دینے میں اسکول کی مدد کرے۔

صلاح کار کا کام ہے کہ اسکول کے عملہ کو ایسے پروگراموں سے روشناس کرائے

ئن سے طلبار کا ذہنی توازن اور تعلیمی ماحول پُرسکون رہ سکے۔ طلبار معمولی سی باتوں کے غم میں مبتلا رہ کر اپنی شخصیت کو تباہ کر سکتے ہیں۔ صلاح کار اپنی کوششوں سے اسکول میں خوف و ہراس کے ماحول کو ختم کر کے طلبا کے لیے حالات سازگار کرتا ہے اور گھریلو حالات پیدا کرنے میں اسکول کے عملہ کی مدد کرتا ہے۔ کبھی استاد کو یہ بات تعمیری نظر آتی ہے کہ کلاس میں ایسے طلبار کی ملامت کی جائے جو اسکول کا کام بروقت اور ٹھیک طرح سے نہیں کرتے۔ لیکن اس کی نگاہ میں اس کا دوسرا پہلو نہیں آتا کہ یہ بات طلبار کی شخصیت پر کیا اثر ڈال سکتی ہے۔ جو استاد کے نزدیک معمولی بات ہے۔ طالب علم کے نفسیاتی تقاضے سمجھنے کی خاطر رہنمائی خدمات سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ صلاح کار کی یہ ذمہ داری ہے کہ اساتذہ کو گاہے بہ گاہے ایسی باتوں سے روشناس کرائے اور نفسیاتی مطالعے کی ترغیب دے، تاکہ طلبار کے ساتھ ساتھ اُن کے اساتذہ بھی رہنمائی کی اہمیت سے باخبر ہو جائیں۔ اُن کو یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہیے کہ صلاح کار ان پر چھایا جا رہا ہے۔ بلکہ اُن کو یہ سمجھنا چاہیے کہ رہنمائی کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس میں طلبار، اسکول اور اساتذہ سب کی بہتری کا پیغام ہے۔

سماج سے متعلق بھی صلاح کار کی بعض ذمہ داریاں ہیں، جن سے اُسے عہدہ برآ ہونا چاہیے۔ اسکول میں جو بچے تعلیم و تربیت کی خاطر آتے ہیں وہ ایک خاص جگہ، ایک خاص گھریلو ماحول اور ایک خاص تمدنی ورثہ کے ساتھ آتے ہیں۔ ان کے والدین کی اسکول کے ساتھ چند امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ پوری سوسائٹی اسکول کے تعمیری پہلوؤں پہ نظر رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے اسکول صلاح کار کی ذمہ داریوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

صلاح کار کی سب سے پہلی ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ اسکول میں یوم والدین منا کر طلبار کے والدین کو اُن کی اولاد سے متعلق مختلف قسم کی جانکاری فراہم کرے اور اسکول کے تعمیری کاموں کو انجام دینے میں ان کا پورا پورا تعاون حاصل کرے۔

گھر اور اسکول کے درمیان ایک مضبوط رشتہ قایم کرے تاکہ طلبار کے والدین خوشی سے اسکول کے تعلیمی مشاغل میں اپنا تعاون دے سکیں۔ یہ بات اس لیے ضروری ہے کہ طالب علم اپنا بیشتر وقت گھر پر گذارتا ہے۔ اگر اس دوران میں اس کی زیادہ

اُمّید نہیں کی جاسکتی ۔ اس لیے اسکول صلاح کار والدین کو اعتماد میں لے کر طلبار کی گھریلو زندگی کے سدھارنے کی راہیں تجویز کرسکتا ہے۔

گھروں کے علاوہ صلاح کار ایسی تنظیموں کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ سکتا ہے، جو سماجی تعلیمی اور پیشہ ورانہ بہبود کے کاموں پہ لگی ہوئی ہیں۔ ان تنظیموں کی مدد سے وہ اسکول کے طلبار کے لیے نہایت ہی مفید اور کارآمد معلومات جمع کرسکتا ہے۔ بلکہ اِن تنظیموں کے وسیلے سے مستحق طلبار کے لیے مالی امداد اور دیگر قسم کی سہولتیں حاصل کرسکتا ہے۔ چونکہ ثانوی تعلیم کا فوری مقصد یہ ہے کہ طالب علم کوئی نفع بخش کام کرنے کا اہل بن جائے۔ اس لیے صلاح کار کے اہم فرائض میں یہ بات آتی ہے کہ وہ اپنے گرد و نواح کے تمام روزگاری وسائل کا جائزہ لے اور ایسے لوگوں کے ساتھ رابطہ قایم کرے جو ان وسائل کا اہتمام کرتے ہوں۔ اس طرح اس کو ایسے طلبار کو روزگار دلانے میں مدد ملے گی جو اعلیٰ تعلیم کے لیے جانا چاہتے ہوں ۔ اسی طرح سے صلاح کار کو ان تعلیمی اداروں سے بھی پورے طور پر واقف ہونا چاہیے جن میں ثانوی مدرسے کے فارغ التّعلیم طلبار داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ثانوی مدرسہ کی آخری جماعت کے طلبار کو ایسے اداروں میں لے جاکر وہاں کے ماحول سے واقف کرانا چاہیے ۔

ان مخصوص ذمّہ داریوں کے علاوہ چند ایسی باتیں بھی ہیں جن کو عام نوعیت کا سمجھا جاسکتا ہے، لیکن جن کی طرف صلاح کار کی توجہ مرکوز کرنا لازمی ہے ۔

صلاح کار کو طالب علم کے متعلق نیم واقفیت کی بنیاد پر فیصلے نہیں لینے چاہییں کیونکہ اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہونے کا اندیشہ ہے ۔

طلبار کی اصلاح کاری، تربیت اور رہنمائی کے کام کو وہ صرف اپنی اجارہ داری نہ سمجھے بلکہ تمام اساتذہ اور دیگر لوگوں کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اساتذہ، والدین اور طلبار سے متعلق دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرے۔

صلاح کار رہنمائی کے نام پر ایک الگ کمرہ میں اپنا دفتر بناکر خود چاردیواری کے اندر بند ہوکر نہ بیٹھ جائیں ۔ دیکھا گیا ہے کہ کئی مقامات پر یہ لوگ خود اپنے آپ کو زبردست ماہر سمجھ کر کمرے کے اندر چھپ جاتے ہیں۔ یہ بات رہنمائی کی رُوح کے خلاف ہے۔ اسکول صلاح کار سے ہر علم وقتِ ضرورت ملنے کا موقع ہونا چاہیے اُسے ایک حاکم یا پولیس مین

کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے وہ طلبار کے اخلاقی ضبط کا نگراں ہو۔ بلکہ وہ اپنے کو طلبار کا ایک ساتھی تصور کرے اور اُن کے درمیان رہنے کی کوشش کرے۔ یہ بات صحیح ہے کہ اسے اپنا دفتر دیدہ زیب اور دلکش بنانا چاہیے۔ ایسے چارٹ، پوسٹر اور بامعنی تصویریں آویزاں کرنا چاہیں جن میں تعلیمی اور پیشہ ورانہ رہنمائی سے متعلق مفید معلومات اور اطلاعات نمایاں کی گئی ہوں۔ تاکہ اس کا کمرہ ہمیشہ طلبار کی دلچسپی کا مرکز بنا رہے۔ نیز اُسے چاہیے کہ مفید اور دلچسپ معلوماتی لٹریچر کی برابر نمائش کرتا رہے۔

(د) ثانوی اسکول میں رہنمائی سے متعلق ایجوکیشن کمیشن کی سفارشات

ثانوی تعلیم کے بارے میں ایک باضابطہ رپورٹ ۱۹۵۳ء میں پیش کی گئی تھی۔ اور اس رپورٹ میں رہنمائی خدمات کی ضرورت پر بہت زور دیا گیا تھا۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس رپورٹ میں رہنمائی اور صلاح کاری کو ثانوی تعلیم کو بامعنی بنانے کا تنہا پروگرام قرار دیا گیا۔

۱۹۶۶ء میں ایجوکیشن کمیشن رپورٹ شائع ہوئی، تو اس بات کو اور مضبوطی کے ساتھ دُہرایا گیا کہ رہنمائی تعلیم کا ایک جزو ہے۔ رہنمائی خدمات کے فوری نتائج دیکھنے کی خاطر ثانوی اسکول جیسا ماحول کہیں نہیں مل سکتا، اور طلبار کی ضرورتوں کے اعتبار سے بھی یہ ادارہ رہنمائی اور صلاح کاری کا مطالبہ کرتا ہے۔

۱۹۵۳ء کی رپورٹ کی سفارشات پر عمل درآمد کے طور پر حکومت ہند نے ۱۹۵۴ء میں رہنمائی خدمات کا ایک مرکزی ادارہ قایم کیا اور تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے آخر تک تین ہزار ثانوی اسکولوں میں صلاح کار اور رہنمائے پیشہ مقرر کیے گئے لیکن اسکولوں کی یہ تعداد اس وقت بھی کُل تعداد کی ۱۳ فیصد تھی۔ 1966 کی رپورٹ میں اس بات کو محسوس کیا گیا کہ رہنمائی کی تحریک کچھ ڈھیلی اور سرد پڑ گئی ہے اس لیے پھر ایک بار اس تحریک کو زندہ کرنے کی خاطر رپورٹ میں چند اہم باتوں کا ذکر کیا گیا۔

مقاصد

رپورٹ میں پوری وضاحت کے ساتھ رہنمائی خدمات کے اُن مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے جو ثانوی تعلیم کی سطح پر ان خدمات کے ذریعے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند ضروری مقاصد ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

ان خدمات کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ ثانوی اسکول کے طلبار کی صلاحیتوں اور

دل چسپیوں کی نشاندہی کی جائے۔ بچّوں کو اندھا دھند مختلف مضامین پڑھانے کا سبب وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اُن صلاحیتوں کے مطابق بامعنی تعلیمی پروگرام وضع کیے جائیں۔ بامعنی تعلیمی پروگرام کے معنیٰ یہ ہیں کہ طلبا ر ایسے مضامین کا مطالعہ کریں جن میں ان کی صلاحیتوں اور دل چسپیوں کا بھرپور استعمال ہو اور جن میں ناکامی کا امکان بہت کم ہو یا بالکل ختم ہو جائے۔

طلبا ر کی شخصیت کا جائزہ لے کر ان کی پوشیدہ صلاحیتوں اور کمزوریوں سے انھیں واقف کرایا جائے۔ یہ کام بہت عظیم بھی ہے اور کٹھن بھی۔ عظیم اس لیے کہ اسی معلومات کی بنیاد پر طلبا ر اپنے لیے تعلیمی منصوبے بنائیں گے یا بعض مشاغل کا انتخاب کریں گے اور کٹھن اس لیے کہ اس طرح کی معلومات کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ صلاح کار کے پاس ذہانت، شخصیت، جذبات، دلچسپیاں، ذہنی جھکاؤ، اور متعدد صلاحیتیں ناپنے کے آلات اور طریقے موجود ہیں۔ لیکن ان کے استعمال اور نتائج کی تعبیر کبھی کبھی غلط ہو سکتی ہے۔ بلکہ ان آلات کی ساخت میں ہی بعض ایسے عناصر ہو سکتے ہیں، جو پورے وثوق کے ساتھ وہ خصوصیت نہ جانچ سکتے ہوں جس کے لیے یہ بنائے گئے ہیں۔ یہ باتیں مدنظر رکھ کر صلاح کار کو بہت احتیاط کے ساتھ صحیح اور قابلِ اعتبار معلومات حاصل کرنے کی خاطر بہت سے ذرائع کام میں لانے ہوتے ہیں۔ ثانوی اسکول میں رہنمائی خدمات اور ایک اور اہم مقصد طلبا ر کو مفید تعلیمی اور پیشہ ورانہ واقفیت بہم پہنچانا ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ دَرونِ اسکول تمام مضامین کے لوازمات اور ضروریات کی علمیت اور دوسرا یہ کہ اسکول سے باہر اور اسکول کی تکمیل پر مختلف قسم کے مضامین کی جانکاری جو مختلف کالجوں یا تربیتی اداروں میں پڑھائے جاتے ہوں۔

تعلیمی جانکاری کے علاوہ پیشہ ورانہ واقفیت بڑھانے کے لیے بھی انتظامات کرانے پڑتے ہیں تاکہ طلبا ر سلجھے ہوئے انداز میں دُنیائے روزگار کا جائزہ اپنی عمر کی ابتدائی منزل سے ہی لینا شروع کریں، انھیں اُن مواقع کا علم ہو جو زیادہ سے زیادہ امیدواروں کی روزگار پر لگا سکتے ہیں۔

طلبا ر کو حقیقت پسندانہ تعلیمی اور پیشہ ورانہ منصوبوں کو اپنانے میں مدد دی جائے۔ اس منزل پر بچّے دوسروں کی دیکھا دیکھی یا والدین کے اصرار پر بعض ایسے

مضامین کا انتخاب کر سکتے ہیں جو اُن کی قابلیت کے ساتھ لگا نہیں کھاتے یا جو اُن کے اقتصادی اور مالی حالات کے پیشِ نظر حقیقت پسندانہ نہیں ہیں۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے کہ رہنمائی خدمات کے ذریعے بچوں کو حقیقت پر مبنی تعلیمی مضامین کا انتخاب کرنے میں مدد دی جائے۔

آخر میں ایک ایسے مقصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس پر اہمیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ زور دینا چاہیے تھا وہ یہ کہ یہ خدمات طلبا میں ایسی فہم و فراست پیدا کریں کہ وہ اپنی گھریلو زندگی یا اسکول کی جماعتی زندگی کے مسائل اطمینان کے ساتھ حل کر سکیں۔ جو طلبا متوازن شخصیتوں کے مالک نہیں ہوتے اُن کی گھریلو پریشانیاں اُن کی تعلیمی پیش رفت میں رُکاوٹ ڈالتی ہیں۔ شخصیت میں توازن اور اعتدال پیدا کرنے کی خاطر رہنمائی خدمات نہایت ہی مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں۔

(ی) **نظم و اہتمام** کمیشن کی نگاہ میں رہنمائی تحریک کے بہت سست پڑنے کی بنیادی وجہ مالیات کی کمی ہے۔ لہٰذا کمیشن ۷۶ ۱۹ تک کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کی سفارش کرتا ہے۔

ہر ثانوی اسکول کے لیے رہنمائی خدمات کا اہتمام کرنا چاہیے۔ موجودہ حالات میں اگرچہ یہ بات ممکن نہیں کہ ہر ثانوی اسکول کے لیے ایک الگ صلاح کار مقرر کیا جائے، تاہم چند گشتی صلاح کاروں کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اور ہر صلاح کار کے ذمّے کئی ایک ثانوی اسکول کے لیے ایک الگ صلاح کار مقرر کیا جائے،

ایسے اسکولوں میں مقررہ اوقات پر جا کر ایک صلاح کار رہنمائی کا ضروری کام کر سکتا ہے اور اس اسکول کے باقی عملہ کو رہنمائی خدمات سے متعارف کر کے اُن سے اس کام میں مدد لے سکتا ہے۔ اس سفارش پر عمل کرنے میں یہ دقّت ہو سکتی ہے کہ اسکول کا عملہ شاید اپنے ذمّے یہ کام نہ لینا چاہے، جس کے لیے نہ تو وہ تربیت یافتہ ہے، اور نہ ہی یہ کام اُن کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ یہ بات اُس وقت اور زیادہ اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ جب ثانوی سطح پر رہنمائی خدمات کی نوعیت کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ اس منزل پر غیر تربیت یافتہ استاد صلاح کاری کا کام صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتا۔

رہنمائی خدمات کی افادیت اِکا دُکا اسکولوں میں ان خدمات کے شروع کرنے سے واضح نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر ضلع کے ایک ثانوی اسکول کو منتخب کیا جائے جس میں رہنمائی خدمات کا بھرپور اہتمام ہو۔ یہاں پر کُل وقتی صلاح کار کی جگہ ایک ہمہ وقتی صلاح کار مقرر کیا جائے تاکہ یہ بات کُھل کر سامنے آجائے کہ ایسی خدمات سے کس طرح کے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ اگرچہ اس سفارش میں کوئی دشواری نظر نہیں آتی۔ تاہم ایک مسئلہ سامنے آسکتا ہے کہ کس ضلع میں اس کام کے لیے کس ثانوی اسکول کا انتخاب کیا جائے۔ اس کے لیے کن باتوں کا خیال رکھا جائے۔ کیا دیہاتی ثانوی اسکولوں میں یہ خدمات فراہم کی جائیں یا شہری ثانوی اسکولوں میں۔ غرض اس بات کی وضاحت ہوجانی چاہیے کہ ایسے اسکولوں کا انتخاب کس طرح ہونا چاہیے۔

اس سلسلے میں اس بات پر غور کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ ثانوی اسکول ابھی تک ریاستی سرکار کی ذمہ داریوں میں آتے ہیں اس لیے ہر ریاستی سرکار باری باری ہر ضلع کے ثانوی اسکولوں میں وہاں کے طلبار کی آبادی کے مطابق رہنمائی خدمات شروع کرے، جس اسکول میں زیادہ طلبا اور زیادہ تعلیمی مضامین ہوں وہاں سے اس پروگرام کو شروع کیا جاسکتا ہے۔ این سی ای آر ٹی کے شائع کردہ انڈین ایجوکیشن کے چوتھے سالنامے میں جوکہ ثانوی تعلیم کے لیے مخصوص ہے، اس بات کا ذکر آیا ہے کہ 1968ء میں 4،645 ثانوی اسکولوں میں رہنمائی پروگرام اس منصوبہ بند عمل کا نتیجہ تھا اور اس کے ذریعے ضلع کے اہم ثانوی اسکولوں میں بھرپور رہنمائی خدمات شروع کی گئی تھیں۔

ریاستی رہنمائی دفاتر (STATE BUREAUS OF GUIDANCE) کارکنان کو متعلقہ ثانوی اسکولوں کی رہنمائی خدمات کا مطالعہ کرنے کی خاطر وقتاً فوقتاً بھیجنی چاہیے تاکہ وہ اپنے قیمتی مشورے اسکول کے اساتذہ اور صلاح کاروں کو دے سکیں۔ اس طرح سے رہنمائی پروگرام میں رُوح پڑجائے گی۔ کیونکہ اسکول کے علاوہ جب لوگ دوسری ایجنسی ایسے کاموں میں شرکت کرتی ہے تو اسکول کا کام آسان ہوجاتا ہے۔ ساتھ ہی ریاستی رہنمائی دفتر بھی اپنے تحقیقاتی پروگرام کو اسکول کے طلبار کی مدد سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اِن اداروں میں نت نئے پروگراموں کی تشکیل کی جاتی ہے، جو تعلیمی مقاصد حاصل کرنے میں ممد ثابت ہوں۔ اس طرح سے ان

پروگراموں کا تجربہ کرنے اور ان کے نتائج سے فائدہ اٹھانے کے مواقع بھی حاصل ہوں گے۔

اس کے علاوہ کمیشن کا خیال ہے کہ ہر ثانوی اسکول کے ہر استاد کو رہنمائی کی مبادیات سے واقف ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ٹریننگ کالج میں رہنمائی اور صلاح کاری کے مضمون کا مطالعہ سبھی زیر تربیت اساتذہ کے لیے لازمی قرار دیا جائے اور وقتاً فوقتاً ایسے امادی تربیتی کورسوں کا اہتمام کیا جائے جن سے ہر ثانوی اسکول کے منتخب اساتذہ کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے۔ پوری ماہرانہ تربیت کے لیے ریاستی رہنمائی اداروں کو روزگار کے قومی دفاتر سے مل کر صلاح کاری کی تربیت کا خصوصی پروگرام مرتب کرنا چاہیے تاکہ ہر ریاست میں وہاں کے ثانوی اسکولوں کے اساتذہ کو رہنمائی کے کام میں مکمل تربیت حاصل ہو سکے۔

رہنمائی کا اعلیٰ درسی پروگرام یونیورسٹیوں کے ذریعے عمل میں لایا جا سکتا ہے اس مضمون میں ایم۔ اے۔ کی سطح پر تعلیم شروع کر کے رہنمائی کے کام کو ثانوی اسکولوں میں مؤثر طور پر انجام دینے کے لیے باخبر صلاح کار تیار کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رہنمائی کے موضوع پر مواد جیسے پیشہ ورانہ لٹریچر، فلمیں، نفسیاتی آزمائشیں وغیرہ تیار کیا جانا چاہیے تاکہ اس کام کی نظری بنیادیں بھی استوار ہوں۔

باب پنجم

پیشہ ورانہ رہنمائی

(۱) تعریف اور پس منظر

پیشہ ورانہ رہنمائی کی دو روایتی تعریفیں حسب ذیل ہیں؛

1 ۔ پیشہ ورانہ رہنمائی کا مطلب ایک شخص کو اپنے روزگار حاصل کرنے میں معلومات، تجربات، اور مشورے فراہم کرنا ہے، تاکہ وہ اپنے لیے پیشے کا انتخاب کر سکے، اس کے لیے ضروری تیاری کرے، اُسے حاصل کرے اور پھر اس میں داخل ہو کر ترقی کر سکے۔

2 ۔ پیشہ ورانہ رہنمائی کا ایک مکمل طریقہ، مدد اور مشورہ ہے جس کی بدولت ایک شخص اپنے لیے روزگار کا انتخاب کرتا ہے۔ اور پھر اس کے حصول کے بعد مزید ترقی کے امکانات تلاش کرتا ہے۔ اس رہنمائی کی بنیادی بات یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اُس شخص کو اپنے لیے روزگار کا فیصلہ کرنے میں حقیقت پسندانہ مشورہ ملتا ہے، جس کی بدولت وہ شخص اپنے پیشے میں آئندہ پورے اطمینان کا اظہار کر سکتا ہے۔

اِن روایتی تعریفوں میں اگرچہ کوئی بنیادی فرق نظر نہیں آرہا ہے تاہم پہلی تعریف میں رہنمائی کی نوعیت معلوماتی ہے۔ یعنی ایک شخص کو ششوں سے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔ لیکن دوسری تعریف میں رہنمائی کی نوعیت ایک امدادی خدمت کی بنتی ہے۔ جہاں ایک شخص کو اپنے لیے موزوں پیشے کا انتخاب کرنے میں مدد ملتی ہے۔

تاریخی اعتبار سے رہنمائی کی تحریک کی ابتدار پیشہ ورانہ رہنمائی سے ہوئی ہے۔
1908ء میں جب فرانک پارسنز نے "انتخاب پیشہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تو اس میں
پیشہ ورانہ رہنمائی کی نظریاتی اور عملی بنیادیں واضح کی تھیں۔ پارسنز نے تین باتوں
کا ذکر کیا جو انتخاب پیشہ کی اساس سمجھی جاتی ہیں۔

1۔ ایک شخص کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور اس کے ماحول کا تجزیہ۔
2۔ پیشوں کا مکمل مطالعہ۔
3۔ آدمی کی پیشے کے لیے یا پیشے کی آدمی کے لیے سازگاری۔

پارسنز کا یہ طریقہ ابتدار میں نہایت مؤثر سمجھا گیا اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں
کے حقیقی کام میں نفسیاتی آزمائشوں اور پیشہ ورانہ معلومات کے ذرائع کی واقفیت
کو بہت اہمیت دی گئی۔ پارسنز نے جو ادارہ قایم کیا۔ وہاں بھی نفسیاتی آزمائشوں
کا بول بالا رہا۔

لیکن سوپر نے اس کی حیثیت پر شبہ ظاہر کیا ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ:

"یہ طریقہ فائدہ مند رہا، یہ تو بالکل عیاں ہے، یہ بات کہ مختلف
پیشوں کے لیے مختلف خصوصیات درکار ہیں نہ صرف نظریاتی طور پر صحیح ہے
بلکہ تحقیقات سے بھی اس کی تصدیق ہو چکی ہے۔"

لیکن اُس کے خیال میں اس مسئلے کو دیکھنے کا یہ طریقہ میکانکی ہے جو ساکت اور جامد
نظریات کو فروغ دے گا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پیشہ ورانہ انتخاب ایک مسلسل عمل ہے اور
حالات کی تبدیلی کے ساتھ تغیر پذیر ہے۔

اسی طرح اہم ماہرین نے پارسنز کے طریقۂ کار میں بعض بنیادی خامیوں اور
کمزوریوں کو واضح کر کے نئے نئے تصورات پیش کیے ہیں جن پر ہم آگے چل کر بحث
کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا کافی ہے کہ "پیشہ ورانہ رہنمائی" کا موضوع اپنی اہمیت
کے اعتبار سے وقت وقت پر نئے نئے پہلوؤں کو اجاگر کرتا رہا ہے اور اس نے ایک
باضابطہ ارتقائی شکل اختیار کر لی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ انتخاب پیشہ کے عمل کو
ساکت و جامد منصوبہ تصور نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ایک رواں دواں ارتقائی عمل
مانا جاتا ہے۔

باب، آدمی اور اُس کا روزگار

کام زندگی کا محض ایک شعبہ ہی نہیں بلکہ خود زندگی ہے۔ کام کے بغیر آدمی سینکڑوں طرح کی تکالیف کا شکار ہو جاتا ہے۔ جو لوگ بے کار رہتے ہیں، اُن کی دماغی صلاحیتیں، اُن کا نفسیاتی توازن، اور ان کی جسمانی صحت بگڑ کر رہ جاتی ہے۔

کام کے ساتھ زندگی کا ہر شعبہ وابستہ ہے۔ آپ کھانے پینے کی بات کیجیے یا پہننے اوڑھنے کا خیال کیجیے یا مکان، تعلیم، سماجی مرتبہ، دوستی، شادی بیاہ کا ذکر کیجیے، غرض ہر ایک معاملہ میں آپ کا کام یا روزگار کا مسئلہ مضمر پائیں گے۔ کام سے حاصل شدہ آمدنی آپ کی غذا، لباس، مکان، تعلیم و تربیت اور سماجی وقار سبھی سے وابستہ ہے۔ لیکن کام کر کے آمدنی حاصل کرنا اور پیٹ پالنا ہی "کام" کا مقصد نہیں ہو سکتا۔ آدمی کام صرف روٹی کمانے کے لیے ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی چند اور ضرورتیں بھی ہیں، جو 'کام' کرنے سے پوری ہوتی ہیں۔ آیئے اُن کا مطالعہ کریں۔

ماہرینِ نفسیات، سماجیات اور اقتصادیات کی نگاہ میں آدمی چار وجوہات کی بنیاد پر کام کرتا ہے۔

1 - جسمانی ضرورتیں

2 - تحفّظ و سلامتی کی ضرورتیں۔

3 - سماجی ضرورتیں۔

4 - نفسیاتی ضرورتیں۔

جسمانی ضرورتیں زندہ رہنے کے لیے خوراک، پوشاک اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سبھی چیزیں حاصل کرنے کی خاطر کام کرنا پڑتا ہے لوگ مزدوری کرتے ہیں، جوتے سیتے ہیں، جہاز چلاتے ہیں، ملازم کی حیثیت سے ہوٹلوں میں آپ کی خاطر مدارات کرتے ہیں، بیماروں کی خدمت کرتے ہیں، اخبار ترتیب دیتے ہیں، سبق پڑھاتے۔ یہاں تک کہ بعض سماج دشمن سرگرمیوں میں حصّہ لیتے ہیں۔ آدمی یہ سب کچھ زندگی کی بنیادی ضرورتیں پورا کرنے کے لیے کرتا ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ جن ممالک میں کھانے پینے کی چیزوں کی افراط ہے، جہاں رہنے سہنے کی تمام سہولیات مہیّا ہیں، وہاں کے لوگ کام کی طبیعیاتی ضرورتوں پر زیادہ وقت یا توجہ صرف نہیں کرتے

لیکن دُنیا کے بیشتر ممالک ابھی تک کام کو اپنی بنیادی ضرورتوں تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ بیشتر ترقی پذیر ممالک کے نوجوانوں کی بے راہ روی کی بڑی وجہ وہ خون ہے جو بیکاری کی صورت میں اُن کے زندہ رہنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ نوجوان لوگ کام چاہتے ہیں اور صرف اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ دو وقت کی روٹی عزّت کے ساتھ کھا سکیں، اور اس کی غیر موجودگی میں وہ غیر ضروری حرکات میں مصروف رہتے ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر جھگڑتے ہیں۔ سیاسی شعبدہ بازوں کے نرغے میں پھنس جاتے ہیں اور پھر سماج دشمن کاموں میں لگ جاتے ہیں۔"

بھوکے آدمی کو کسی طرح کے فلسفے سے سروکار نہیں اُس کو تو روٹی چاہیے۔ روٹی اس کے جسم میں خون پیدا کرے گی اور وہ سلامتی کے سانس لیتا رہے گا۔ دُنیا کے سینکڑوں ممالک کی قحط سالی کی تاریخ شاہد ہے کہ لاکھوں جانیں محض نہ کھانے کی وجہ سے تلف ہوئیں۔ خود ہندوستان کی اقتصادی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آزادی سے پہلے شدید قسم کی قحط سالی کبھی کبھی آبادی کے بیشتر حصّے کو موت کی نیند سُلا دیتی تھی اور اب بھی اُن ریاستوں میں جہاں ناموافق موسمی تغیّر کی وجہ سے فصل تباہ ہو جاتی ہے، وہاں کے لوگ فاقوں مر جاتے ہیں۔

جنسی ضرورتوں کو بھی بنیادی طبیعیاتی ضرورتوں میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کو پورا کرنے کی رسم یعنی شادی بیاہ کو صدیوں سے سماجی مقبولیت حاصل ہے۔ لیکن بہت سے لوگ جو شادی بیاہ کے رسوم پر رقم صرف نہیں کر سکتے، وہ ایسی حرکات میں مبتلا ہو جاتے ہیں جنھیں ہم لوگ جنسی بے راہ روی، بے ضابطگی اور بے حیائی سے تعبیر کرتے ہیں۔ جنسی جرائم، خصوصاً زنا بالجبر کی واردات پر تحقیق کرنے والی ایک ٹیم نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے :

> " زانی اور جنسی جرائم کے مرتکب لوگوں میں اچھی خاصی تعداد اُن لوگوں کی پائی جاتی ہے جو مناسب اور سماجی اعتبار سے جائز طریقے سے ازدواجی زندگی کے حلقے میں داخل نہیں ہو سکے۔"

غذا، لباس، مکان اور جنس کی ضروریات پورا کرنے کے لیے آدمی کے کام کرنے کا جواز موجود ہے۔ اس لیے ہم اس ضرورت کو سرفہرست رکھتے ہیں۔ آگر

جب ہم باقی ضرورتوں سے متعلق چند نظریات کا جائزہ لیں گے تو ہم دیکھیں گے کہ بعض ماہرین نفسیات کیسے اس ضرورت کو سب سے پہلی ضرورت سمجھ کر پیشہ ورانہ انتخاب کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔

تحفظ و سلامتی کی ضرورتیں

کام میں لگے رہنے کی دوسری اہم ضرورت تحفظ و سلامتی کو مانا گیا ہے۔ آدمی ہمیشہ ایک ہی صورت یا حالت میں نہیں رہتا۔ جوانی ختم ہوتی ہے تو بڑھاپا آجاتا ہے وہ کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس کے جسم کا کوئی ضروری عضو حادثے کا شکار ہو سکتا ہے، وہ کسی سیاسی تعصّب کی زد میں آکر کام سے الگ ہو سکتا ہے۔ غرض، اس پر کوئی بھی آفت آسکتی ہے۔ اس قسم کے خطرات کے پیشِ نظر، ایک شخص ایسے مشاغل اختیار کرتا ہے، جن میں وہ اپنے لیے اور خصوصاً اپنے مستقبل کے لیے تحفظ و سلامتی حاصل کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان لوگ پرائیویٹ صنعتوں، دکانوں یا دفتروں میں کام کرنے کی بجائے سرکاری نوکریوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ سرکاری نوکری میں زیادہ تحفظ ہے، یہ کم و بیش پائندار روزگار ہے۔ اور کسی ایک شخص کی من مانی پر کسی کا روزگار ختم نہیں ہو سکتا اس میں بڑھاپے کے لیے وظیفہ یا پنشن کا قاعدہ ہے، اس لیے آدمی کو اس بات کے لیے پریشان نہیں ہونا پڑتا ہے کہ آئندہ جب اس کے ریٹائر ہونے کا وقت آئے گا تو وہ کیا کرے گا۔ روزگار کے دفاتر میں سرکاری نوکریوں کے لیے رجسٹر شدہ امیدواروں کی فہرست سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے یہاں کے نوجوان کس قدر اور کس تعداد میں سرکاری نوکریاں ڈھونڈتے ہیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی لوگ نہایت ہی ناکافی تنخواہ پر سرکاری نوکری کرتے ہیں، جبکہ انھیں کسی پرائیویٹ جگہ اس سے کہیں زیادہ تنخواہ مل سکتی ہے۔ پرائیویٹ کام کو غیر محفوظ سمجھ کر لوگ کم تنخواہ ہی پر گزارہ کرنا پسند کرتے ہیں۔

تعلیم حاصل کرنے کا مطلب ایک طرح سے صرف اتنا ہے کہ اس کی بدولت ایک شخص اپنے تحفظ اور سلامتی کی زیادہ مضبوط بنیاد تیار کر سکتا ہے، وقت کے لحاظ سے عمر کا ایک چوتھائی حصہ صرف تعلیمی قابلیت حاصل کرنے پر صَرف

کرنا صرف اس بات کی ضمانت پیدا کرتا ہے کہ تعلیم یافتہ شخص کے لیے کام کے مواقع زیادہ محفوظ ہیں بہ نسبت اُس شخص کے جس کا کوئی بھی تعلیمی پس منظر نہ ہو یا جس کی تعلیمی بنیاد نہایت ہی کمزور ہو۔

تحفظ و سلامتی کی ضرورتیں محسوس نہ ہوتیں تو ایک شخص دو وقت کی روٹی مکان اور کپڑا پا کر ہی مطمئن ہو جاتا ہے اُسے مزید کام کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن اصل بات یہ ہے کہ آج کی روٹی کا انتظام تو ہو گیا لیکن کل کیا ہو گا، خصوصاً جب کسی ناگہانی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ دورانِ ملازمت ایک شخص "زندگی بیمہ" پروگرام کے تحت اپنی زندگی کا بیمہ کیوں کراتا ہے؟ کیا بیمہ کمپنی اُسے کھانا، کپڑا، مکان وغیرہ دیتی ہے؟ نہیں، پھر بھی بیمہ کر کے ایک آدمی اطمینان سے سوتا ہے۔ اُسے تسلی رہتی ہے کہ اگر کہیں کچھ ہو گیا، موت واقع ہوئی یا کام ہاتھ سے نکل گیا، تو اُس کے بال بچے تکلیف میں نہیں پڑیں گے یا اُن کی زندگی بے سہارا ہو جائے گی۔

تحفظ و سلامتی کے سوال پر ایک اور پہلو سے بھی بات کی جا سکتی ہے، وہ یہ کہ ایک پیشے میں رہ کر کوئی شخص اپنے لیے ایک خاص سماجی مرتبہ حاصل کرتا ہے، جس سے نیچے جانا اُسے کبھی قبول نہ ہو گا، اور اگر ہو گا بھی تو اُسی صورت میں کہ ایسا کرنے سے ایک دو قدم اور آگے بڑھنے کے مواقع ہوں مثلاً ایک "اوورسیئر" اپنا کام چھوڑ کر پھر طالب علمانہ زندگی اختیار کرتا ہے، جو موجودہ پیشے کے مقابلے میں سماجی لحاظ سے ایک نچلے درجہ کا کام ہے لیکن اگر وہ طالب علم صرف اس لیے بنتا ہے کہ ایک خاص مدت کی تعلیم و تربیت کے بعد وہ انجینیر بن جائے گا تو پیچھے جانا کوئی مضائقہ نہیں۔ اکثر لوگ اپنی موجودہ پیشہ ورانہ سطح سے اوپر ہی جانا چاہتے ہیں۔ اس کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے حاصل کیے ہوئے سماجی مرتبے کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اُن تمام حالات سے بخوبی نمٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن سے اُن کے مرتبے کو کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ لہٰذا اس مرتبے کی سلامتی کی خاطر وہ مزید محنت و مشقت کو وبالِ جان نہیں سمجھتے بلکہ معیارِ زندگی کے تحفظ کا سوال بھی ہے۔ آئے دن سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری ملازم تنخواہ بڑھانے، بونس حاصل کرنے اور دیگر سہولیات کی خاطر زبردست ہنگامے کرتے رہتے ہیں۔ ایک طرح سے دیکھیں تو یہ سب صرف اس لیے ہوتا ہے کہ یہ اپنے معیارِ

زندگی کو کم معاوضہ کی وجہ سے غیر محفوظ سمجھتے ہیں، چیزوں کی قیمتوں میں مسلسل اضافے سے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں قایم ہوا معیارِ زندگی تعطل کا شکار نہ ہو یا گرنے نہ پائے۔ غرض کام کے تصور کے ساتھ سلامتی کا مطالبہ بھی ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سماجی ضرورتیں

ہر شخص دوسروں کے درمیان پلتا بڑھتا ہے اس کی بیشتر ضروریات اور لوگوں کی وجہ سے پوری ہوتی ہیں اور خود اس کا کام بلاواسطہ یا بالواسطہ دوسروں کے لیے بھی ہے۔ ایک استاد کا کام دوسروں کو پڑھانا ہے، ایک دھوبی اوروں کے لیے کپڑے دھوتا ہے، ایک سیاسی کارکن اوروں کے لیے کام کرتا ہے۔ غرض کام کے نام پر جو کچھ کیا جاتا ہے اس میں جماعتی یا سماجی پہلو ضرور نمایاں یا مضمر رہتا ہے۔ سماج میں لوگ اکثر اپنے کاموں سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ جرمن مفکر اسپرانگر نے خوب کہا ہے "یہی نہیں کہ ہمارا ایک پیشہ ہوتا ہے، بلکہ ہم پیشے کے بھی ہوتے ہیں" پیشہ ہماری شخصیت میں اپنا رنگ و روپ بھرتا ہے۔ اپنی سوسائٹی میں دیکھ لیجیے۔ یہاں اُن لوگوں کی بہت عزت کی جاتی ہے، جو پیشہ ورانہ لحاظ سے کسی اونچے مرتبے پر فائز ہوں، انجینیر، ڈاکٹر، کارخانہ دار، کاروباری قسم کے لوگ سماجی اعتبار سے بلند مرتبے کے سمجھے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مزید سماجی رشتوں کی بنیاد پیشوں کے اسی سماجی مرتبے پر قایم ہے۔ اپنے ملک میں جہیز کے بھیانک مسئلے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ لوگ پیشوں کی سماجی حیثیت کو دیکھ کر شادی بیاہ کی بات کرتے ہیں اور نتیجتاً اونچے مراتب کے لوگ بڑی رقمیں اور ساز و سامان بطور جہیز طلب کرتے ہیں۔ یہ بات صرف ہمارے جیسے ترقی پذیر ملک کے بارے میں ہی صحیح نہیں بلکہ امریکہ جیسے دولت مند ملک میں بھی پیشے کی سماجی حیثیت بہت بڑی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کام ایک شدید سماجی ضرورت ہے، صرف مرتبے کے لیے نہیں بلکہ لوگوں میں عزت حاصل کرنے کے لیے، اپنی شخصیت اور صلاحیت تسلیم کروانے کے لیے دوسروں کی نظر میں قابلِ قدر مقام حاصل کرنے کے لیے۔ آدمی جو کچھ کرتا ہے اگر بار بار اس کے کام کو سراہا نہ گیا یا قبول نہ کیا گیا تو وہ اپنے کام سے بدظن ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی اسے خیرباد کہہ دیتا ہے۔ کلاس میں ایک ناکام استاد جو اپنی باتوں سے طلبا کو متاثر نہیں کر سکتا، جس کے کام سے اُس کے شاگرد کوئی تاثر نہیں لیتے، وہ آہستہ آہستہ اپنے کام سے بددل ہو کر ہمیشہ کے لیے اس کام کو ترک

کردیتا ہے۔ ایک کارخانہ دار کوئی نئی چیز بازار میں لا کر جب محسوس کرتا ہے کہ وہ چیز لوگوں میں مقبول نہیں ہوئی، لوگ اُسے کوئی خاص کارنامہ نہیں سمجھ رہے ہیں، تو وہ اس چیز کی پیداوار ہی بند کردیتا ہے۔ کتنے قسم کے لباس، جوتے، کھانے کے اور پینے کے برتن، نا وٗ نوش کی چیزیں، بازار سے غائب ہوگئی ہیں جب ان کا کوئی قدردان ہی نہیں رہا۔ ایک زمانہ تھا کہ فلیکس کمپنی کے جوتے بہت پسند کیے جاتے تھے، لیکن اب انھیں کوئی پوچھتا تک نہیں۔ اس لیے اُن کی پیداوار نہایت ہی محدود ہوگئی ہے۔ اس کے برعکس باٹا کمپنی کے جوتے کافی مقبول ہیں اس لیے باٹا کمپنی بہت آگے نکل گئی ہے۔

کام کی سماجی ضرورت کا اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ لوگ خود کو نامور کمپنیوں اور اداروں کے ساتھ وابستہ کرکے بڑی خوشی اور اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر دہلی کے سینٹ اسٹیفن کالج یا سرینگر کے کانوینٹ میں کام کرنے والے استاد ایک خاص طرح کا اطمینان محسوس کرتے ہیں جو معمولی سرکاری یا غیر سرکاری اداروں میں نہیں ملتا۔ ڈی۔ سی۔ ایم یا موہن میکنز کے ساتھ کام کرنے میں ایک شخص جو لطف محسوس کرتا ہے وہ شاید کسی نئی ابھرتی ہوئی صنعت میں نہیں مل سکتا۔ غرض، سماجی مرتبہ میں جادو ہے، کشش ہے اور ہر شخص اس کشش کا شکار ہو جاتا ہے۔

موجودہ سوسائٹی میں کام کی سماجی ضرورت اور زیادہ اہم ہوگئی ہے، جبکہ خودکار مشینوں، پیداوار کے جدید طریقوں اور بھاری بھرکم سائنسی آلات و ایجادات نے آدمی کو پیداواری کاموں سے قریب قریب بے دخل کر دیا ہے اور خود اُس کی حیثیت مشین کے ایک پرزے کی سی ہوگئی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں سماجی مرتبہ حاصل کرنے کی خاطر زیادہ مہارت، زیادہ قابلیت، زیادہ تعلیم و تربیت اور سب سے بڑھ کر زیادہ دولت حاصل کرنا پڑتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے لوگ ہر جگہ پر تعلیم و تربیت کے نت نئے پروگراموں میں مصروف ہیں۔ کام کے مختلف اور نازک ترین لوازمات پورا کرنے کی خاطر لوگوں نے بنیادی ضرورتیں یہاں تک کہ تحفظ و سلامتی کی ضرورتیں بھی نظر انداز کردی ہیں اور وہ شدید مصائب برداشت کرکے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ کام کی سماجی ضرورتوں کی اہمیت پہلے کی بنسبت بہت زیادہ

بڑھ گئی ہے۔

نفسیاتی ضرورتیں کام سے جو خوشی و مسرت ایک شخص کو حاصل ہوتی ہے وہ شاذ ہی کسی اور بات سے ہوتی ہوگی۔ بے کاری کی طرح کی پریشانیوں اور مصیبتوں کی بنیاد ہے۔ خودکشی، ناپسندیدہ حرکات اور دیگر ناخوش گوار کردار ان لوگوں سے زیادہ سرزد ہوتے ہیں جو بیکار بیٹھے ہیں، جن کے پاس وقت گزارنے کا کوئی بامقصد مشغلہ نہیں۔ کام ایک شخص کے لیے آزادی کا تحفہ ہے۔ باروزگار آدمی سر اونچا کر کے چل سکتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب کسی کی شادی کی بات آتی ہے تو مشورہ دیا جاتا ہے کہ پہلے اُسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے دو۔ مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ شخص مذکور پہلے اقتصادی لحاظ سے مضبوط ہو، وہ کوئی نفع بخش کام کرتا ہو۔ دیکھا گیا ہے ہر ایک شخص ایسے اداروں میں کام کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے، جہاں اُسے آزادی حاصل ہو، جہاں اُس کی ہر وقت نگرانی کی جاتی ہو، جہاں ملازموں کو اعتماد میں لیا جاتا ہو۔ جہاں کارکنوں کی رائے کی قدر کی جاتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر لوگ بے کار رہتے ہیں لیکن ایسی جگہ کام نہیں کرتے جہاں ان کی آزادی پر سخت پابندیاں ہوں۔

آزادی کے علاوہ کام سے ایک شخص کے جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔ ہر شخص میں اظہارِ ذات اور خودنمائی کی خواہش ہوتی ہے اور اس کے اظہار کا بہترین ذریعہ اس کا کام ہے۔ اسے کام میں لگن ہو، تو وہ اپنی ذات کو دوسروں کی توجہ کا مرکز بنا سکتا ہے آپ فلم کی صنعت میں کام کرنے والوں کو دیکھیے خواہ وہ سیٹ پر کام کرنے والے اداکار ہوں، یا ہدایت کار ہوں، کہانی لکھنے والے ہوں یا سنگیت کار ہوں۔ میک اپ سے وابستہ ہوں یا تصویریں کھینچنے کا کام کرتے ہوں سب خودنمائی کی خواہش کی وجہ سے اپنی صلاحیتوں کو بہترین طور پر بروئے کار لاتے ہیں اور ناظرین کی تعریف و ستائش کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ کئی لوگ اپنے لاشعوری جذبات کی تسکین بھی اپنے کام کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ جیسے جنون کی حد تک سخت گیری اور جبر و تشدد کر کے لوگوں کو اپنے کنٹرول میں لانا اور خوشی محسوس کرنا، اور اسی طرح کی دوسری باتیں ایسے جذبات کی نشاندہی کرتے ہیں جو بلاواسطہ کام کاج کے ساتھ تو وابستہ نہیں کیے جا سکتے

لیکن جن کے بارے میں تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ لوگ صرف ان کی تشفی کے لیے ہی کام کرتے ہیں اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی، تو لوگوں پر حکمرانی کرنے کے نشے میں جوار باب سیاست بار بار شکست کھانے کے باوجود سیاسی میدان کیوں نہیں چھوڑ دیتے؛ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے ان کے کسی لاشعوری جذبہ کی تشفی ہوتی ہے۔ کام کا ایک نفسیاتی پہلو یہ بھی ہے کہ بعض لوگ کام کے ذریعے ہی خود شناسی کی منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس لیے وہ ہمیشہ کام میں لگے رہتے ہیں، خواہ اس سے خود نمائی ہوتی ہو یا نہیں آزادی ملتی ہو یا نہیں۔ کوئی سماجی ضرورت پوری ہوتی ہو یا نہیں،

یہ سب باتیں غیر اہم ہیں۔ کام صرف کام کے لیے ہی کیا جاتا ہے۔ ایسی صورتِ حال کے لیے آل پورٹ خود مقصد تفاعل۔ (Functional Auto) کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ جہاں کہ ایک شخص اپنے کام میں بیرونی ضرورتوں کا لحاظ کیے بغیر مکن ہو جاتا ہے۔

آخر میں یہ بات کہنا ضروری ہے کہ (کام) کے ذریعہ سے جن جسمانی، ذہنی، سماجی اور نفسیاتی ضرورتوں کی تسکین ہوتی ہے وہ کوئی الگ الگ خانوں میں بٹی ہوئی نہیں ہیں جس سے ایک ضرورت کو پورا کرنے سے دوسری ضرورتوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر اوقات یہ ضرورتیں بیک وقت ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ انفرادیت کی وجہ سے مختلف لوگوں کے نزدیک مختلف ضرورتوں کی اہمیت مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ تو صرف سماجی ضرورتوں کو زیادہ محسوس کرتے ہیں اور وہ برادری یا جماعتی تعلقات کی خاطر کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض خود نمائی اور آزادی کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں اور وہ نفسیاتی ضرورتوں کو پورا کرنے کا کام کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جن کے کام کے محرکات میں سب سے زیادہ اہمیت تحفّظ اور سلامتی کی ضرورتوں کو حاصل ہے۔

(ج) انتخابِ پیشہ۔ ایک نظریاتی بحث

کیا انتخاب پیشہ ایک اتفاقی عمل ہے یا منصوبہ بند؟ کیا لوگ پیشہ اختیار کرنے کو ایک بالکل آزاد عمل سمجھتے ہیں یا اس کو بعض چیزوں کا پابند مانتے ہیں۔ یہ اس طرح کے نظریاتی سوالات اکثر اٹھائے جاتے ہیں۔ اس معاملے کو سمجھنا نہایت ضروری

ہے ۔ کیونکہ ایک ٹھوس فکری بنیاد کے بغیر صلاح کار "انتخاب پیشہ" کے معاملے میں ٹھیک اور مفید صلاح کاری نہیں کرسکتا۔

انتخاب پیشہ کے عمل پر سوچنے والے عام طور سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ عمل زیادہ تر ارتقائی نوعیت کا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ فرانک پارسنز نے "تجربۂ شخصی، اور تجربہ کار" کے مفروضات پر جو نظریہ قایم کیا تھا وہ زیادہ دیر تک قابلِ قبول نہ رہ سکا کیونکہ تحقیق اور مشاہدے سے بعض ایسی باتیں سامنے آئیں جن سے اس نظریہ کی صحت پر شبہ کیا جانے لگا۔ اس کے بعد کئی ماہرینِ نفسیات اور ماہرینِ سماجیات نے انتخابِ پیشہ کے عمل کو ارتقائی نوعیت کا سمجھنے پر زور دیا ہے۔ ہم یہاں پر صرف اینی رو اور ہیٹرای ڈرنالڈ کے نظریے پیش کرنے پر اکتفا کریں گے کیونکہ یہ دو نظریے نہایت ہی جامع ہیں۔

۱- اینی رو کا ضروریات پر مبنی نظریہ

اینی رو کی نگاہ میں انتخابِ پیشہ کا عمل بنیادی طور پر ایک شخص کی ضروریات پر منحصر ہے اور یہ ضروریات ابتدا ہی سے ایک مخصوص قسم کے گھریلو ماحول میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک بچے کو چار طرح کا گھریلو ماحول مل سکتا ہے، ایک وہ جس میں بچے کو حد سے زیادہ تحفظ حاصل ہو۔ دوسرا وہ جہاں بچے کی کوئی پرواہ نہ کی جاتی ہو، تیسرا وہ جس میں بچے کو بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ان چار طرح کے گھریلو ماحول سے نکلے ہوئے بچوں کا انتخابِ پیشہ والدین کے ساتھ ان کے ابتدائی تعلقات کی نوعیت پر منحصر ہوگا۔ مثلاً حد سے زیادہ تحفظ کرنے والے گھرانے میں بچے کی ہر خواہش ضرورت سے زیادہ حد تک پوری کی جاتی ہے ۔ اس کے ساتھ ضروری ہوگا کہ بچہ ہمیشہ اپنے والدین کی تابعداری کرتا رہے اور اُن سے آزادی حاصل نہ کرے۔ اس لیے اپنی خواہشات پوری ہونے کے باوجود اس کے دل میں ایک کسک سی برقرار رہے گی۔

بچوں کے ساتھ بے پروائی برتنے والے گھرانوں میں بچوں کی بنیادی جسمانی ضرورتیں بھی ٹھیک طرح سے پوری نہیں ہوتیں۔ اسی لیے ان کے مابین کشیدہ سماجی تعلقات کی بنیاد پڑتی ہے۔ بچوں کو نظر انداز کرنے والے گھر میں ان کی جسمانی ضرورتیں خواہ پوری ہوجائیں مگر ان کی نفسیاتی ضرورتوں کا کوئی خیال نہیں کرتا، محبت، اُنسیت، چاہت

اور جذباتی لگاؤ کی کوئی بات ہی نہیں۔ اس طرح کے ماحول سے جو بچے نکلتے ہیں وہ سہمے سے رہتے ہیں اور کسی کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے۔ جن گھرانوں میں بچوں کو مناسب انداز میں خوش آمد کہا جاتا ہے، ان کے بچے اشخاص، خیالات اور اشیا کی طرف نہایت مثبت رویہ رکھتے ہیں۔

اِن ابتدائی مشاہدات اور تجربات کا آئندہ زندگی کے لیے انتخاب پیشہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق اُن ضروریات پر مبنی ہوگا جو بچوں کے اوائل عمر سے محسوس کی ہیں۔ اپنی رُو ضروریات کی وہ تقسیم قبول کرتی ہے جو ماسلو نے پیش کی ہے۔

ماسلو نے آٹھ قسم کی ضرورتیں بیان کی ہیں؛

1۔ جسمانی ضرورتیں
2۔ تحفظ اور سلامتی کی ضرورتیں
3۔ محبت اور تعلقات کی ضرورتیں
4۔ عزت اہمیت، آزادی حاصل کرنے کی ضرورتیں۔
5۔ معلومات کی ضرورتیں۔
6۔ فہم و تفہیم کی ضرورتیں۔
7۔ جمالیاتی ضرورتیں۔
8۔ عرفانِ ذات کی ضرورتیں۔

چونکہ پیشہ یا روزگار بیشتر ضروریات کو پُورا کرتا ہے۔ اس لیے انتخاب پیشہ کا عمل زیادہ تر اُن ضرورتوں پر مبنی ہوتا ہے، جن کی شدت اوائل عمر سے محسوس کی گئی ہو۔ جن بچوں کے ابتدائی تجربات ایک سخت گیر اور جابر ماحول میں ہوئے ہوں، وہ شاید ایسے پیشے کو اختیار کریں جس میں انھیں آزادی، محبت اور تھوڑی بہت اہمیت ملنے کا امکان ہو۔ لیکن اگر کسی بچے نے اُس ماحول کے ساتھ ایسا سمجھوتہ کر لیا ہو کہ اس کے تمام سنگین مطالبے پورے کرتا رہا ہو، تو وہ شاید ایسے ہی ماحول کو پسند کرے گا جہاں دست نگری اور فرماں برداری مطلوب ہو۔ اسی طرح جن گھرانوں میں بچوں کی بیشتر جسمانی ضرورتیں ہی پوری نہ ہوئی ہوں وہ روزگار کو دو وقت کی روٹی سمجھ کر کسی بھی پیشے کو اختیار کر لیں گے جس میں صرف روٹی ملنے کی ضمانت ہو۔ غرض، ضروریات کا زینہ

جس کی پہلی سیڑھی جسمانی ضروریات ہیں اور آخری سیڑھی عرفان ذات کی ضروریات ہر بچے کی انفرادی ضرورتوں کے مطابق بدلتا رہے اور یہ انفرادی ضرورتیں ان کے ابتدائی تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہیں۔

اپنی رُو کے "ضروریات" پر مبنی نظریے کی اپک نے وضاحت اس طرح کی ہے :

"پیشے ضروریات کو حاصل کرنے کی خاطر اختیار کیے جاتے ہیں۔ ہم وہی پیشہ اختیار کرتے ہیں جس میں ہماری بیشتر خواہشات پوری ہوتی ہوں۔

ضرورتیں ہر طرح سے ہمارے "انتخاب پیشہ" کو متاثر کرتی ہیں۔ پیشے کے انتخاب کا عمل اُسی وقت شروع ہوتا ہے، جب کہ ہمیں یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ روزگار ہماری ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ انتخاب پیشہ کا عمل اُس صورت میں زیادہ بہتر ہوگا جب کہ ہمیں اپنی ضروریات کا صحیح اندازہ ہو۔

اپنے بارے میں علمیت ہمیں وہ پیشے انتخاب کرنے میں ممد ثابت ہوتی ہے جن کے ذریعے ہماری بیشتر ضروریات پوری ہوں گی۔ کام میں اطمینان اس بات پر مبنی ہے کہ وہ کام کس قدر ہماری ضروریات پورا کرتا ہے۔

پیشہ ورانہ انتخاب میں اس وقت تبدیلی آسکتی ہے جب کہ ہمیں یہ محسوس ہو کہ اس طرح کی تبدیلی سے ہماری ضروریات بہتر طور پر پوری ہوتی ہیں۔"

مندرجہ بالا نظریے کے مدنظر اپنی رُو نے تمام پیشوں کو آٹھ درجوں میں بانٹا ہے اور ہر درجے کی چھ سطحیں مقرر کی ہیں۔ اس طرح اگر ہم پیشوں کو ترتیب دیں تو مندرجہ ذیل آٹھ درجے سامنے آئیں گے۔

1 - ملازمت
2- کاروباری مصروفیت۔
3 - تنظیمی مشاغل
4 - تکنیکی سرگرمیاں
5 - بیرونی کام کاج
6 - سائنسی سرگرمیاں۔

7۔ عام تہذیبی مشاغل۔
8۔ فنونِ لطیفہ اور تفریحی سرگرمیاں۔
ہر درجے کے پیشے کی چھ سطحیں ہیں اور ہر سطح پر ضروریات اور صلاحیت کے مطابق لوگ کام کرتے ہیں۔ یہ سطحیں حسبِ ذیل ہیں۔
پہلی سطح: منتظمانہ ذمہ داریاں پورے اختیارات کے ساتھ۔
دوسری سطح: منتظمانہ ذمہ داریاں مگر محدود آزادی کے ساتھ۔
تیسری سطح: چھوٹے چھوٹے کاروباری اداروں کی ملکیت اور نیم منتظمانہ ذمہ داریاں۔
چوتھی سطح: ہنرمندانہ کام کاج۔
پانچویں سطح: نیم ہنرمندانہ کام کاج۔
چھٹی سطح: غیر ہنرمندانہ محنت و مشقت کا کام۔
ایک شخص پیشے کے کس درجہ اور کس سطح کے لیے خود کو موزوں سمجھے گا، اس بات پر منحصر ہے کہ اس کی ضروریات کس نوعیت کی ہیں۔

2۔ سُوپر کا ارتقائی نظریہ باریک بینی سے دیکھا جائے تو اینی رو کا نظریہ پہلی نظر میں ارتقائی نہیں لگتا ہے۔ لیکن چند ایسے نظریے بھی پیش کیے گئے ہیں جو خالص ارتقائی ہیں ان میں سب سے زیادہ جامع نظریہ سوپر کا ہے، جس کی بنیادی معروضات حسبِ ذیل ہیں:۔
لوگ اپنی قابلیتوں، دلچسپیوں، اور شخصیتوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔
اس انفرادیت کی وجہ سے لوگ مختلف پیشوں میں داخلے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔
ہر پیشے کے لیے مخصوص قابلیت، دلچسپی اور شخصیت کی ضرورت رہتی ہے۔ مگر اس کلیے میں تھوڑی سی ترمیم کی بھی گنجائش ہے۔
پیشہ ورانہ ترجیحات اور مہارتیں، کام کاج کی جگہ اور لوگوں کا تصورِ ذات، تجربے وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے (اگرچہ تصورِ ذات بلوغت کے بعد سے آخر عمر تک قریب قریب ایک جیسا رہتا ہے) انتخابِ پیشہ کا عمل زندگی کے مختلف ادواروں سے متاثر ہوتا ہے۔ کام کاج کی نوعیت، والدین کی سماجی اور اقتصادی حیثیت، قابلیت، شخصیت

اور مواقع سے متعین ہوتی ہے۔

انتخابِ پیشہ کا ارتقا، قابلیت کی نشو ونما، دلچسپیوں کے تغیر حقیقتوں کے مشاہدے اور تصورِ ذات کی بالیدگی کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔

پیشہ ورانہ انتخاب کا عمل حقیقت میں "تصورِ ذات" کا عملی پہلو ہے۔

تصورِ ذات اور حقیقت کا رشتہ ایک طرح سے آدمی کے رول ادا کرنے پر منحصر ہے، خواہ آدمی خیال کی دنیا میں ہو، صلاح کاری کے طلباء سے ملاقات کر رہا ہو، یا زندگی کے کسی اور حقیقی کام میں مصروف ہو۔

زندگی اور کام سے سکون اور اطمینان حاصل کرنے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ایک شخص اپنے کام کے ذریعے اپنی قابلیتوں، صلاحیتوں، اپنی شخصی خوبیوں اور سماجی قدروں کا کس قدر مظاہرہ کر سکتا ہے۔

سوپر کے نظریے کی بنیادی باتوں کی طرف دھیان دینا لازمی ہے۔ ایک تو یہ سوپر کے خیال میں انتخابِ پیشہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے ایک شخص اپنی ذات سے متعلق تصورات کو عملی جامہ پہناتا ہے یعنی کام کے ذریعے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ میں کیا ہوں۔ اسی وجہ سے اس پیشہ ورانہ انتخاب کے نظریے کو تصورِ ذات کا نظریہ بھی کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ سوپر "تصورِ ذات" کو ایک خاص مسلسل عمل کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اس لیے اس کی رائے میں پیشہ ورانہ انتخاب کا عمل بھی کئی ارتقائی عمل کے مراحل سے گزرتا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ **نشو ونما کا مرحلہ** یہ مرحلہ جنم دن سے چودہ سال کی عمر تک پھیلا ہوا ہے، پیشہ ورانہ نقطۂ نظر سے اس کے چار دور ہیں۔

ایک: پیدائش سے تین سال تک، جس میں کسی بھی طرح کی پیشہ ورانہ دلچسپی کا مظاہرہ نہیں ہوتا، دوسرا وہ جو چار سال سے دس سال تک رہتا ہے جس میں صرف نظری طور پر بچے روزگار کے مختلف ذرائع کے متعلق سوچتے ہیں۔ تیسرے دور یعنی گیارہ سے بارہ سال تک میں پیشہ کے بارے میں دلچسپیاں اور پسندیدگیاں واضح ہونے لگتی ہیں اور چوتھے دور تیرہ سے چودہ سال کی عمر میں قابلیت کی بنا پر مختلف پیشوں کے بارے میں فکر واضح ہو جاتی ہے۔

2۔ **تلاش کا مرحلہ** یہ مرحلہ پندرہ سے چوبیس برس تک رہتا ہے اور اس کے تین دور ہیں پندرہ سال سے سترہ سال تک بچے اپنی ضرورتوں دلچسپیوں صلاحیتوں اور قدروں وغیرہ کی روشنی میں مختلف پیشوں کے بارے میں سوچتے ہیں اور یہیں سے پیشوں سے متعلق ابتدائی فیصلوں کی نشاندہی شروع ہوجاتی ہے۔ دوسرا دور اٹھارہ سال کی عمر سے اکیس سال تک رہتا ہے۔ جس میں حقیقتِ حال کے مدِنظر پیشوں سے متعلق غور و فکر ہوتا ہے۔ اور بائیس سے چوبیس سال کی عمر تک فرد کسی نہ کسی پیشے میں آزمائشی طور پر داخل ہوجاتا ہے، محض آزمائش اور مشاہدہ کی خاطر۔

3۔ **استحکام کا مرحلہ** یہ مرحلہ پچیس سے چوالیس برس تک کا ہے اور اس کے دو دَور ہیں۔ ایک وہ جو پچیس برس سے تیس برس تک رہتا ہے یہ آزمائشی دور کہلاتا ہے۔ اس میں ایک شخص مختلف زاویوں سے اپنے پیشے کو پرکھتا ہے۔ اور کبھی کبھی بدل بھی دیتا ہے۔ دوسرے دور میں یعنی اکتیس سے چوالیس سال تک پیشے میں مکمل استحکام پیدا ہوجاتا ہے۔ یعنی فرد اپنے منتخب پیشے میں پوری طرح جم جاتا ہے۔

4۔ **سلامتی اور تحفظ کا مرحلہ** پینتالیس سال سے پینسٹھ برس کی عمر تک فرد اپنے اختیار شدہ پیشے کو جاری رکھتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔

5۔ **زوال کا مرحلہ** آخر میں عمر کے چھیاسٹھ سال سے موت تک زوال کا مرحلہ ہوتا ہے، جس کے دو مزید دَور ہیں۔ ایک تو وہ جس میں پیشہ ورانہ سرگرمیاں سرد پڑجاتی ہیں۔ یہ دور چھیاسٹھ سے ستر سال تک رہتا ہے اور دوسرا وہ جس میں پیشہ ورانہ سرگرمیوں کا بالکل خاتمہ ہوجاتا ہے۔ یہ دورا کہتر برس سے شروع ہوکر زندگی کے آخری لمحات تک رہتا ہے۔ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ انتخاب پیشہ کے عمل سے متعلق جو مراحل اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ ان کا اطلاق ہر ملک کے باشندوں پر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مراحل خاص طور پر امریکہ کی موجودہ صورتِ حال کی عکاسی کرتے ہیں لازمی نہیں کہ ہندوستان جیسے ملک پر یہ تعمیمات صادق آئیں۔

(د) **انتخابِ پیشہ پر اثر انداز ہونے والے عناصر** پیشہ ورانہ انتخاب پر نظری بحث کے دوران یہ بات واضح

ہو گئی ہے کہ ایک شخص محض اتفاق یا حادثے کی بنیاد پر کسی پیشے کو اختیار نہیں کرتا بلکہ یہ عمل سراسر ارتقائی ہے اور دورانِ نشوونما یہ عمل مختلف عناصر سے اثر پذیر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ایک خاص منزل پر پہنچ کر اس کی صحیح صورت سامنے آتی ہے اور اُن اثرات کا پتہ بھی لگ جاتا ہے جنہوں نے اس کی نمود میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اب ہم چند ایسے اہم عناصر سے بحث کریں گے جو انتخابِ پیشہ کے عمل پر اثر انداز ہوئے ہیں۔

گھر اور خاندان تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ ایک شخص کا پیشہ ورانہ انتخاب سب سے زیادہ اور گہرے انداز میں اُس کے گھر اور خاندان سے متاثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ والدین کی لاشعوری تمنائیں اور امنگیں بھی اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ مثال کے طور پر جو والدین اپنی زندگی میں کسی خاص روزگار کو کسی وجہ سے حاصل نہیں کر سکے وہ اکثر اپنی اولاد کو اس پیشے کے لیے تیار کر کے اپنی دیرینہ آرزو کو پورا کرتے ہیں۔ جو والدین اپنی اولاد کو ڈاکٹری کی ٹریننگ کے لیے تیار کرنے پر مصر ہوتے ہیں، ان میں بہت سے وہ ہیں جو اپنی زندگی میں اس پیشے کے لیے خود تڑپ چکے ہیں۔

والدین کی لاشعوری خواہشات سے قطع نظر ایک گھر ہر بچے کے لیے اقتصادی، نفسیاتی اور سماجی تعلقات کی ایک مخصوص فضا پیش کرتا ہے اور اس کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے علاوہ اس کے سامنے کئی پیشہ ورانہ رول واضح کرتا ہے۔ بچہ آہستہ آہستہ خود بھی رول ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر باپ کا رول دیکھ کر وہ اکثر باپ کے رول میں ہی خود کو دیکھنا چاہتا ہے اور اگر یہ رول سماجی اعتبار سے کچھ کم اہمیت کا ہو تو وہ اسی رول کو ادا کرنا چاہتا ہے۔

بچہ سلوک اور رواداری کی کوئی بھی تمیز اپنے ساتھ پیدائشی طور پر نہیں لاتا بلکہ ایک لمبی مدت کے تجربات اور مشاہدات سے اس میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ کام اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں اس کے ذاتی نظریات گھر یا خاندان کے عقائد سے متاثر ہوتے ہیں۔ پیشے کے معاملے میں ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ وہی پیشہ اختیار کرنے کو سوچتا ہے جس میں اُس کے گھر اور خاندان کی رضامندی شامل ہو۔ جو خاندان کی بنیادی اقدار اور اخلاقی نظریات کے عین مطابق ہوں۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت سارے لوگ اپنی قابلیت و صلاحیت کی بنا پر کسی خاص پیشے کے اہل ہوتے ہیں لیکن وہ یہ کام اس لیے نہیں

کرتے کہ یہ ان کے خاندانی اقدار و عقائد کے منافی ہے اس کی ایک مثال وہ لڑکیاں ہیں جو صلاحیت اور دلچسپی وغیرہ کے لحاظ سے "نرسنگ" کے پیشے کے لیے موزوں ہوسکتی ہیں، لیکن وہ اس پیشے کو اس لیے اختیار نہیں کر پاتیں کہ اُن کے گھر اور خاندان میں اس پیشے کو گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ اس صورت حال میں بچے کی نگاہ میں وہی پیشے معتبر قرار پاتے ہیں جنہیں اس کے والدین عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔

قابلیت وصلاحیت

انتخاب پیشہ کا عمل ایک اور عنصر یعنی فرد کی قابلیت سے متاثر ہوتا ہے۔ ایسا دیکھا گیا ہے کہ کچھ پیشے اعلیٰ درجے کی ذہانت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے پیشوں کو صرف ذہین اور قابل لوگ ہی اختیار کرسکتے ہیں۔ لیکن قابلیت بجائے خود ایک خاص ماحول کی دین ہے۔ والدین کا سماجی اعتبار سے اعلیٰ مرتبہ، موزوں، تعلیمی اور تربیتی تجربات کے مواقع اور وقت کا صحیح استعمال ایسی چیزیں ہیں جو ایک بچے کے ذہنی اُفق کو وسیع کرتی ہیں۔ اس لیے قابلیت کا معاملہ بھی والدین کی حیثیت اور تعلیمی مواقع سے بالواسطہ متاثر ہوتا ہے۔

ہندوستان میں ایسی کوئی تحقیق شائع نہیں ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا کہ واقعی قابلیت اور انتخابِ پیشہ میں کوئی تعلق ہے۔ البتہ چند امریکی مطالعوں سے یہ بات ثابت ہوسکتی ہے کہ ان دونوں کے مابین رشتہ ضرور ہوتا ہے۔ ایک تحقیق کے دوران ایسے آٹھ بچوں کا مشاہدہ کیا گیا، جو ذہنی اعتبار سے پست تھے اور اٹھارہ سال بعد ان کے پیشوں سے متعلق اعداد و شمار جمع کیے گئے تو معلوم ہوا کہ ان میں دو شخص ٹرک ڈرائیور، ایک ٹیکسی ڈرائیور اور ایک ویلڈر بن گیا تھا اور ایک کلرک، ایک مرمت کرنیوالا ایک مزدور ایک مستری تھا، اسی طرح سے ایک اور مطالعہ میں ذہنی اعتبار سے غیر معمولی اشخاص کے پیشوں کا جائزہ طویل مدت کے بعد لیا گیا، تو پتہ چلا کہ ان میں اکثریت نے کالج کی تعلیم مکمل کی تھی۔ چند نیم پروفیشنل کاموں پر متعین تھے۔ بہت سے یونیورسٹی استاد، وکیل، معمار، انجینئر اور مصنف وغیرہ بن گئے تھے۔ اسی طرح کی اور تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ قابلیت کا انتخابِ پیشہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

بعض کام ایسے مشکل اور پیچیدہ ہوتے ہیں جن سے معمولی ذہن عہدہ برآ نہیں ہوسکتا ایسے کام سرانجام دینے کی خاطر نہایت ہی قابل آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور اگر کہیں اتفاق یا غلطی سے اس اصول کی خلاف ورزی ہوگئی، تو پیشے کی تبدیلی لازمی ہو جاتی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اس پیشے کو ترک کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جب ان کی ذاتی قابلیت اور صلاحیت پیشہ کے مطالبات کو پورا نہیں کر سکتی۔

شخصیت ایک فرد کی پیشہ ورانہ ترجیحات اور دلچسپیوں پر اس کی شخصیت کے اثر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک خاموش طبیعت اور دَروں بین شخص اچھا دُکاندار نہیں بن سکتا۔ وہ مصنف بن سکتا ہے یا کوئی اور کام کر سکتا ہے جس میں سماجی تعلقات کی بہت ضرورت نہ ہو، اسی طرح سماجی اعتبار سے بڑا ملنسار اور با تونی آدمی ایسے کام میں لطف حاصل نہیں کر سکتا جس میں خاموشی اور تنہائی درکار رہو۔ چند تحقیقات کی بنیاد پر مختلف شخصی خصوصیات کا رشتہ مخصوص پیشوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اور یہ بات کہی جاتی ہے کہ ایسے پیشوں میں کامیابی کی خاطر متعلقہ شخصی خصوصیات کا موجود ہونا لازمی ہے۔ مثال کے طور پر استاد کو لیجیے بعض تحقیقات شاہد ہیں کہ ایک کامیاب استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ملنسار، قابلِ اعتماد، خود کفیل اور ضبط پسند ہو۔ جبکہ ڈاکٹروں اور موسیقاروں کے لیے ہمدرد اور نرم مزاج ہونا لازمی ہے۔ اس طرح کی تحقیقات کو مزید دیکھنے اور جانچنے کی ہر وقت ضرورت ہے اور ان کے نتائج زیادہ تر ایک جماعت کے لیے صحیح ہوتے ہیں، ایک مخصوص فرد پر اُن کا صادق آنا ضروری نہیں۔

پیشہ ورانہ انتخاب پر شخصیت کے اثر کو جانچنے کے لیے چند ایسے سوالنامے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جن کے ذریعے ایک شخص کی پسند اور ناپسند معلوم ہو جاتی ہے۔ اسٹرانگ نے ایک ایسا سوالنامہ تیار کیا ہے جس سے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ کسی شخص کی پیشہ ورانہ دلچسپیوں کی کیا صورت ہے۔ اسٹرانگ کا یہ سوالنامہ چار سو بیانات پر مشتمل ہے جن کی نوعیت سوالیہ ہے اور جوابات کی بنیاد پر ایک شخص کی پیشہ ورانہ دلچسپیاں سات طرح کے پیشوں کے لیے مناسب یا نامناسب سمجھی جاتی ہیں۔

(۱) ہنر مند کارکنان سے کم یا زیادہ مرتبے کے پیشے۔
(۲) درسی مضامین کے بارے میں دلچسپیاں۔
(3) مشاغل۔
(۴) تفریحی اور شوقیہ کام۔

(5) جانی پہچانی شخصیتیں۔
(6) پیشہ ورانہ اطمینان و آسودگی پر اثر انداز ہونے والے عناصر۔ اور
(7) مختلف قابلیتوں کا تجزیہ۔

"اسٹرانگ" کے بعد کیوڈر نے ایک زیادہ سنجھا اور واضح سوالنامہ پیش کیا جس کی مدد سے حاصل کی ہوئی معلومات پانچ طرح کے پیشہ ورانہ گروہوں کی نشاندہی کرتی ہے، جیسے:

(1) جماعت میں چاق و چوبند رہنے کی ترجیحات۔
(2) جانے پہچانے پیشوں میں ترجیحات۔
(3) افکار و خیالات میں مگن رہنے کی ترجیحات
(4) پریشانی سے دور رکھنے والے پیشوں کی ترجیحات، اور
(5) دوسروں کو ہدایات دینے والے پیشوں کی ترجیحات۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر چند سوالنامے تیار کیے گئے ہیں۔ مثلاً پی۔ ایس۔ ایم انٹرسٹ ان ون وینٹری، ووکیشنل پریفرنس ریکارڈ، ایچ پی سنگھ کا تیار کیا ہوا انٹرسٹ ریکارڈ وغیرہ۔ ان کے علاوہ ہندی زبان میں کئی سوالنامے تیار کیے گئے ہیں۔ لیکن ان سب میں شخصیتیں عناصر کی جگہ پیشوں کی گروپ بندی کی گئی ہے اور مختلف دلچسپیاں مختلف پیشوں کے ساتھ منسلک کی گئی ہیں۔ اس لیے ان سے اس بات کا صحیح اندازہ نہیں لگتا کہ کون سے شخصی اوصاف کس کام کے لیے اہم سمجھے جاتے ہیں۔

اقتصادی عنصر ابتدا میں انتخاب پیشہ کا صرف ایک ہی مقصد دکھائی دیتا تھا وہ یہ کہ اس پیشے کی بدولت ایک شخص اپنی لامحدود ضرورتوں اور محدود وسائل کے پیش نظر اطمینان و آسودگی کی وہ صورت ڈھونڈتا تھا جس سے اس کی زیادہ سے زیادہ خواہشات و ضروریات پوری ہوں۔ لیکن بدقسمتی سے یہ ضرورتیں زندگی کے صرف اقتصادی پہلو تک محدود سمجھی جاتی تھیں۔ اس لیے پیشہ کو فقط روزی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس خیال میں تبدیلی آگئی۔ اب کہا جاتا ہے کہ آدمی صرف روٹی کے لیے ہی زندہ نہیں ہے بلکہ زندگی کے اور بھی مقاصد ہیں۔ ایک بات تو اب بھی صحیح ہے کہ جن پیشوں کے امیدواروں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے ان میں

اُجرتوں کی شرح گرجاتی ہے۔ اسی لیے ماہرین کا خیال ہے کہ انتخابِ پیشہ کے وقت لوگ اس بات کا خیال بھی رکھتے ہیں کہ اس پیشے کو اختیار کرنے والوں کی تعداد کے پیشِ نظر اجرتوں پر کیسا اثر پڑے گا۔ اس لیے زیادہ تر وہی پیشے اختیار کیے جائیں گے جن میں اُجرتوں کی شرح نسبتاً پائیدار ہے۔

اس کے ساتھ ایک اور بات کا لحاظ لازمی ہے۔ وہ یہ کہ جدید کارخانہ داری یا صنعت کاری نے بیشتر پیشوں کی نوعیت ہی بدل ڈالی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض پیشے یا کام ختم ہو رہے ہیں اور بعض کے لیے نئی مہارتوں کی مانگ ہے۔ کارخانوں میں بجلی کے استعمال سے ہزاروں کام کرنے والے بیکار ہو گئے ہیں۔ اور سینکڑوں کو بجلی سے چلنے والی مشینوں کے استعمال کی تربیت حاصل کرنا پڑی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انتخابِ پیشہ کے وقت صنعت کاری کے مضمرات کا خیال رکھا جائے اور وہی پیشے اختیار کیے جائیں جو زیادہ مستحکم نظر آتے ہوں۔

اس کے علاوہ ایک ملک کی حکمتِ عملی بعض پیشوں کو اختیار کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کرے گی جبکہ دوسرے پیشوں سے منحرف ہونے کی ترغیب دے گی۔ مثال کے طور پر حکومتِ وقت کی ٹیکس پالیسی اور تجارتی کاروبار کی حد بندی وہاں کے باشندوں کے انتخابِ پیشہ کے عمل پر براہِ راست اثر انداز ہوگی۔ ہر شخص اپنے پیشے کا انتخاب کرتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھے گا کہ ایسا پیشہ اختیار کیا جائے جس میں سرکاری پابندیاں کم سے کم ہوں۔

(ی) **پیشہ ورانہ صلاح کاری** انتخابِ پیشہ کے عمل پر نظری بحث کرنے اور اس کا مختلف عناصر کے ساتھ تعلق دکھلانے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ عمل کئی عناصر سے متاثر ہوتا ہے اور اس عمل کے اتفاقی ہونے کا کوئی جواز نہیں۔ ایسی صورتِ حال سے نمٹنے میں صلاح کاری بہت مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ایک شخص کسی روزگار میں ناکام رہا ہے اُسے خوشی اور اطمینان حاصل نہیں، وہ روزگار کے ماحول کو پسند نہیں کرتا، تو ایسے حالات میں اُس کے لیے سازگاری کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کارخانہ دار یا دیگر کاروبار کے مہتمم اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ ان کے کارکنوں، ملازموں اور مزدوروں کی پیداواری صلاحیت

کم ہوتی جا رہی ہے اور اُن کے کارخانے کی پیداوار نتیجتاً کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ آئے دن اپنے کام اور پیشے بدلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے روزگار میں خوشی اور اطمینان محسوس نہیں کر سکتے۔ یہ اور اسی طرح کے دیگر مسائل روزگار حاصل کرنے کے بعد تجربے میں آتے ہیں۔ جو لوگ ابھی تعلیم و تربیت کے مرحلوں پر ہی ہوں اُن کے لیے تو اور زیادہ سنگین مسئلہ ہے، کہ وہ انتخابِ پیشہ کیسے کریں۔ کیا ان کی دلچسپیوں اور صلاحیتوں میں کوئی تعلق ہے؟ اگر ہے تو اس کی کیا نوعیت ہے؟ انھیں کون سے مشاغل پسند کرنے چاہئیں؟ کسی پیشے میں کامیابی و کامرانی کی کیا صورتیں ہیں؟۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے سوالات اکثر ان لوگوں کے سامنے آتے ہیں پیشہ ورانہ صلاح کاری کی ضرورت ان دونوں قسم کے لوگوں کو ہے ساتھ جوڑے گئے ہیں ایک طرف ان لوگوں کو وقتاً فوقتاً مدد اور مشورہ درکار ہے جو اپنے کام میں کسی طرح کی دشواری محسوس کرتے ہوں۔ خواہ یہ دشواری عدم سازگاری کی وجہ سے ہو یا دلچسپی کم یا ختم ہونے کی وجہ سے۔ دوسری طرف اُن نوجوانوں کو پیشہ کے انتخاب میں مدد و مشورہ کی ضرورت ہے ابھی کسی خاص پیشے میں داخل نہ ہوئے ہوں۔

ایک پیشہ ورانہ صلاح کار کے پاس ریاضی کا کوئی فارمولہ نہیں ہوتا کہ جس کی مدد سے وہ دوسروں کی پیشہ ورانہ پیچیدگیاں بالکل ٹھیک طرح سلجھا تا رہے۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس کی نگاہ ان تمام عناصر پر ہوتی ہے جنہیں انتخاب پیشہ کے وقت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ابتدا میں ایک پیشہ ورانہ صلاح کار امیدواروں کی شخصیتوں سے متعلق ضروری جانکاری حاصل کر کے اُن کو مناسب پیشوں میں جانے کا مشورہ دیتا اور یہ مشورہ اس بات پر قائم ہوتا تھا کہ صلاح کار امیدوار اور پیشہ دونوں کے متعلق تفصیلی جانکاری رکھتا تھا۔ یعنی امیدوار کی دلچسپیاں، اُس کی شخصیت، اس کا سماجی پس منظر اس کی فوری ضروریات وغیرہ اور اسی طرح 'کام' کے بارے میں بھی اس کے ضروری لوازمات پر نظر رکھتا تھا اور آخر میں امیدواروں کو ایسے شعبوں میں جانے کا مشورہ دیتا تھا جن میں ان کی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال ہو۔ اس سلسلے میں کبھی کبھار، نہایت ہی کامیاب کارکنان کی شخصیت کے تجزیے بھی سامنے رکھے جاتے تھے تاکہ امیدواروں کی ذاتی خصوصیات ان کی صلاحیتیں، دلچسپیاں اور ضرورتیں وغیرہ کا۔ کامیاب

کارکنوں کی ذاتی خصوصیات سے مقابلہ کیا جائے تاکہ امیدواروں کو اپنی کامیابی یا ناکامی کے امکانات کا اندازہ ہو سکے۔

پیشہ ورانہ صلاح کاری کا یہ تصور اب بہت بدل چکا ہے۔ اب ایک ماہر پیشہ ورانہ صلاح کار کا کام یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک امیدوار کو صحیح "تصورِ ذات" کی تشکیل میں مدد دے، کیونکہ جیسا کہ سوپر کا خیال ہے کہ پیشے کے ذریعے ایک شخص اپنے تصور ذات کو عملی جامہ پہناتا ہے، یعنی پیشہ شخصیت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے اس لیے صلاح کار کا فرض ہے کہ وہ امیدواروں کو ٹھیک، اور حقیقت پسندانہ "تصورِ ذات" اپنانے میں مدد دے۔ جن لوگوں کو اپنے بارے میں مغالطہ ہوتا ہے، وہ حقیقت کی دنیا میں پریشان ہوتے ہیں اور غلط قسم کی خود اعتمادی کی وجہ سے انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، ایسے لوگوں کو صلاح کاری حاصل ہونی چاہیے تاکہ وہ اپنے مقاصد موجودہ مواقع کی روشنی میں واضح کر سکیں۔ اور اپنی امیدوں کی خدمت اور آرزوؤں کو حقائق کے ساتھ وابستہ کریں۔ سب سے مفید بات تو یہ ہے کہ امیدواروں کو اپنے بارے میں کسی طرح کی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونے دیا جاتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ امیدواروں کی نظرِ انتخاب سطحی بے بنیاد اور غیر حقیقی نہیں ہوگی اور جب وہ کسی پیشے کا انتخاب کریں گے تو کافی سوچ بچار کے بعد کریں گے۔

تاہم یہ کام کہ ایک امیدوار اپنی شخصیت کے صحیح تصور قائم کرکے اپنے لیے مناسب پیشے کا انتخاب کرے، بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے۔ کیونکہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ایک شخص کا تصورِ ذات صحیح ہے یا نہیں۔ نفسیاتی آزمائشوں سے حاصل کی ہوئی جانکاری غلط بھی ہو سکتی ہے اور ناقابل اعتبار بھی، کیونکہ بیشتر آزمائشیں ایسی ہیں جو ایک شخص کی نفسیات، اس کے جذبات، خیالات و میلانات وغیرہ کو براہ راست نہیں جانچتیں بلکہ یہ سب ظاہری اور بیرونی شواہد کی بنا پر ان داخلی خصوصیات کا صرف اندازہ لگا سکتی ہیں، آزمائشوں کے نتائج اعداد و شمار کی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں اور ان اعداد و شمار سے ایک شخص کے بارے میں اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اس کی خصوصیات مقررہ معیار کے مقابلہ میں کس قدر اعلیٰ یا ادنیٰ ہیں جبکہ حقیقت کچھ اور ہو سکتی ہے۔ اس بات کو مثال کے ذریعے سمجھایا جا سکتا ہے۔ مان لیجیے ایک ہزار سے زائد ایسے لوگوں کی شخصیت کا جائزہ لیا گیا جو مانے ہوئے "بینک ڈاکو" ہیں اور یہ معلوم ہوا کہ ایسے لوگ جرأت مند، ذہین، جان فروش،

سخت گیر، قوی ہیکل وغیرہ ہوئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک صلاح کار اس شخص کو بینکوں پر ڈاکہ ڈالنے کا پیشہ اختیار کرنے کو کہے گا جس کی شخصیت میں یہ سبھی اوصاف موجود ہوں؛ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس طرح کی صلاحیتیں دوسرے پیشوں کے لیے بھی اہم ہوں؟ مطلب یہ ہے کہ نفسیاتی آزمائشوں کے نتائج کو بغیر کسی غور و غوض اور دیگر پہلوؤں کا گہرا مطالعہ کیے بغیر مختلف پیشوں کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ صلاح کار کا فرض ہے کہ وہ "تصورِ ذات" کے مسئلے کو سہل نگاری اور کوتاہ بینی کی بنا پر حل نہ کرے، بلکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ حقیقی تصورِ ذات پیدا ہونا چاہیے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام عوامل و عناصر کا جائزہ لے کر امیدوار کو اپنی ذات کی طرف ایک حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا جائے۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ پیشہ ورانہ صلاح کاری کو اسکول کے طلبار کے لیے کیونکر حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طلبار اسکولوں میں ایسی تعلیمی اور غیر تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں، جن کا کسی پیشے کے ساتھ براہِ راست تعلق نہیں ہوتا۔ چند مضامین کسی شعبۂ زندگی کے ساتھ جوڑے جا سکتے ہیں۔ لیکن جو کچھ اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے، وہ اُس سے مختلف ہوتا ہے جس کی کسی مخصوص پیشے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ کاروباری حساب و کتاب کے لیے شماریات اور ریاضی کی واقفیت لازمی ہے۔ لیکن جب حقیقتاً کاروباری حساب و کتاب سے سابقہ پڑتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے مدرسہ میں حاصل شدہ شماریات اور ریاضی کی تعلیم کچھ زیادہ کار آمد نہیں ہے۔ بلکہ اس میں قانون کی علمیت کی زیادہ ضرورت ہے اور اسکول کے نظری مضامین کا کم استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح قانون پڑھنے والے طلبار کو جو کچھ پڑھایا جاتا ہے اس کا وکالت کے پیشے کے ساتھ بہت کم تعلق ہے۔ ایسی صورتِ حال میں اسکول طلبار کے لیے پیشہ ورانہ صلاح کاری کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟

اس قسم کے اعتراض کا جواب تو خود اعتراض میں موجود ہے۔ اوّل یہ کہ اسکول کے طلبار کے لیے پیشہ ورانہ معلومات اس وجہ سے ضروری ہے کہ انھیں بہرحال دنیا کے کاروبار میں شرکت کو بامعنی بنانے کی خاطر ضروری ہے کہ اگر پیشوں کی روز افزوں تعداد اُن کے نازک ترین لوازمات اور دوسری مفید جانکاری طلبار کو دورانِ تعلیم ہی فراہم کی جائے؟

اُن کا آئندہ کام بہت آسان ہو جائے، اس سے نہ صرف طلبار کو فائدہ ہوگا بلکہ اسکول کی ہدایات کا اثر سماج پر بھی اچھا ہوگا۔ دوم یہ کہ اسکول کے طلبار کو اُس غلط فہمی کی تاریکی سے نکالا جائے کہ اسکول میں وہ جو نظری تعلیم حاصل کرتے ہیں وہی کسی کے عملی تقاضوں کو بھی پورا کر سکتی ہے۔ عملی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جس قسم کی معلومات درکار ہے اس کو طلبار کے سامنے واضح کیا جائے تاکہ وہ ابتدا ہی سے ہی اُن باتوں کی طرف بھی دھیان دینے لگیں جن کا عملی میدان میں دخل ہے۔

پیشے سے متعلق جانکاری

ہم نے بیشتر اُن عناصر کا ذکر کیا ہے جو براہِ راست یا بالواسطہ انتخابِ پیشہ کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں لیکن صحیح فیصلے تک پہنچنے کے لیے ایک اور عنصر کا ذکر ضروری ہے اور وہ مختلف پیشوں سے متعلق جانکاری کا مسئلہ ہے۔ اگر ایک امیدوار ٹھیک طرح سے روزگار کے مختلف مواقع سے باخبر نہ ہو تو اُس کو ذاتی تجزیے یا صحیح تصوّرِ ذات سے کچھ زیادہ فائدہ نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر ایک شخص کو یہ معلوم ہے کہ اس کی صلاحیت اور میلانِ طبع کسی خاص قسم کے پیشے کے لیے موزوں ہے، لیکن اُسے یہ نہیں معلوم کہ یہ پیشہ دستیاب بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے کیا لوازمات ہیں؟ کیا مجھ میں وہ خصوصیات ہیں جو اس پیشے کے لیے اشد ضروری ہیں؟ انھیں حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ کرنا ہے؟ اور اگر حاصل ہو بھی جائے تو کس طرح کے ماحول میں جانا ہوگا؟ اس طرح کی تمام باتیں معلوم ہو جانی چاہئیں صرف اسی صورت میں وہ اپنے عرفانِ ذات سے فائدہ اُٹھا سکے گا۔

پیشوں سے متعلق جانکاری کا فائدہ اُس وقت واضح ہو جاتا ہے، جب کہ اس کی مرحلہ وار ضرورتوں کو سمجھا جائے۔ مثلاً اگر ایک شخص ابھی طالب علمانہ زندگی ہی گزار رہا ہے تو اُس کو پیشے سے متعلق عام واقفیت بہم پہنچانی چاہیے تاکہ وہ اپنے لیے ایک صحیح پیشہ تلاش کر سکے۔ اُسے تمام دستیاب پیشوں سے متعلق تمام معلومات فراہم کرنی چاہیے۔ یہ سب اس لیے ضروری ہے کہ طالب علمی کے ابتدائی مرحلہ پر مخصوص پیشہ ورانہ جانکاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ بچے کو کوئی باضابطہ پیشہ اختیار نہیں کرنا ہوتا۔ اس کے لیے پیشہ ورانہ جانکاری کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ پیشوں کی وسیع معلومات کی بنا پر بچّہ میں کسی مخصوص پیشہ سے دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بات اُس وقت بالکل بدل جاتی ہے، جب

یہی بچہ اونچے درجوں میں پہنچتا ہے۔ اس وقت اُسے صرف چند مخصوص پیشوں کی مکمل جانکاری دینی ہوگی۔ وہ تلاش اور غور وخوض کے دور سے گزر چکا ہے۔ اس لیے اُسے صرف چند مخصوص پیشوں کے تفصیلی لوازمات معلوم ہو جانے چاہئیں تاکہ وہ ان چند پیشوں میں سے ایسے پیشے کا انتخاب کر سکے جسے وہ اپنے لیے مناسب سمجھتا ہو۔ اس سطح پر پیشوں سے متعلق جن باتوں کی جانکاری ہونی چاہیے، وہ ہم نیچے درج کرتے ہیں۔

پیشے کا مرتبہ ہر شخص اس بات کی طرف دھیان دیتا ہے کہ جس پیشے کو وہ اختیار کرے اُس کو سماج میں اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہو۔ کئی پیشے ایسے ہیں جن کو کوئی آشکار کرنا نہیں چاہتا اور اگر کوئی اختیار کرتا بھی ہے تو وہ صرف اس بنیاد پر کہ اس قسم کا پیشہ اُسے والدین سے ورثے میں ملا ہے۔ نہیں تو سبھی لوگ ایسے پیشوں سے بھاگتے ہیں جن کو سماج میں کم مایہ یا گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسے پیشوں کو جن کا سماجی مرتبہ اعلیٰ ہے سب امیدوار چاہتے ہیں۔ اسی لیے پیشے سے متعلق یہ بات ٹھیک طرح معلوم ہونی چاہیے کہ اس کا سماجی رتبہ کیا ہے۔

کام کی نوعیت یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ایک پیشے میں داخل ہو کر یا اُسے اختیار کر کے کونسا مخصوص کام انجام دینا ہے۔ کئی لوگ ہاتھ سے کام کرنا بُرا سمجھتے ہیں وہ ایسا کام پسند نہیں کرتے جس سے ان کے ظاہری ٹھاٹ باٹ میں فرق آئے۔ اس لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ کام کے مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

قابلیت یہ کام کے لیے چند مخصوص صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی لیے یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ کس کام کے لیے کس طرح کی ذاتی قابلیت درکار ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ذہانت، چستی اور سمجھداری بعض پیشوں کے لیے زیادہ ضروری ہے جب کہ دوسرے پیشوں کے لیے یہ اس قدر ضروری نہیں ہیں۔

ضروری تیاری ہر پیشے کو اختیار کرنے سے پہلے اُس کے لیے ایک خاص مدّت کی تیاری لازمی ہے۔ بعض ایسے پیشے ہیں جن کے لیے تیاری کی مدّت کافی زیادہ ہے اور کئی پیشوں کے لیے کم مدّت درکار ہے۔ اس طرح کی جانکاری فراہم ہونی چاہیے تاکہ ایک امیدوار اپنے حالات کے مدِّنظر اسی پیشے کے لیے تیاری کرے جس کے لیے وہ مطلوبہ وقت دے سکتا ہو۔

اُجرت ایک خاص قسم کی تیاری کے بعد کیا اُجرت یا معاوضہ ملتا ہے، یہ جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔ اگر بہت محنت، مشقت اور کافی مدت کی تیاری کے بعد کسی پیشے سے نہایت ہی قلیل آمدنی حاصل ہو تو ایسے پیشوں سے لوگ احتراز کرتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی ابتدا میں کم تنخواہ ملتی ہے لیکن جو وقت کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ بہرحال یہ بات ضروری ہے کہ اُجرت اور معاوضے کے بارے میں تفصیلی معلومات بہم پہنچائی جائے۔

ماحول کام کرنے کی جگہ مقرر ہوتی ہے اور جہاں کام کیا جاتا ہے، وہاں کا ایک ماحول ہوتا ہے۔ اُمیدواروں کو اس بات کی واقفیت ہونی چاہیے کہ یہ ماحول کیسا ہے۔ ان کی طبیعت کو یہ ماحول راس آسکتا ہے یا نہیں۔ گزارے کے لیے حالات سے سمجھوتے کی بات کہاں تک مناسب ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

تفصیلات مندرجہ بالا باتیں عام نوعیت کی ہیں، جو ہر پیشے سے متعلق معلوم ہونی چاہئیں۔ اِن کے علاوہ چند ایسی مخصوص باتوں کی واقفیت بھی ضروری ہے جو ایک پیشے کے تفصیلی مطالعے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایسی واقفیت کا ایک مختصر خاکہ حسبِ ذیل ہے:۔

1۔ کام کا نام۔
2۔ کام کی تفصیلات
3۔ کام کی نوعیت۔
4۔ آلہ جات، کچا مال جس کا استعمال ہوگا۔
5۔ اُجرتیں۔
6۔ کام کا ماحول۔
7۔ آئندہ ترقی کے مواقع۔
8۔ ذاتی مطلوبہ قابلیتیں، اور:
9۔ پیشے سے متعلق کوئی اور مخصوص بات۔

یہ جانکاری جب ثانوی اسکول یا کالج کے طلبا کے لیے مخصوص ہو تو اس میں ایسی باتوں کا ذکر آنا لازمی ہے، جو آگے درج کی جاتی ہیں:۔

کام اور پیشے کی تاریخ یعنی یہ کام کب وجود میں آیا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کیا تبدیلیاں آتی رہیں اور اب اس کی کیا صورت ہے۔

اس کام کی کیا اہمیت ہے، سماج اور ملک کے لیے اس کی کیا ضرورت رہی ہے؟ اور اس وقت اس کی کتنی ضرورت ہے؟ اس جانکاری کی بنا پر چند ایسے پیشوں کو طلبا کی نگاہ میں پسندیدہ بنایا جا سکتا ہے، جو قومی لحاظ سے اہم ہوں اور جن کو نامعلوم وجوہات کی بنا پر عام لوگ پسند نہیں کرتے ہیں جیسے فوج میں بھرتی ہونا۔

کتنے لوگ اس پیشے میں کام کرتے ہیں۔ ہر سال کتنے امیدوار اس کام کے لیے منتخب ہوتے ہیں اور آئندہ اس کام میں بھرتی ہونے کے کیا امکانات ہیں۔

اس کام میں کس طرح کے آلات اور سامان استعمال ہوتا ہے، یہ کام کن اور کاموں کے ساتھ جُڑا ہوا ہے اور اس کام کی قانونی تعریف کیا ہے۔

پیشے کے لیے کس طرح کی عملی ڈگری کی ضرورت ہے۔ کس جنس (مرد و عورت) کے لیے موزوں ہے۔ کس عمر کے لیے مناسب ہے، کس طرح کی جسمانی صلاحیت درکار ہے اور کس قسم کی ذہنی اور اخلاقی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔

اُن تربیتی اور تعلیمی اداروں کی معلومات ہونی چاہیے جن میں تعلیم و تربیت حاصل کرنا کسی کام کے لیے لازمی ہے۔ اور اس مدّت کا اندازہ بھی ہو، جو اس تربیت کو حاصل کرنے میں صرف ہوگی۔

تقرّرات کرنے والے اداروں، جیسے روزگار کے دفاتر یا قومی اور ریاستی پبلک سروس کمیشن وغیرہ کی معلومات ہونی چاہیے۔

ایسے پیشوں کی جانکاری ہونی چاہیے جو کسی خاص کام کا تجربہ حاصل کرنے کے بعد مل سکتے ہیں اور جن میں ترقی کے بہتر مواقع ہوں۔

کام کے اوقات بھی معلوم ہونے چاہئیں کہ روزانہ کتنے گھنٹے کام کرنا پڑے گا، فرصت کے اوقات کا کیسا استعمال ہوگا اور ٹائم اور چھٹیاں اور دیگر سہولیات کس انداز کی ہیں۔

ملازم کی صحت کا کیا حال رہتا ہے۔ یعنی اس پیشے میں جا کر صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا۔ حادثات کے کیسے امکانات ہیں اور اگر کوئی حادثہ ہو جائے تو اس کام سے

معذور شخص کو کس طرح کے معاوضے ملتے ہیں۔

پیشوں سے متعلق یہ جانکاری ہمیشہ کے لیے صحیح نہیں سمجھی جاسکتی۔ یہ جانکاری بدلتی رہتی ہے۔ اس لیے صلاح کاروں کے لیے لازمی ہے کہ وہ مختلف اداروں کے ساتھ رابطہ قائم رکھیں تاکہ مختلف تبدیلیوں اور لوازمات کی بدلتی صورتوں کا اندازہ ہوسکے۔

(ف) **پیشہ ورانہ منصوبہ سازی اور اسکول** جدید دور میں اسکول کے بنیادی فرائض میں ایک زبردست تبدیلی آچکی ہے۔ اب وہ اسکول زیادہ سراہا نہیں جاتا ہے، اس کی افادیت نہایت ہی کم سمجھی جاتی ہے، جو صرف بندھے ٹکے اصولوں کی واقفیت بچوں کو بہم پہنچاتا ہے ایک روایتی دستور کے مطابق چند مضامین میں درسیات کے مواقع فراہم کرتا ہے، اب زیادہ مؤثر نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کی ضرورت اب کچھ کم ہوگئی ہے اس کے برعکس ایک اچھے اسکول کا تصور کچھ ایسا ہے کہ اسکول تعلیم و تربیت کی جگہ ہونے کے ساتھ ساتھ طالب علم کی نشوونما کا مقام بھی ہے، یہاں طالب علم کی شخصیت کے مجموعی بہتری کے امکانات و مواقع فراہم کیے جاتے ہیں تاکہ وہ تعلیم سے فارغ التحصیل ہوکر پریشانی میں مبتلا نہ ہو بلکہ اُسے اپنے لیے ایک بامعنی رول مل جائے جسے وہ بخوبی ادا کرسکتا ہو۔ طالب علم کو تعلیم کے بعد صحیح رول ادا کرنے کے قابل بنانا صرف چند عناصر پر نگاہ رکھنے سے ممکن نہیں۔ یہ ایک باضابطہ منصوبہ بندی کا عمل ہے۔ ہم اسے پیشہ ورانہ منصوبہ سازی کہتے ہیں۔ کیونکہ بامعنی پیشے میں داخلے کی خاطر عمر کے ایک خاص حصے سے ہی منصوبہ سازی کرنا پڑتی ہے۔

اسکول میں اگر صلاح کاری اور رہنمائی خدمات موجود ہوں تو اس کام کو سرانجام دینے کی خاطر بہترین مواقع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ پیشہ ورانہ منصوبہ سازی کو ایک اسکول صلاح کار تین سطحوں پر منظم کرسکتا ہے۔

(۱) تعارفی سطح (2) تنظیمی سطح (3) امتحانی سطح۔

تعارفی سطح پیشہ ورانہ منصوبہ سازی کے لیے سب سے پہلے مفید اور صحیح جانچ اور جائزے کی خدمات شروع کرتی ہیں تاکہ طالب علم کی صلاحیت کے مواقع ملیں۔ یہ معلومات اسے انفرادی طور پر فراہم کی جاسکتی ہیں اور اگر ضرورت ہو

تو گروپ یا جماعت کی موجودگی میں بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ معلومات طالب علم کو اس قابل بنائے گی کہ وہ اپنے متعلق صحیح رائے قائم کر سکے اور ایک معقول تصور ذات کو اپنا سکے۔

اس کے بعد کام کاج کی دُنیا کے بارے میں معلومات کا حصول، اس کی تدوین اور مفید استعمال بھی تعارفی سطح پر آتا ہے۔ ایک صلاح کار کے لیے لازمی ہے کہ وہ تمام ذرائع استعمال کرے جن سے پیشوں کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ یہ کام کٹھن ہے، لیکن صلاح کار اپنی ذاتی صلاحیتوں کا استعمال کر کے یہ کام آسان بنا سکتا ہے۔ ہم یہاں پر چند ایجنسیوں کے نام درج کرتے ہیں جو ہمارے ملک میں پیشوں سے متعلق مختلف قسم کی واقفیت بہم پہنچاتے ہیں۔

1. ڈپارٹمنٹ آف سائیکالاجیکل فاؤنڈیشن آف ایجوکیشن۔ این۔سی۔آر۔ٹی نئی دہلی۔ یہاں آپ کو رہنمائی پر عام تعارف کا لٹریچر، ثانوی اسکولوں میں دفاعی خدمات کے بارے میں معلومات، جس میں بری، فضائی اور بحری خدمات، این۔سی۔سی اور نیشنل ڈیفنس اکاڈمی سے متعلق ضروری واقفیت شامل ہے۔

2۔ انسٹی ٹیوٹ آف ووکیشنل گائیڈنس، حکومت ریاست مہاراشٹر۔ یہاں سے مستقلاً ایک جریدہ شائع ہوتا ہے۔ جس میں ایک یا دو پیشوں کی تفصیلی جانکاری درج کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی اس ادارے کی طرف سے ایک ایک پیشے پر کتابچے تیار کر کے مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔

3۔ منسٹری آف ڈیفنس، نئی دہلی۔

اس وزارت کی طرف سے تمام علاقائی زبانوں میں بری ہوائی اور سمندری فوج میں بھرتی کے مواقع اور کام کی دل چسپ تفصیلات شائع ہوئی ہیں اور امیدواروں کو مفت ملتی ہے۔

4۔ منسٹری آف ایجوکیشن گورنمنٹ آف انڈیا۔ نئی دہلی۔

یہاں کئی کتابیں تیار کی گئی ہیں جن میں اعلیٰ تعلیم ملکی اداروں کی واقفیت درج ہے۔

اسی طرح ایک اور کتاب میں تمام سائنسی اداروں کی معلومات فراہم کی گئی ہیں اس کے علاوہ اس میں وظائف اور دوسرے مفید مواقع کا ذکر بھی ہے جو ہمارے ملک کے

طلبار حاصل کر سکتے ہیں۔ ملک سے باہر تعلیمی اور پیشہ ورانہ مواقع کی جانکاری بھی تحریری شکل میں مہیا کی جاتی ہے۔

5۔ منسٹری آف لیبر اینڈ ایمپلائمنٹ۔

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف ایمپلائمنٹ اینڈ ٹریننگ نئی دہلی۔

یہاں سے ملک کی مختلف زبانوں میں مختلف پیشوں سے متعلق بنیادی واقفیت بہت کم قیمت پر حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس طرح کا لٹریچر شائع کرنا اس ادارے کا ایک بنیادی اور مستقل کام ہے۔

6۔ پبلک سروس کمیشن۔

ریاستی اور مرکزی پبلک سروس کمیشنوں سے مختلف امتحانات اور پیشہ ورانہ مواقع کی جانکاری حاصل ہو سکتی ہے۔

منسٹری آف انفارمیشن اور براڈکاسٹنگ نیو دہلی بھی ہوائی اور سمندری فوج میں پیشہ ورانہ مواقع کی تفصیلات شائع کرتی ہے۔ اس کے ساتھ رابطہ قائم کر کے نہایت ہی مفید واقفیت حاصل کی جا سکتی ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے کلب، یونیورسٹیوں کے رہنمائی دفاتر اور روزگار کے دفاتر، روزنامے، پیشہ ورانہ ماہنامے، پیشہ ورانہ اخبارات جیسے "روزگار سماچار" وغیرہ اس سلسلے میں مفید ثابت ہوں گے۔

تنظیمی سطح پیشوں سے متعلق بنیادی جانکاری کو حاصل کرنے کے بعد اُسے طلبار تک پہنچانا ایک اہم کام ہے۔ اس کے لیے دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ انفرادی ملاقاتوں کے دوران اُن کو اُن کی دلچسپی کے مطابق معلومات فراہم کی جائے اور گروپ یا جماعت کی ضرورت میں پورے کلاس کو چند پیشوں سے متعلق گاہے گاہے واقفیت دلائی جائے۔ اس کے لیے کئی طریقے ہیں جیسے اطلاع نامہ شائع کرنا، نوٹس بورڈ کے ذریعے مختلف پیشوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنا، کلاس میں تقریروں کا انتظام کرنا، یوم پیشہ منعقد کرنا اور اس موقع پر معلوماتی جلسوں کے علاوہ پیشہ ورانہ لٹریچر کی نمائش کا اہتمام کیا جائے تاکہ طلبار اور دوسرے لوگ بڑے پیمانے پر اس سے مستفید ہو سکیں۔

امتحانی سطح یہ پس کاری اور جائزے کی سطح ہے۔ صلاح کار اپنی ذمہ داریوں کو نبھا کر اس بات کا جائزہ لے کر اس کی سرگرمیاں کوئی خاطر خواہ نتیجہ پیدا کر سکتی ہیں یا نہیں۔ یہ جائزے مختلف سوالناموں، ملاقاتوں اور مشاہدوں کے ذریعے لیے جا سکتے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان ہم اگلے باب میں پیش کریں گے۔

●●

باب ششم

رہنمائی پروگرام کا نظم، ترتیب اور تشکیل

(۱) چند ابتدائی باتیں پچھلے ابواب میں ہم نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ رہنمائی پروگرام کی نظریاتی بنیادیں واضح ہو جائیں اور یہ پتہ چلے کہ رہنمائی کے نام پر جتنے بھی انفرادی یا اجتماعی منصوبے ترتیب دیئے جائیں گے۔ اُن کا مقصد کیا ہوگا۔ اب اس آخری باب میں ہم ایک عملی سوال پر غور کریں گے کہ رہنمائی خدمات کو اسکول اور دیگر تعلیمی اداروں میں کیسے منظم کیا جائے۔ اس مسئلے کی طرف توجہ دینے سے پہلے ہم یہ بات ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ رہنمائی پروگرام کو کسی بھی طرح ایک الگ جداگانہ اور اپنے مقاصد کے اعتبار سے مختلف سمجھنا تعلیمی صورت حال کے بالکل منافی ہے۔ ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ تعلیم اور رہنمائی کے بنیادی مقاصد میں کس قدر ہم آہنگی ہے۔ اس لیے رہنمائی کو تعلیم کا ایک لازمی عنصر قرار دینے میں ہم حق بجانب ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رہنمائی کی بدولت ایک طالب علم سے تمام تعلیمی مشاہدات و تجربات کو بامعنی بنا سکتا ہے اور اپنے علمی سرمایے کو بہترین طور سے استعمال کر سکتا ہے۔ ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ابتدا ہی میں ہو جانا چاہیے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسکول کے ذمہ صرف پڑھائی لکھائی کا کام ہے اور اساتذہ کو اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ طالب علم کی شخصیت مجموعی طور پر پروان چڑھ رہی ہے یا نہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل قول اسی خیال کی ترجمانی کرتا ہے:

"یونیورسٹی یا کالج کا بنیادی مقصد تدریس ہے.... اگر ایک طالب علم جذباتی لحاظ سے بھی بالغ النظر ہو جائے، تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن یہ بات

تعلیم کے ذمرے میں نہیں آتی ہے کہ کسی طالب علم کی جذباتی نشو ونما کی خاطر مدرسی صورت حال کو استعمال کیا جائے ....."

لیکن علم کا حصول بھی کسی خلا میں نہیں ہوتا۔ تعلیم حاصل کرنے کے لیے شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا موزوں امتزاج ضروری ہے اور اگر کوئی بھی پہلو بے اعتدالی کا شکار ہو جائے تو علم کا حصول بھی زبردست مشکل میں پڑ جاتا ہے، جیسا کہ متعدد تحقیقات سے معلوم ہو چکا ہے کہ تعلیمی سرگرمی اور پیش رفت کئی عناصر کی موافقت اور موزونیت پر منحصر ہے۔ صحیح گھریلو ماحول، متوازن جذباتی بالیدگی، تعلیم اور اسکول کی طرف صحیح رویے اقتصادی حالت وغیرہ سبھی حصول علم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر تعلیمی مفکرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تعلیم:

"... سماج کی وہ شعوری کوشش ہے جس کی بدولت بچوں کی جسمانی، ذہنی، جذباتی اور اخلاقی نشو ونما ہوتی ہے اور نتیجتاً ایک تعلیم یافتہ شخص اپنی زندگی میں خوشی، سکون اور سماجی افادیت محفوص کرتا ہے۔"

اس لحاظ سے دیکھیے تو تعلیم کو زندگی سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور رہنمائی تعلیم کو بامقصد بناتی ہے نیز حصولِ مقصد کی راہ واضح کرتی ہے۔

ہمارے ملک میں تعلیم، رہنمائی اور دونوں کے موزوں امتزاج کی بات بڑے زوروں سے چلی ہے۔ لیکن ہم ابھی تک اپنی درسگاہوں میں رہنمائی پروگرام کو کسی خاطر خواہ پیمانے پر ترتیب نہیں دے سکتے ہیں، جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

باوجودیکہ تعلیم کا مقصد شخصیت کی مجموعی نشو ونما تسلیم کیا جاتا ہے لیکن ہمارے ملک میں ابھی تک تعلیم صرف درسی سرگرمیوں کا ہی نام ہے۔ ابھی طلبار کو اتنے تعلیمی وسائل میسر نہیں کہ ان کی مکمل نشو ونما ہو۔ ابھی والدین اور دوسرے بزرگ ہی اُن کے لیے مضامین کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس لیے رہنمائی کچھ بے معنی سی نظر آتی ہے۔ رہنمائی کے مقاصد پر جب کبھی سمینار، اجلاس اور اجتماعات وغیرہ بلائے جاتے ہیں تو اُن میں پیش کی جانے والی چیزیں اور مقالات مغربی دنیا خصوصاً امریکہ کی نقل یا طرز پر ہوتے ہیں جو کہ ہمارے یہاں کے اساتذہ ٹھیک طرح سے سمجھ نہیں پاتے۔ رہنمائی پروگرام کو عمل میں لانے کی خاطر اساتذہ کا رول واضح نہیں کیا گیا ہے۔

ان کو یہ تصور دلایا گیا ہے کہ رہنمائی اور صلاح کاری کا کام نہایت ہی پیچیدہ ہے اور ماہرانہ ہے اس لیے انھیں اپنی صلاحیت پر شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اس کو نہ کر سکیں گے رہنمائی اور صلاح کاری کے ماہرین اپنی کتابوں یا تجربوں میں اس طرح کی تکنیکی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جنھیں اساتذہ عموماً سمجھ نہیں پاتے۔ اور نتیجتاً وہ رہنمائی پروگراموں کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

ان مشکلات کے پیش نظر ضروری ہے کہ رہنمائی پروگرام ایسی وضاحت کے ساتھ ترتیب دیا جائے کہ اس میں اساتذہ اور اسکول کے باقی عملے کا رول صاف اور عیاں ہو جائے اسی لیے ہم یہاں چند ایسے لوازمات کی بات کریں گے، جو ایک بامعنی رہنمائی پروگرام کو تشکیل دینے میں مد نظر رکھنی چاہئیں۔

کوئی بھی پروگرام شروع کرنے کی خاطر اسکول کے پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر کی قیادت ضروری ہے۔ اسکول کا افسر اعلا اس پروگرام کے ساتھ اتفاق نہ کرے یا سرد مہری کا اظہار کرے تو یہ پروگرام کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اساتذہ اور طلبا ر اس کے رویّے کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کا تعاون بھی غیر یقینی ہوگا۔

ایک پروگرام کی کامیابی کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ اسکول کے اساتذہ اس میں کس قدر دل چسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر اساتذہ اس پروگرام کو ٹھیک سمجھتے ہوں تو وہ طلبا ر کو اس کی طرف توجہ دینے پر مائل کریں گے اگر اساتذہ کسی بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہوں، تو ان کا تعاون نہیں ملے گا اور طلبا ر بھی زیادہ دل چسپی نہیں لیں گے۔

اگر کسی پروگرام کے مقاصد واضح نہ ہوں، تو اس کی ناکامی یقینی ہے۔ ایک پروگرام کو کامیابی کی منزل تک پہنچانا اس بات پر منحصر ہے کہ اس کے چلانے والے پروگرام کے بنیادی مقاصد کو کس قدر لوگوں کو سمجھا سکے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر رہنمائی کا مقصد یہ بتایا جائے کہ اس کی بدولت ہم طلبا ر کو روزگار فراہم کر سکتے ہیں تو ڈر ہے کہ شاید بہت سارے اساتذہ اس پروگرام میں دل چسپی کا مظاہرہ نہ کریں گے کیونکہ ان کے نزدیک اس کی ابھی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر منزل پر مقاصد پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیے جائیں۔

کوئی بھی پروگرام جو ایک اسکول میں شروع کیا جائے اُسے اسکول کی مجموعی حالت

کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ فرض کیجیے کہ ایک اسکول سب سے پہلے طلبا کی تدریسی ضرورتوں کی طرف دھیان دیتا ہے تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری کتب کی تیاری اور حصول، موزوں اساتذہ کا تقرر اور مناسب درسی حالات کی فراہمی لازمی ہے اور پھر بچوں کے لیے کھیل کود اور تفریحات کی ضرورتوں پر بھی دھیان دیا جانا چاہیے۔ اس سب کے پیشِ نظر نئے پروگرام شروع کرنے والوں کا کام ہے کہ اپنے پروگرام کو اسکول کے تعلیمی، تفریحی یا کسی اور پروگرام کے ساتھ ایسے جوڑ دیں کہ وہ اپنی افادیت کو ثابت کر سکے۔

یہ سب باتیں رہنمائی پروگرام کے مزاج کے عین مطابق ہیں۔ کیونکہ اس پروگرام کا بنیادی مقصد طلبا کی مجموعی اور مکمل نشوونما ہے۔ اس لیے یہ پروگرام اسکول کے پورے پروگرام کے ساتھ نہایت تعمیری اور تخلیقی انداز میں جوڑا جا سکتا ہے۔ اور اُسے علیحدہ خدمت کے روپ میں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ معمولی سی جان پہچان کے بعد اسکول کے عملے کا ہر شخص اس پروگرام کو اپنا پروگرام سمجھے گا۔ اسی نکتہ کو ذہن میں رکھ کر رہنمائی کے پروگرام کی تشکیل میں ہم پہلے اس کے عملے کا ذکر کریں گے۔

(ب) رہنمائی عملہ

جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا کہ رہنمائی کا کام کسی خاص شخص کے ساتھ منسوب کرنا زیادہ بار در ہوتا بلکہ اس کام کے لیے پورے عملے کی شمولیت مفید ہوتی ہے۔

پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر

کامیاب رہنمائی پروگرام کا انحصار پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر کی خوشنودی، تعاون اور مدد پر ہے۔ ایک ادارے کا سربراہ رہنمائی کے کام میں اپنا رول مندرجہ ذیل صورتوں میں ادا کر سکتا ہے۔

- رہنمائی پروگرام کی ضرورت کو سمجھ کر اپنا ذاتی تعاون پیش کرنا۔
- اپنے عملے کو رہنمائی پروگرام کے بنیادی مقاصد سے روشناس کر کے اُن کا تعاون اور اعتماد حاصل کرنا۔
- رہنمائی خدمات کے لیے ضروری سہولیات بہم پہنچانا۔
- اسکول کے تعلیمی اوقات کو اس طرح ترتیب دینا کہ صلاح کاری کی خدمت سے مستفید ہو سکیں۔
- اس بات کا اہتمام کرنا کہ صلاح کار کو اپنا کام سرانجام دینے کے لیے کافی وقت ملے۔

- اسکول کے بجٹ کو اس طرح ترتیب دینا کہ رہنمائی خدمات کے اخراجات پورے کیے جاسکیں۔
- مجموعی تعلیمی ریکارڈ کی تیاری اور تحفظ کا انتظام کرنا۔
- عملہ کے لیے رہنمائی کے مختصر تربیتی پروگراموں کا اہتمام کرنا۔
- صلاح کار کی حوصلہ افزائی کرنا تاکہ وہ اپنے فن میں مزید ترقی کر سکے۔
- رہنمائی پروگرام کی افادیت جانچنے کے لیے باقی اساتذہ کا تعاون حاصل کرنا۔
- اسکول، گھر اور بستی کے لوگوں میں اچھے تعلقات پیدا کرنا۔

کلاس ٹیچر اسکول کے طلبا کی زندگی پر پرنسپل سے بھی کئی گنا زیادہ اثر کلاس ٹیچر کا ہوتا ہے۔ اسی لحاظ سے کلاس ٹیچر کو رہنمائی پروگرام کے ساتھ وابستہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ مندرجہ ذیل صورتوں میں رہنمائی کا کام انجام دے سکتا ہے۔

درس و تدریس کے ایسے طور طریقے تشکیل دینا ہے کہ طلبا مواد تعلیم کو زیادہ سے زیادہ سمجھ سکیں۔ اس کا مطلب یہ کہ کلاس ٹیچر تعلیم کے جدید معنے سے آشنا ہو، اُسے معلوم ہو کہ جدید تعلیم طالب علم کو ایسے مواقع پیش کرتی ہے کہ وہ خود اپنی ترقی کی راہیں تلاش کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کلاس ٹیچر کو نئے طریقہ ہائے تعلیم کے نظری اور عملی تقاضوں کا علم ہو۔ اسباق کی جدید منصوبہ بندی اور تدریس کے طریقوں کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی گئی ہے کہ تعلیمی مواد اس طرح پیش کیا جائے کہ طالب علم کو صحیح طور پر سیکھنے کی تحریک ہو اور وہ خود آگے بڑھنے کی ترکیبیں تلاش کرے۔

چونکہ طلبا کا زیادہ وقت کلاس ٹیچر کی نگرانی میں گذرتا ہے، اس لیے استاد اُن کی مشکلات کو اپنے مشاہدے سے بھانپ سکتا ہے۔ اُس کے تجربے میں قابل طلبا بھی آئیں گے اور سست اور پسماندہ بھی۔ وہ اُداس چہروں کو بھی دیکھے گا اور اُسے خوشی محسوس کرنے والے طلبا بھی نظر آئیں گے۔ وہ کلاس سے بھاگ جانے والوں کو بھی پہچان سکتا ہے اور اسکول کی ہدایات کا احترام کرنے والوں کو بھی شناخت کر سکتا ہے، کلاس ٹیچر کی یہ جانکاری بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ رہنمائی پروگرام کی بنیاد اسی جانکاری پر قایم کی جاسکتی ہے۔ طلبا کو سمجھنا، اُن کی مشکلات سے آگاہ ہوجانا، اُن کے سلیقے، طور و

طریقے اور کردار سے واقف ہونا اُن کی رہنمائی مدد اور مشورے کے لیے بنیاد کا کام دے گا۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم کو جو کلاس سے اکثر بھاگتا رہتا ہے۔ اپنے اعتماد میں لے کر اس کی مشکلات کو سمجھا جا سکتا ہے اور اس کی اصلاح کی صورت نکالی جا سکتی ہے۔

کلاس ٹیچر طلبار کی صلاحیتوں سے واقفیت حاصل کر کے ذہین اور قابل طلبار کے لیے تخلیقی اور موزوں تعلیمی پروگرام ترتیب دے سکتا ہے۔ اُن کو اسکول کے وسیع تہذیبی پروگراموں میں شامل کر کے اُن کو قیادت کی ٹریننگ دے سکتا ہے۔ اسی طرح تعلیمی لحاظ سے پسماندہ طلبار کی خاطر مخصوص اصلاحی درس کا انتظام کر کے اُن کو کلاس کی سطح پر لا سکتا ہے۔

کلاس ٹیچر ایسا تحریری کام بھی کر سکتا ہے جو رہنمائی کے لیے بہت ضروری ہے۔ مثلاً مجموعی ترقی ریکارڈ، طلبار سے متعلق جانکاری درج کرنا، ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے متعلق اپنی رائے تحریر کرنا۔ اتفاقی واقعات کا اندراج کرنا جو مختلف طلبار کے بارے میں معلوم ہوئے ہوں۔ بچوں کی تعلیمی ترقی ریکارڈ تیار کرنا وغیرہ۔ یہ سب صلاح کار یا خود کلاس ٹیچر طلبار کی بہبود کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔

صلاح کار

صلاح کار کے رول اس کے فرائض اور ذمہ داریوں پر ہم پہلے ہی تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، پھر بھی یہاں چند ضروری باتیں درج کرنا ضروری ہے۔ ہیڈ ماسٹر یا اساتذہ کو رہنمائی کے کام میں شامل کرنا صلاح کار کا کام ہے۔ اگر صلاح کار ٹھیک طرح سے ہیڈ ماسٹر کو اپنے اعتماد میں لا سکا تو پروگرام چل سکتا ہے۔ نہیں تو اس کی پیش رفت کی کوئی صورت نہیں، اس بات کو ایک مثال کے ذریعے اور زیادہ واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک ثانوی اسکول میں کسی صلاح کار کا تعین ہوا، جب اُس نے پرنسپل کو اپنا کام شروع کرنے کی رپورٹ پیش کی تو پرنسپل نے پوچھا کہ اسکول میں آپ کا کیا کام ہوگا۔ صلاح کار نے جھٹ سے جواب دیا کہ جو آپ کہیں گے۔ اس پر پرنسپل آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ تمہارے پاس صلاح کاری کا کوئی پروگرام نہیں تو پھر تم کیسے صلاح کار ہو؟ تب صلاح کار نے مُنہ کھولا کہ میں صاحب اس اسکول میں طلبار کی تعلیمی، پیشہ ورانہ اور ذاتی رہنمائی کروں گا۔ پرنسپل بولے:

"واہ! تم تعلیمی رہنمائی کیا کر سکو گے، وہ تو یہاں پر بہترین اساتذہ کے سپرد

ہے۔ پیشہ ورانہ رہنمائی کی ابھی کوئی ضرورت نہیں۔ رہی ذاتی رہنمائی، وہ خود طلبا رکے والدین کر رہے ہیں۔ آپ چپ چاپ بیٹھیے اور اپنی تنخواہ وصول کرتے رہیے۔ البتہ اگر کوئی مضمون پڑھانا آتا ہو تو میں تمہارے سپرد کر دوں۔ نہیں تو تمہارا دن بے کار میں ضائع ہوگا۔"

اس مثال سے یہ بات واضح ہے کہ ایک صلاح کار کو اپنا پروگرام منظم کرنے کی خاطر ایک خاص جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اور ہیڈ ماسٹر یا اساتذہ کو اس کام میں شامل کرنے کے لیے خاص کوششیں کرنی ہوتی ہیں۔ ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ کی شمولیت کو بامعنی بنانے کی خاطر چند تجاویز درج کی جاتی ہیں:

اسکول کے صلاح کار کو سب سے پہلے ہیڈ ماسٹر سے ملنا چاہیے اور رہنمائی کے کام سے اُسے پورے طور پر واقف کرانا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ صاف صاف الفاظ میں رہنمائی خدمات کے مقاصد بیان کرے اور ہیڈ ماسٹر کا ردِ عمل نوٹ کرے۔ ہیڈ ماسٹر کو یقین دلایا جائے کہ یہ کام صرف اُس کی وساطت، مدد اور مشورے سے ہی چلے گا۔ اس وضاحت کے بعد اس کا مشورہ حاصل کرے کہ ان تمام مقاصد کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس کے مشورے پر غور و خوض کرکے ایک عملی پروگرام تیار کرے۔

● ہیڈ ماسٹر کی مدد سے صلاح کار اساتذہ کی ایک کانفرنس بلائے جس میں اسکول کے تمام اساتذہ شامل ہوں۔ لیکن یہ "بلانا" صرف رسمی قسم کا نہ ہو کہ بس ایک نوٹس جاری کر دیا بلکہ ایک ایک اُستاد کے پاس جا کر اُسے ذاتی طور پر کانفرنس میں شامل ہونے کی دعوت دے ایسا کرنے سے ایک طرف صلاح کار کے تعلقات باقی اساتذہ کے ساتھ ہو جائیں گے اور دوسری طرف اساتذہ بھی اس کانفرنس میں اپنی شمولیت کو کارآمد سمجھ کر حاضر ہوں گے۔ یہ کانفرنس ایک طرح کا تعارفی جلسہ ہوگی، جس میں صلاح کار رہنمائی خدمات کے اغراض و مقاصد بیان کرے گا اور اساتذہ کی رائے معلوم کرے گا۔ اور اُن سے بھی ان خدمات کو موثر بنانے کے لیے تجاویز طلب کرے گا۔

کبھی کبھی اس بات سے بھی فائدہ ہوتا ہے کہ صلاح کار بھی اساتذہ کو رہنمائی کے کام سے متعلق مختلف کمیٹیوں کا رکن نامزد کرے اور ہر کمیٹی کا کام خود دیکھتا رہے۔ مثال کے طور پر ایک کمیٹی کے سپرد یہ کام رکھا جائے کہ وہ صرف کمزور بچوں کا مکمل جائزہ تیار

کرے گی۔ دوسری کمیٹی بچوں کے لیے وظائف اور دوسرے قسم کے حوصلہ افزائی کے احکامات کا جائزہ لے گی۔ اس طرح سے اسکول کے عملہ کے سبھی لوگ رہنمائی کے کام میں شامل ہو جائیں گے صلاح کار اپنے اور دوسروں کے کام کا جائزہ لیتا رہے گا تاکہ غلطیوں کا بروقت سدباب کیا جاسکے۔ اس جائزے کی بدولت ایک صلاح کار اپنے کام میں تبدیلی لاسکتا ہے۔ بعض پروگرام بند کیے جاسکتے ہیں جن کی افادیت کم نظر آتی ہو، جیسے چھوٹے بچوں کے لیے صلاح کاری کی خدمت۔ اگر اوائل عمر میں اس کا زیادہ فائدہ نظر نہ آئے، تو اس کو فی الحال ملتوی کیا جا سکتا ہے۔

طلبا کے لیے عام تعارفی مجالس کا اہتمام کیا جا سکتا ہے، جن میں اُن کو رہنمائی خدمات کے مقاصد سے واقف کیا جائے۔ ایسی میٹنگ کم وقت کی بھی ہو سکتی ہے جیسے اسکول کے درمیانی وقفے میں بعض طلبا کو ایک خاص جگہ پر بلا کر اُن سے بات چیت کی جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صلاح کار رہنمائی پروگرام کو کامیاب بنا سکتا ہے، اگر وہ اپنا دفتر کسی ایسی جگہ پر قائم کرے جہاں طلبا کسی ہچکچاہٹ کے بغیر آسکیں۔ دفتر کے ساتھ ایک ہال ہو جس میں پوسٹر، کتابچے، چارٹ اور دیدہ زیب تصویریں ہوں۔ اس ہال میں صلاح کار بھی موجود رہے اور طلبا کو مختلف چیزوں کی اہمیت سمجھاتا رہے۔

اس کے علاوہ اسکول ٹائم ٹیبل میں صلاح کاری کے لیے ہفتے میں ایک بار گنجائش رکھی جائے۔ اور اس وقت طلبا کو مفید باتیں بتائی جائیں۔ مثال کے طور پر انھیں بعض مشاغل کے بارے میں بتایا جا سکتا ہے، اُن کے تعلیمی مضامین کے اگلے مراحل پر مطالعہ خصوصی کے مطالبات سے روشناس کیا جا سکتا ہے، مختلف پیشوں سے متعلق دلچسپ باتیں کی جاسکتی ہیں۔ طلبا کی دلچسپی کے مطابق کبھی کبھی کھیل کود کے موضوع پر بات چیت کرکے کھیل کود کے پیشہ ورانہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ اسی طرح فلم، موسیقی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی پر دلچسپ پروگرام تیار کرکے طلبا کے سامنے پیش کیے جا سکتے ہیں۔

طلبا کے والدین کو رہنمائی کے پروگراموں میں شامل کرنا ایک صلاح کار کے لیے نہایت ہی مفید تجویز ہے۔ حقیقت میں کوئی بھی رہنمائی پروگرام مؤثر طور پر نہیں چل سکتا جب تک کہ اس میں والدین کو بھی شریک نہ کیا جائے۔ والدین کے تعاون سے طلبا کے بارے میں ضروری واقفیت اور قیمتی معلومات حاصل ہوتی رہے گی۔ طالب علم کے گھر کا ماحول اس کی ترقی میں ممد یا مانع ہو سکتا ہے۔ اس لیے گھریلو حالات کا جاننا اشد

ضروری ہے۔ والدین سے ان کی اولاد کے بارے میں بات چیت کی جائے، تو رہنمائی کے کام میں حوصلہ افزائی ہوگی۔ یہ بات تعلیم کے ابتدائی دور میں بہت زیادہ مفید ہے، کیونکہ اس سطح پر والدین اپنے بچوں کے مسائل میں غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس حقیقت سے فائدہ اٹھا کر والدین کا تعاون معمولی سی کوشش سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی چند صورتیں یہ ہیں کہ ان کے گھر جا کر ان سے بات چیت کی جائے، اسکول میں مخصوص موقعوں پر مختلف اجتماعات میں انھیں بلایا جائے۔ یا کسی خاص بچے کی بابت مشورے کے لیے، انھیں مدعو کیا جائے۔ بعض صلاح کاروں نے چند معتبر اور قابل والدین کی باضابطہ کمیٹیاں تشکیل دی ہیں اور وہ وقتِ ضرورت ان کی میٹنگ طلب کر کے مختلف پہلوؤں پر تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ اس طرح سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس طرح لوگ اسکول کی افادیت سے وسیع پیمانے پر متعارف ہو جاتے ہیں۔

آخر میں ہم ایک ایسے عنصر کا ذکر کریں گے۔ جو اکثر نظر انداز ہوتا ہے۔ پرنسپل، استاد، والدین، طلبا کی بہتری کے مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ لیکن اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ ان کی کوششوں میں مناسب تال میل نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے کام فضول دہرائے جاتے ہیں۔ مثلاً اساتذہ پڑھانے کا کام کرتے ہیں، تو والدین بھی اسی کو دہراتے ہیں، پرنسپل طلبا کے عام کردار اور ان کی نشو و نما پر نظر رکھتا ہے، تو صلاح کار اور والدین بلکہ کلاس ٹیچر بھی اس کام کو دہراتا ہے۔ اگر ان تمام ایجنسیوں میں مناسب تال میل پیدا کیا جائے اور ہر ایجنسی کے ذمے ایک مخصوص کام رکھا جائے تو غیر ضروری تکرار سے نجات مل سکتی ہے اور رہنمائی کے کاموں کی تعداد بھی بڑھ سکتی ہے۔ اگر والدین کو گھریلو بچوں کی پڑھائی لکھائی کے کام سے چھوٹ مل جائے تو وہ ان کی ترقی کے دوسرے کاموں پر لگائے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر پرنسپل، صلاح کار وغیرہ کی خدمات ایک دوسرے کے علم میں مسلسل طور پر لائی جائیں، تو رہنمائی کی بنیاد استوار ہو سکتی ہے مزید براں اس تال میل کی بدولت امدادی ایجنسیوں میں باہمی تعلقات نہایت ہی مفید انداز میں مضبوط ہوں گے۔ اس طرح سے رہنمائی خدمات میں یکسوئی آ سکتی ہے تال میل کا یہ کام صلاح کار معمولی سی کوشش سے کر سکتا ہے کام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے سے

اگر اُسے اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ طلباء کی مشکلات حل کرنے کی خاطر کسی بیرونی ماہر یا مشیر کی ضرورت ہے، تو وہ پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر کو مطلع کر کے ایسے لوگوں کو دعوت دے سکتا ہے اس طرح سے رہنمائی خدمات کے مؤثر نتائج طلباء کے سامنے آتے رہیں گے۔

ان چند بنیادی اصولوں کو مدِنظر رکھ کر ہم رہنمائی خدمات کی تشکیل کا ایک کارآمد چارٹ پیش کریں گے جو ایک ابتدائی اسکول یا ثانوی اسکول کے لیے رہنمائی خدمات کے تنظیمی پہلوؤں کو سمجھانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

شکل نمبر ۱

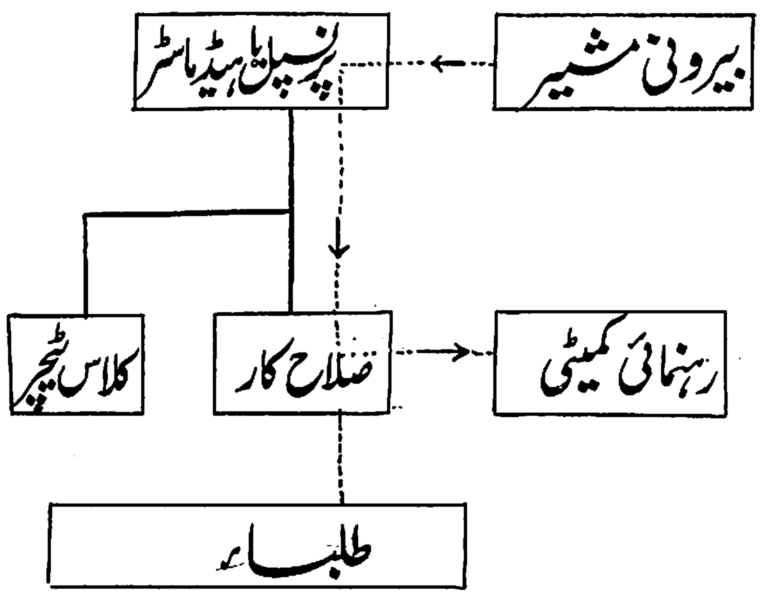

چارٹ میں دو طرح کے خطوط کا استعمال کیا گیا ہے۔ ایک وہ جو سالم لکیروں کی شکل میں کھینچے گئے ہیں اور دوسرے وہ جو نقطہ دار لکیروں کی صورت میں دکھائے گئے ہیں۔ اوّل الذکر خطوط حاکمانہ اور دوسرے بالواسطہ رشتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک اسکولی نظام میں کوئی بھی کام پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر سے

شروع ہوتا ہے یعنی اس کی حیثیت مرکزی ہے۔ اساتذہ اور صلاح کار ہیڈ ماسٹر کے ماتحتوں میں شامل ہیں۔ صلاح کار اور استاد کے درمیان کوئی افسر و ماتحتی والا رشتہ نہیں بلکہ شریک کار کا پیشہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ ایک صلاح کار نہ تو پرنسپل اور نہ ہی استاد کو اپنے کسی پروگرام میں زبردستی شامل کر سکتا ہے۔ اسے نہایت ہی سلیقے، محبت اور نرمی سے دونوں کو راغب کرنا ہے کہ اُس کی سرگرمیاں پورے اسکول کی ترقی کے امکانات رکھتی ہیں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ رہنمائی پروگرام میں ایک رول ادا کریں۔ ان کا اعتماد اور تعاون حاصل کرنے کے لیے صلاح کار کو اپنی تمام صلاحیتوں، معلومات اور شخصیت کو بروئے کار لانا ہوگا۔

تیسرے نمبر پر طلبا آتے ہیں جن کی طرف ایک صلاح کار کو ایسے طریقے اپنانے ہیں کہ طلبا خود بخود اس کی سرگرمیوں میں حصّہ لینا شروع کریں اور انھیں اس بات کا پکّا احساس ہو کہ ایسا کرنے میں وہ اپنا وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ اس کو نہایت تعمیری انداز میں صرف کر رہے ہیں۔ اس معاملے میں صلاح کار اساتذہ کا تعاون بھی حاصل کر سکتا ہے، کیونکہ جیسا کہ چارٹ سے ظاہر ہے، اساتذہ براہِ راست طلبا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور اُن کے مشوروں میں تھوڑا سا حکمرانہ پہلو بھی جلوہ گر ہوتا ہے۔

رہنمائی کمیٹی کا قیام بھی کسی جبری صورتحال کا نتیجہ نہیں ہے۔ ہیڈ ماسٹر کو اعتماد میں لے کر اور چند اساتذہ کو منتخب کر کے صلاح کار کمیٹی کی تشکیل کرتا ہے۔ اساتذہ کا انتخاب دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک تو وہ جس میں اسکول کا ہیڈ ماسٹر چند قابل اور ملنسار اساتذہ کا نام خود تجویز کرتا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسکول کے طلبا سے رائے لی جاتی ہے کہ وہ اس طرح کی کمیٹی میں کن کن اساتذہ کو شامل کرنا چاہتے ہیں اور جن اساتذہ کے حق میں اکثریت کی رائے ہو، ان کو اس کمیٹی میں شامل کیا جاتا ہے۔ صلاح کار کبھی خود رہنمائی کمیٹی کا چیرمین رہتا ہے اور کبھی اسکول کے ہیڈ ماسٹر کو یہ عہدہ دیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ ایک اسکول کے حالات پر منحصر ہے کہ رہنمائی کمیٹی کا صدر کون ہو۔ اگر پرنسپل خود یہ ذمّہ داری سنبھالنا چاہتا ہو، تو ٹھیک ہے۔ نہیں تو صلاح کار کو یہ فریضہ انجام دینا پڑتا ہے۔

اس کمیٹی کے کام کا تعین صلاح کار تو نہیں کرتا لیکن وہ چند تجاویز پیش کرتا ہے

جو کمیٹی کے پروگرام کی بنیاد بن سکتی ہے۔ اگر کمیٹی نے ان تجاویز میں اصلاح کی یا بالکل نامنظور کیا، تو اس حالت میں کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیا جاتا ہے، جس میں سب کی رضامندی شامل ہو۔ کمیٹی کا کام اور طریقۂ کار وغیرہ سب پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر کے علم میں لایا جاتا ہے اور یہ ذمے داری صلاح کار کی ہے۔ اگرچہ کمیٹی کا کام براہِ راست رہنمائی یا صلاح کاری نہیں ہے تاہم اس کا اثر طلبا ء کی بہبود پر ضرور پڑتا ہے۔

آخر میں اُن لوگوں کو چارٹ میں نمایاں جگہ ملی ہے، جو اسکول سے باہر ماہرین کی حیثیت سے دستیاب ہوں۔ اِن لوگوں میں ماہرین نفسیات، ماہرِ امراضِ اطفال شعبۂ روزگار سے تعلق رکھنے والے ماہرین اور مخصوص مضامین مدرسہ کے ماہرین شامل ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ ایسے لوگوں کی اس وقت ضرورت محسوس کی جاتی ہے جب کہ ایک اسکول صلاح کار کسی معاملہ میں اپنی صلاحیت کو ناکافی سمجھتا ہو یا پھر کسی خاص مسئلے کا ماہرانہ تجزیہ کروانا چاہتا ہو۔ اُس صورت میں وہ متعلقہ ماہر کو اسکول میں بلا سکتا ہے یا پھر اس کے پاس خود جا کر مسئلے پر گفتگو کر سکتا ہے۔ اور اس طرح حاصل کی ہوئی سمجھ بوجھ سے مسئلے کو سلجھانے میں فائدہ اٹھا سکتا ہے، چارٹ سے یہ بات بالکل صاف نظر آتی ہے کہ یہ بیرونی افراد صرف پرنسپل کے ایما سے اسکول میں آسکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسکول صلاح کار، ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سے اجازت لے کر ایسے افراد کو اسکول میں دعوت دے سکتا ہے اور پھر اگر ضرورت پڑے تو ایسے لوگوں کو یا اُن کے مشوروں کو رہنمائی کمیٹی کے سامنے لا سکتا ہے۔

اس چارٹ سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ صلاح کار صرف اساتذہ کے ذریعے ہی طلباء کے ساتھ رشتہ قایم کر سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اپنے دلکش "طلباء مرکوز پروگرام کے ذریعے براہِ راست طلباء کے ساتھ تعلقات پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کام میں اُسے اساتذہ کا تعاون حاصل ہوا تو اس کا کام بہت آسان ہو جائے گا۔

(ج)، رہنمائی کی تنظیم

تعلیم کی مختلف منازل پر رہنمائی کا انتظام ہونا چاہیے۔ اب ہم مختلف منازل پر اس کی تنظیم سے بحث کریں گے۔

ابتدائی مدرسہ : ابتدائی اسکول کے ٹیچر کو رہنمائی اور صلاح کاری کے اصولوں سے واقف کرا کے اس کام کو شروع کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر کہیں صلاح کار کا تقرر ہو جائے:

تو بہتر ہوگا۔ ابتدائی اسکولوں میں رہنمائی تنظیم کی وہی صورت ہوگی جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یعنی ہیڈ ماسٹر، اساتذہ، صلاح کار اور رہنمائی کمیٹی سب مل کر ایک بامعنی رہنمائی پروگرام تشکیل دیں گے۔ اعادہ کے طور پر اس کام کا ایک مختصر خاکہ ہم یہاں پر درج کرتے ہیں :

● بچوں کے متعلق ذاتی جانکاری کے خاکے تیار کرنا جس میں اجتماعی ترقی ریکارڈ کو فوقیت حاصل ہو۔

● ایسے بچوں کی نشاندہی کرنا جو اسکول یا اسکول سے باہر کسی طرح کی مشکلات محسوس کرتے ہوں۔ مثال کے طور پر یہ مشکلات اس نوعیت کی ہو سکتی ہیں :

* بنیادی تعلیمی مہارتوں میں، جیسے لکھنا پڑھنا، یاد رکھنا، ٹھیک طرح سے سمجھنا اور حاصل شدہ ابتدائی واقفیت کو ٹھیک طرح سے استعمال کرنا۔

* ایسے بچے کی مشکلات جو ذہنی اعتبار سے اسکول پروگراموں میں سازگاری حاصل نہ کر سکتا ہو۔ جو یا تو کلاس سے بہت آگے ہو یا بہت پیچھے۔ دونوں صورتوں میں وہ مشکل میں ہوگا۔

* جسمانی صحت کی مسلسل خرابی جو پڑھائی کی راہ میں مانع ہو سکتی ہے اور موزوں ذہنی قابلیت کے باوجود بچہ ترقی کرنے میں دشواری محسوس کرتا ہو۔

* جماعت یا طلبار کی مجالس میں دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، ملنے جلنے بات چیت کرنے یا دوست بنانے میں بچہ ناکام ہو رہا ہو اور اپنی جماعتی حیثیت کو بہتر کرنا چاہتا ہو۔

* اساتذہ کے ساتھ تعاون اور اشتراکِ عمل کر کے بچوں میں پڑھائی کی صحیح اور موزوں عادات پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

* اسکول اور گھر میں بامعنی رشتہ قائم کرنا۔

* ابتدائی اسکول کے بعد دوسرے اسکولوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنا، جہاں بچے ابتدائی تعلیم ختم کر کے جانے والے ہوں۔

اِن تمام مشاغل کی بنیاد پر ہم ابتدائی اسکولوں کے لیے رہنمائی خدمات کا ایک نمونہ پیش کریں گے۔ اور اس کی مدد سے ہم آسانی کے ساتھ صلاح کار کے رول کو

ابتدائی مرحلے پر جانچ سکتے ہیں اور حسبِ ضرورت مزید ترقی کے مشورے بھی دے سکتے ہیں۔

شکل نمبر 2

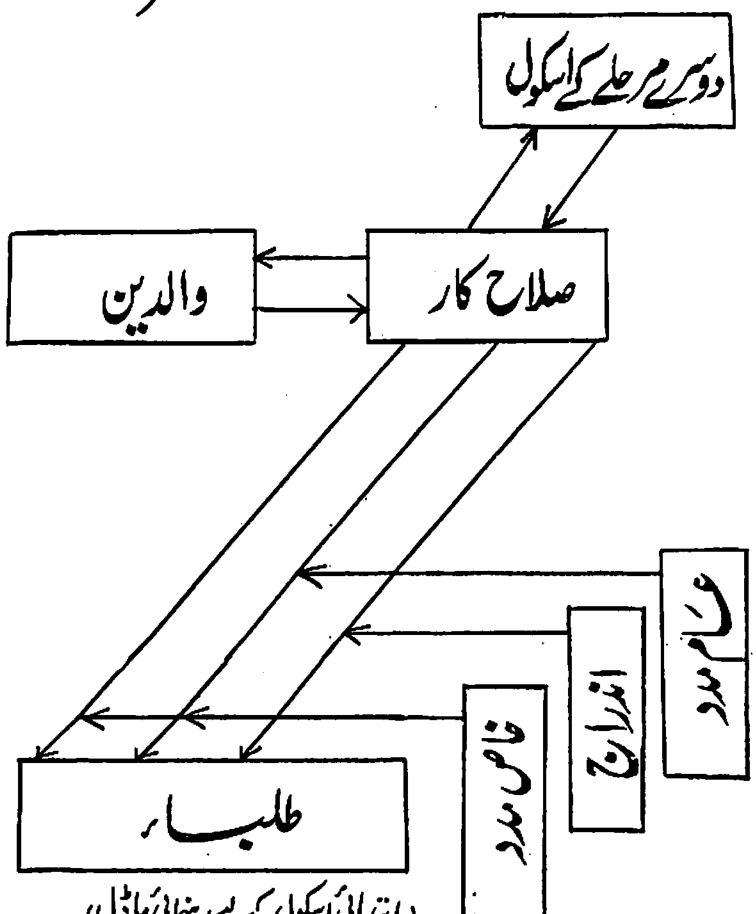

(ابتدائی اسکول کے لیے رہنمائی ماڈل)

اس چارٹ کی مدد سے ہمیں ابتدائی اسکول صلاح کار کی ذمہ داریوں کا بہ آسانی پتہ چلتا ہے۔ وہ تین طرح کے مشاغل میں مصروف ہے جن کا تعلق براہ راست طلباء کے ساتھ ہے :-

(۱) بچّوں سے متعلق معلومات کو اندراج کرنا۔
(۲) بچّوں کی مشکلات دور کرنے میں عام مدد فراہم کرنا ۔ اور :
(۳) مخصوص بچّوں کی مخصوص مسائل کے حل کی راہیں تلاش کرنا۔
وسیع تر مفادات کے پیشِ نظر ایک ابتدائی اسکول کا صلاح کار اسکول سے باہر ایسے دوسرے اسکولوں کے ساتھ تعلق پیدا کیے ہوئے ہے، جو کہ اس اسکول کے بچّوں کے لیے آئندہ تعلیمی مرحلے کی جگہ ہو گی ۔ کبھی کبھی سنیئر کلاس کے بچوں کو ان اسکولوں میں لے جانا وہاں کے ماحول سے واقف کرانا اور اساتذہ سے ملانا صلاح کار کا نہایت ہی اہم توسیعی پروگرام ہے ۔ دوسری طرف والدین کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ان کی مدد و تعاون حاصل کرنا بلکہ اُن کو حقیقی رہنمائی خدمات میں شامل کرنا اسی پروگرام کا دوسرا پہلو ہے ۔

ثانوی اسکول ثانوی مرحلے پر صلاح کار کی تنظیمی ذمّہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ اگرچہ رہنمائی تنظیم کا بنیادی ڈھانچہ قریب قریب وہی رہتا ہے جو ابتدائی اسکولوں کے لیے تجویز کیا گیا ہے تاہم کام کی نوعیت کچھ بدل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر تنظیمی اعتبار سے مندرجہ ذیل امور کی طرف خاص توجہ مبذول ہو جاتی ہے ۔
مجموعی ترقی ریکارڈ نہ صرف بدستور تیار کرنا بلکہ اُن سے حاصل شدہ معلومات کو استعمال میں لانا ۔
جھگڑے پن کو ختم کرنے کی خاطر اساتذہ کے ساتھ مل جل کر کام کرنا ۔
پیشہ ورانہ معلومات حاصل کرنا۔ اس کام کے لیے مقامی ذرائع کو تلاش کرنا، قومی سطح پر معلومات جمع کرنا۔
تعلیمی مضامین کے ساتھ مربوط مختلف پیشوں کی فہرست تیار کرنا اور اس ساری واقفیت کو بچّوں تک پہنچانے کے لیے تمام انفرادی اور اجتماعی ذرائع کو استعمال کرنا، اس میں انفرادی ملاقاتیں بھی آ سکتی ہے اور اجتماعات بھی۔ بچّوں کے لیے دوسرے کالجوں اور پیشہ ورانہ اداروں میں تعلیمی سیر اور مشاہدے کے لیے خاطر خواہ انتظامات کرنا وغیرہ ۔
صلاح کاری کی خدمت کے پیشِ نظر طلبار کو اُن کی اپنی ذات کے بارے میں

جانکاری کا مواد سمجھانا۔

طلباء کو اپنے اہم تعلیمی، پیشہ ورانہ، ذاتی، جماعتی یا جسمانی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے میں مدد دینا اور پھر اُن کا موزوں حل تلاش کرنے میں مشورہ دینا وقتِ ضرورت انھیں اُن کے منصوبوں کی تبدیلی سے متعلق مشورہ دینا۔ مضامین کے انتخاب میں رہنمائی کرنا۔ امداد روزگار خدمت کے ذریعے طلباء کے لیے جز وقتی کام تلاش کرنا اور اُن طلباء کو کل وقتی روزگار حاصل کرنے میں مدد دینا جو ہائی اسکول کے خاتمے پر ہی کسی کام کو بطور روزگار اپنانا چاہتے ہوں۔

اسکول کے فارغ التحصیل طلباء کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا تاکہ انھیں بیرون اسکول ماحول میں حسبِ ضرورت مدد دی جاسکے۔ طلباء کی تعلیمی پیش رفت کا جائزہ لینا تاکہ مزید بہتری کے منصوبے تشکیل دیئے جائیں۔

نیچے ہم ثانوی اسکول رہنمائی خدمات اور صلاح کار کی تنظیمی حیثیت پر ایک اور ماڈل پیش کرتے ہیں۔

شکل نمبر 3

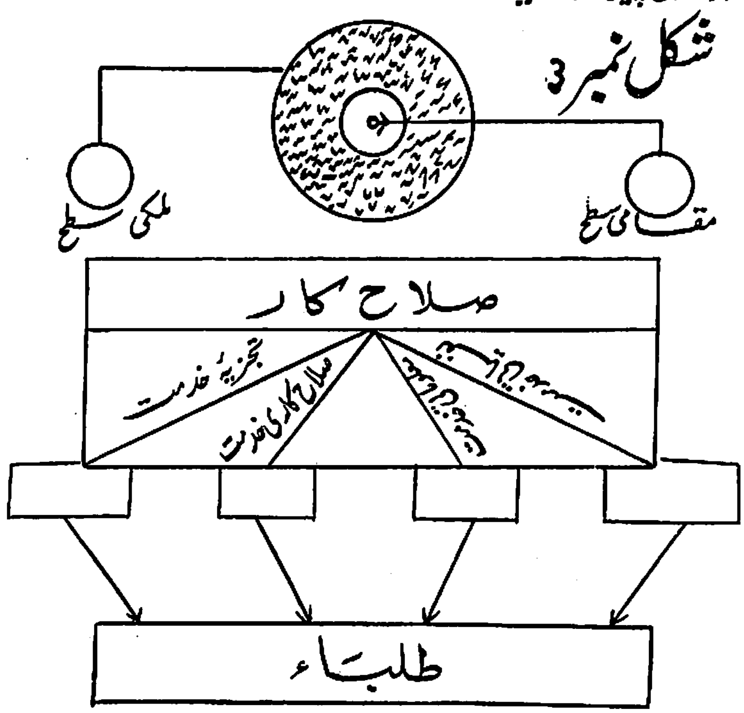

اس چارٹ کی مدد سے ہم ثانوی اسکول صلاح کار کے کام کو سمجھ سکتے ہیں صلاح کار اس سطح پر طلبار کے ساتھ واضح تعلقات رکھتا ہے اور اُن کے لیے رہنمائی پروگرام کو چار بنیادی خدمات کے روپ میں پیش کرتا ہے، جن میں دو مرکزی ہیں یعنی طلبار کی اپنی ذات سے متعلق جانکاری اور صلاح کاری جس کے ذریعے اس جانکاری کا مواد بہترین صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ اور دو معاون خدمات یعنی

(1) امدادِ روزگار خدمت اور

(2) تجزیہ و تحقیق خدمت۔

دونوں کا تعلق طلبار کی بیرونِ مدرسہ مشاغل کے ساتھ ہے جن کے حصول کے لیے صلاح کار ایک اہم رول ادا کر سکتا ہے۔ اس سطح پر اسکول کا صلاح کار سماج کے برابر رابطہ قائم رکھتا ہے اور مقامی نیز ملکی سطح پر ضروری معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہ عمل دُہرا ہے یعنی نہ صرف صلاح کار کا سماج کی طرف ایک جوابی عمل ہوتا ہے بلکہ سماج کا بھی صلاح کار کی طرف جوابی عمل ہوتا ہے۔ اس لیے ہم نے اس چارٹ میں اُن کے اس باہمی تعامل کو واضح کیا ہے۔

کالج کی سطح کالج کی سطح پر آ کر رہنمائی خدمات کا تنظیمی ڈھانچہ بالکل بدل جاتا ہے۔ اب یہاں پر صلاح کار کسی قسم کے تعارف کا محتاج نہیں ہوتا وہ اپنے کام کی بدولت کافی مقبولیت حاصل کر چکا ہوتا۔ اور طلبار بھی عمر کے اُس حصّے میں ہیں جہاں کہ وہ صلاح کار کی افادیت کو ٹھیک طرح سے سمجھ سکتے ہوں۔ یہاں کالج کے عملے کے تعاون اور اشتراکِ عمل کی اس قدر ضرورت نہیں رہتی، جتنی کہ صلاح کار کے شروع کیے ہوئے پروگراموں کو پورے جوش و انہماک کے ساتھ آگے بڑھانے کی ان پروگراموں کو آگے لے جانے کی ساری ذمّہ داری صلاح کار پر ہے۔ کیونکہ کالج صلاح کار کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ کالج کی مجموعی حالت کو مدِّ نظر رکھے بلکہ اس کی ذمّہ داریوں میں حسبِ ذیل تین اہم کام شامل ہیں۔

1۔ صلاح کاری، یعنی کالجوں میں طلبار کی جذباتی مشکلات کو سمجھنا اور تعمیری مشورے فراہم کرنا، صلاح کاری کو کالج کی سطح پر رہنمائی کی مرکزی خدمت سمجھا جاتا ہے کیونکہ عمر کے اِس دور میں طلبار کی جذباتی زندگی کا ایک اہم موڑ آتا ہے۔ اگر یہاں نھیں موزوں بالغ النظر صلاح نہ مل سکی، تو آگے جا کر اور زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا

پڑے گا۔

ج ۔ اس منزل پر پیشہ ورانہ معلوماتی خدمات کی مرکزی حیثیت ہے۔ اسے کبھی کبھی کالج کے رہنمائی پروگرام کی اکلوتی خدمت کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں دنیائے کام کاج کی واقفیت نہایت ہی اہم سمجھی جاتی ہے، کیونکہ بیشتر طلبار کی باضابطہ تعلیم اور اسی منزل پر اختتام کو پہنچتا ہے۔ لہٰذا روزگار سے متعلق مختلف قسم کی واقفیت طلبا کے علم میں لانا رہنمائی دفتر سے اہم کام ہے۔ ساتھ ہی اُن طلبار کے لیے تعلیمی سہولتیں مثلاً وظائف اور دیگر مالی امداد کے ذرائع کی معلومات فراہم کرنا ضروری ہے، جو اپنی تعلیم کو کالج کی منزل کے بعد بھی جاری رکھنا چاہتے ہوں۔

د طلبار کو اپنی ذات سے متعلق جانکاری بڑھانے کی خاطر صلاح کار کا کام ہے کہ وہ مختلف قسم کی نفسیاتی آزمائشوں کے ذریعے معلومات جمع کرے اور اُن تک پہنچائے۔ نیز اس جانکاری کی بنار پر موزوں اور حقیقت پسندانہ تعلیمی و پیشہ ورانہ مقاصد متعین کرنے میں اُن کی مدد کرے۔ اس خدمت کا آخر میں اس لیے کیا گیا ہے کہ کالج کی سطح تک اس خدمت پر کافی عمل ہو چکا ہوتا ہے، بلکہ کالج میں کسی خاص مضمون میں داخلہ بھی سابق شخصی اور تعلیمی جانکاری کی بنیاد پر ہی کیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی ایسا طالب علم ہے یا طلبار کا ایک گروپ ہے جو کسی ایسی جگہ سے آیا ہے جہاں اسکول میں کوئی رہنمائی پروگرام نہ تھا۔ تو ایسی صورت میں ایک کالج صلاح کار کسی عنوان سے اپنا کام شروع کر سکتا ہے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ پہلے ایسے طلبار کی تفہیم ذات یا خود شناسائی کا کام ہاتھ میں لیا جائے۔

تنظیمی لحاظ سے کالج صلاح کار براہِ راست اُس افسر کے ماتحت ہوگا جو کسی ریاست کے جملہ کالجوں کی نگرانی اور انتظام کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اور کالج کے اساتذہ یا پرنسپل کے ساتھ اس کا تعلق بس ایک معاون و مددگار شریک کار کا ہوگا

شکل نمبر 4

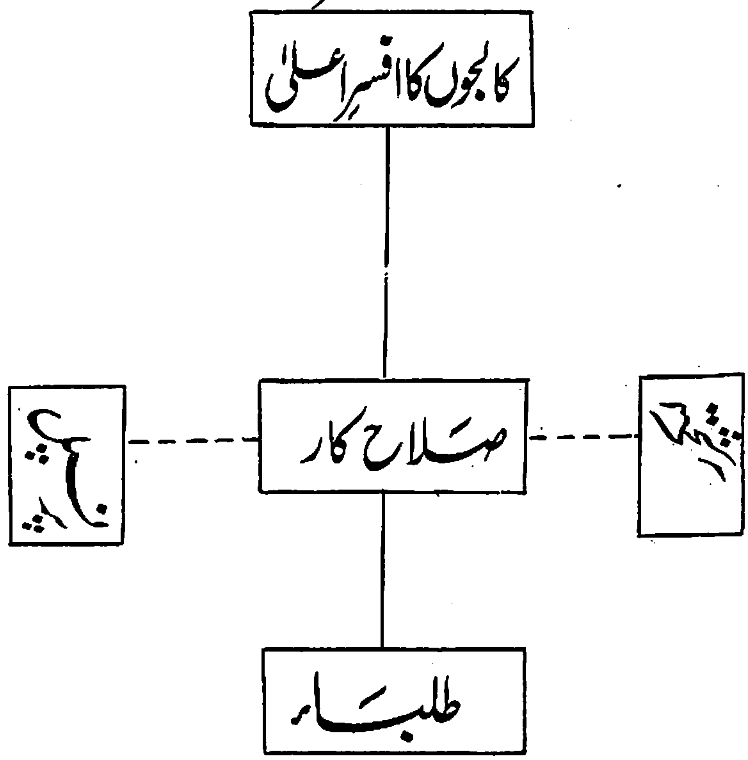

جیسا کہ چارٹ سے ظاہر ہے کالج صلاح کار براہِ راست طلبار کے ساتھ ہم رشتہ ہے۔ طلبار اپنے پروگراموں کے لیے جتنا مفید بنا سکتا ہے، اسی قدر وہ پرنسپل اور دیگر اساتذہ کی حوصلہ افزائی کا مستحق ہوگا۔

یونیورسٹی کی سطح یونیورسٹی سطح پر رہنمائی کا پروگرام کالج کی سطح سے کچھ زیادہ مختلف نہ ہوگا۔ تنظیمی لحاظ سے یونیورسٹی صلاح کار ایک ایسے ادارے کے ساتھ منسلک ہوگا۔ جو پورے کا پورا رہنمائی خدمات کے لیے وقف ہوگا۔ اِس ادارے کا ایک سربراہ ہوگا جو ڈائریکٹر یا ناظم کہلائے گا۔ یہ

پوزیشن مندرجہ ذیل چارٹ میں دکھائی گئی ہے۔

شکل نمبر 5

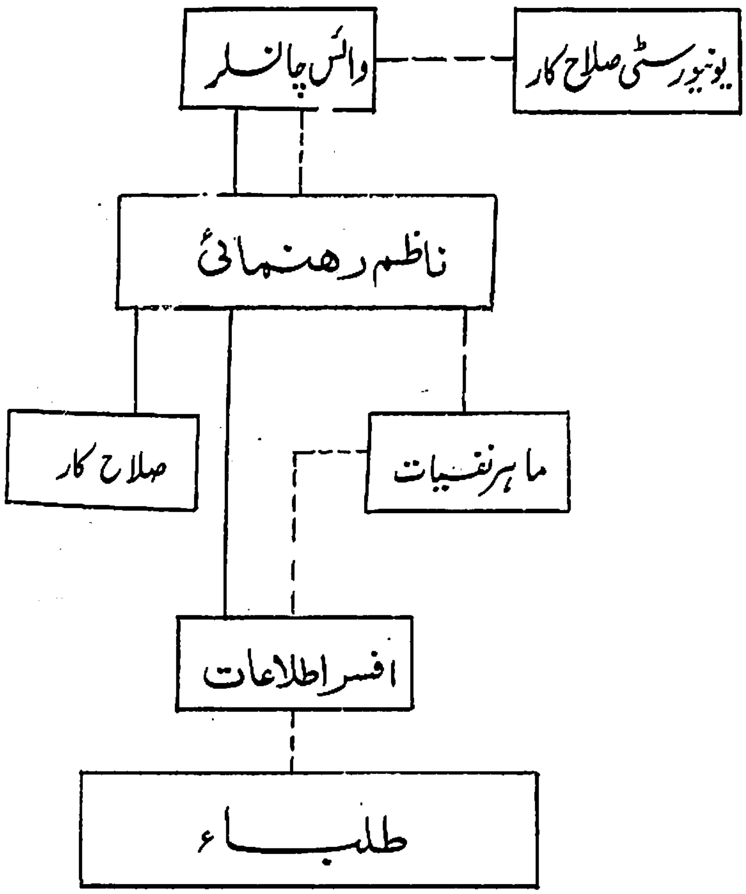

یونیورسٹی میں رہنمائی ناظم کے تحت تین افسر یعنی ماہر نفسیات صلاح کار اور آفیسر اطلاعات ہیں اور ناظم رہنمائی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے ماتحت ہے۔ یونیورسٹی رہنمائی دفتر کے تین کام طے شدہ ہیں۔

1۔ **صلاح کاری** یونیورسٹی طلباء کی جذباتی، نفسیاتی اور دیگر طرح کی الجھنوں

سے نمٹنے کے لیے ایک باضابطہ صلاح کاری کا پروگرام ہونا چاہیے، جس میں یونیورسٹی صلاح کار اہم رول رہتا ہے۔ یونیورسٹی صلاح کار نفسیات، سماجیات، قانون۔ سے واقف اور دیگر ضروری تعلیمی قابلیتوں سے واقف اور دیگر ضروری تعلیمی قابلیتوں سے آراستہ ہوتا ہے۔ اس کی ماہرانہ نظر صلاح کاری کے ہر پہلو پر ہوتی ہے۔ وہ بالغ طلبار کی ذہنی، فکری، جذباتی اور نفسیاتی ضرورتوں سے آگاہ ہوتا ہے اور ضرورت مند طلبار کی صلاح کاری کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ صلاح کار ہی تمام یونیورسٹی طلبار کے متعلق ضروری معلومات جمع کرکے اُن کی رہنمائی کے لیے ضبطِ تحریر میں لاتا ہے۔

2۔ پیشہ ورانہ گائیڈنس پیشہ ورانہ معلومات کی خدمت افسر اطلاعات کے ذمے رہتی ہے اور وہ اپنی قابلیت اور اثر و رسوخ سے تمام ضروری اور اہم معلومات تعلیمی مواقع، مُلک اور بیرونِ ملک ہی دستیاب روزگار کے مواقع، طلبار کے علم میں لاتا ہے۔ اس کے علاوہ افسر اطلاعات ریاستی اور ملکی روزگار دفاتر کے ساتھ قریبی رابطہ قائم رکھتا ہے تاکہ ان سے اہم اور تازہ معلومات حاصل کرتا رہے۔ اس کی وساطت سے یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں رہنمائی سے متعلق فلمیں دکھائی جاتی ہیں جن میں مختلف پیشوں کے ماہرین کو بلا کر طلبار کے ساتھ ملاقات کروائی جاتی ہے اور ان شعبوں کے متعلق مزید معلومات مہیا کی جاتی ہے۔

3۔ نفسیاتی تجزیہ یونیورسٹی رہنمائی پروگرام کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ نفسیاتی تجزیہ کے لیے قابلِ اعتبار آزمائش وضع کرنا یا اپنانا ہے۔ یہ خدمت اسکول اور کالج کی سطح پر نہ ہو سکتی ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ اس خدمت کے ذریعے یونیورسٹی کا شعبۂ رہنمائی اسکول اور کالج کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کالج اور اسکول میں اسی شعبے کی تجویز کردہ یا تیار کردہ آزمائش استعمال کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے ایسے کام کے لیے، نہایت ہی قابل ماہرِ نفسیات کا ہونا لازمی ہے۔ اسی لیے یہ شعبہ اُسی کی تحویل میں رکھا جاتا ہے۔ اِن خدمات کے علاوہ یونیورسٹی کے شعبۂ رہنمائی سے تحقیق و اشاعت کا سلسلہ

بھی شروع کیا جاتا ہے ۔ رہنمائی کے لیے تعارفی لٹریچر تیار کرنا اور مختلف سطحوں پر کارآمد تحقیقات کرنا یونیورسٹی کے اسی شعبہ کا کام ہے، اس سارے کام کا روح رواں اس شعبہ کا سربراہ یعنی ناظم ہے، جو تینوں شعبوں کی انفرادی کوششوں میں تال میل پیدا کر کے اس پروگرام کو ایک اجتماعی رنگ دیتا اور رہنمائی کے کل کام کو مبنی بر ضرورت، بنانے کی راہیں تلاش کرتا ہے ۔

(د) موثر رہنمائی پروگرام کی خصوصیات

مختلف مراحل پر رہنمائی خدمات کے تنظیمی پہلوؤں سے بحث کرنے کے بعد اب ہم اس پروگرام کی بعض ایسی خصوصیات کا ذکر کریں گے، جو تعلیم کی ہر ایک منزل پر اہمیت کی حامل ہیں ۔

سب سے پہلے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موثر رہنمائی پروگرام کی خصوصیات کا معیار کیا ہے ۔ اس کے جواب میں دو باتیں کہی گئی ہیں ایک یہ کہ ایسی خدمات کا ایک معیار خارجی اور ایک داخلی ہونا چاہیے ۔ خارجی معیار پر ہم ان تمام خصوصیات کو پرکھ سکتے ہیں جو مشاہدے میں آتی ہیں، جو واقعتاً موجود ہیں اور جن کو اعداد و شمار کی شکل میں ظاہر کیا جاسکتا ہے ۔ اور دوسری وہ خصوصیات ہیں جو بحیثیت مجموعی موضوعی ہیں ۔ یعنی اُن کی حیثیت داخلی ہے جو صرف تشریح و توضیح کی بنا پر سمجھی جاسکتی ہیں ۔ خارجی معیار کے لحاظ سے مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں ۔

خارجی معیار

دو سو پچاس سے لے کر تین سو طلبا کے لیے ایک کل وقتی صلاح کار ہونا چاہیے ۔ بعض لحاظ سے اس تناسب میں بھی مزید کمی ہونی چاہیے ۔ کل وقتی صلاح کار کی موجودگی، اور طلبا کی مناسب تعداد رہنمائی خدمات کو مؤثر بنانے کے لیے اشد ضروری ہے ۔ جس پروگرام میں اور تعلیم کے جس مرحلے پر کل وقتی صلاح کار مقرر کیا گیا ہو، وہاں رہنمائی کا کام سنجیدگی کے ساتھ انجام پائے گا ۔ لہٰذا ایک مؤثر رہنمائی پروگرام کے لیے، کل وقتی صلاح کار کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے ۔

دوسری اہم خصوصیت یہ ٹھہرائی گئی ہے کہ صلاح کار کی تعلیمی اور تربیتی بنیاد مضبوط

ہو۔ اگرچہ اس کام پر ابتدائی مدرسہ میں اساتذہ کا تعینات بھی تجویز کیا گیا ہے، تاہم بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے ایک باضابطہ تربیت یافتہ صلاح کار درکار ہے۔ ہمارے یہاں کے ثانوی یا ابتدائی اسکولوں میں کام کرنے کے لیے، این سی۔ ای آر۔ ٹی کے زیر اہتمام اساتذہ کو رہنمائی خدمات میں تربیت دی جاتی ہے ۔ ان تربیت یافتہ لوگوں کا جس مرحلے پر بھی تقرر کیا جائے گا، وہاں رہنمائی کے کام کی شروعات صحیح خطوط پر ہونے کی توقع ہے ۔جہاں ابتدائی اسکول کے اساتذہ کو کم مدت کے تربیتی کورس منظم کیے جائیں اور انھیں رہنمائی کی مبادیات سے باخبر کیا جائے۔

ثانوی اسکول، کالج یا یونیورسٹی کے مراحل پر رہنمائی کا ایک اہم پہلو طلبار سے متعلق معلومات کا حصول، اس کا تحفظ اور استعمال ہے۔ یعنی طلبار سے متعلق تمام اہم معلومات کو نہایت معتبر ذرائع سے حاصل کیا جائے۔ پھر حاصل شدہ معلومات کو سمجھ بوجھ کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ ان معلومات کی روشنی میں طلبار اپنے آپ سے آگاہ ہو جاتے ہیں، صحیح فیصلے اور مشورے اپنا سکتے ہیں اور اپنے لیے ایک حقیقت پسندانہ مقصد زندگی وضع کر سکتے ہیں۔

پیشہ ورانہ واقفیت، تعلیمی مواقع کی جانکاری اور دیگر ضروری مواد ایسی صورت میں فراہم ہے کہ ہر طالب علم اپنی ضروریات کے مطابق واقفیت حاصل کرتا ہے۔ اس خدمت کو نتیجہ خیز بنانے کی خاطر تازہ ترین مواد جمع کیا جاتا ہے اور طلبا کی سہولیات کے لیے ان کے علم میں لایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جس ماحول میں طلبار کی بروقت ضرورت کے مطابق جانکاری ملے وہ نہایت ہی پسندیدہ تاثر پیدا کرے گا۔

طلبار کو اپنی شخصیت، صلاحیت، پختگی اور کمزوری سے واقفیت ہونی چاہیئے۔ تاکہ اسکول کا رہنمائی عملہ اس واقفیت کو طلبار کے تعلیمی اور پیشہ ورانہ منصوبوں کو ترتیب دینے میں استعمال کر سکے۔ اور طلبار بھی مفید مشورے کی بنا پر اپنے جذباتی، نفسیاتی گھریلو اور تعلیمی مسائل کے ساتھ بخوبی نمٹ سکیں۔

رہنمائی عملہ تحقیقاتی صلاحیت رکھتا ہو اور اپنے روز گار کا برابر جائزہ لیتا رہتا ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ رہنمائی خدمات زیادہ کار آمد ثابت ہوں گی۔ جب رہنمائی کے کارکن اپنے کام کا جائزہ نہیں لیتے تو پورا رہنمائی کا نظام جمود کا شکار

ہوجاتی ہے۔ نشوونما اور ترقی کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مؤثر رہنمائی پروگرام میں اس خصوصیت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

مناسب اور مؤثر رہنمائی پروگرام ہر طالب علم کے لیے ہر تعلیمی مرحلے پر دستیاب ہونا چاہیے۔ اس کو کسی خاص منزل کے ساتھ وابستہ کرنا یا کسی کلاس کے لیے مخصوص کرنا غلط ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رہنمائی صرف تعلیم کے اس دور کے لیے ضروری ہے، جہاں طلبار کو انتخاب مضامین کے سلسلے سے دوچار ہونا پڑتا ہے یا پھر اسکول کی تبدیلی کا معاملہ آتا ہے۔ لیکن یہ خیال رہنمائی کی روح کے منافی ہے۔ رہنمائی ایک جاری و ساری سلسلۂ عمل ہے اور ہر مرحلے پر ضروری ہے۔ اگر طالب علم کی نشوونما اور شخصی تکمیل کے لیے رہنمائی کا کام ساتھ ساتھ جاری نہ رہ سکے تو اس کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔

جہاں اور جس حالت میں رہنمائی خدمات کو سرانجام دینے کی خاطر موزوں وسائل موجود ہوں۔ اس پروگرام کے لیے سب سے پہلے جگہ کا مسئلہ ہے۔ ہر اسکول میں ایسی جگہ مقرر ہو، جہاں صلاح کار ضروری مواد اہم ساز و سامان اور ریکارڈ وغیرہ رکھ سکے، جہاں طلبار اپنی مرضی سے آسکیں اور اپنے لیے ضروری ہدایات و مشورہ حاصل کر سکیں ہمارے یہاں کے ابتدائی اسکولوں میں یہ بات ممکن نہیں، کیونکہ یہاں تو عمارت کی زبردست کمی محسوس کی جاتی ہے۔ بلکہ تعلیمی پروگرام کو چلانے کی خاطر شفٹ سسٹم پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں ہیڈ ماسٹر کے کمرہ یا لائبریری کو اس کام کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال اس خصوصیت کا موجود ہونا موثر رہنمائی پروگرام کے لیے ضروری ہے۔

رہنمائی پروگرام کے لیے مالی امداد کافی ہونی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی کی بنیاد پر بیشتر رہنمائی خدمات کا دارومدار ہے۔ موثر رہنمائی پروگرام کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مالی بنیادیں مضبوط ہوں تاکہ اس کی ضروریات ٹھیک طرح اور بروقت پوری ہو سکیں۔ کسی بھی طرح کی معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف قسم کے فارموں کا استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو اور دیگر مواد مہیا کرنے کے لیے روپیہ پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے رہنمائی کے لیے اجتماعات بلانا، طلبار کی پیشہ ورانہ سیر کا انتظام کرنا، نئی آزمائشوں کو

خریدنا، جریدہ اور رسائل کا اہتمام کرنا، ان سب کے لیے مالی وسائل کی ضرورت ہے اس لیے ضروری ہے کہ اسکول بجٹ میں اِن خدمات کے لیے الگ رقم مخصوص کی گئی ہو۔

داخلی معیار مؤثر رہنمائی پروگرام کی خارجی خصوصیات ہی اس پروگرام کی افادیت کا ضامن نہیں ہے بلکہ اس مقصد کے لیے ایسی خصوصیات کا ہونا بھی لازمی ہے جو داخلی نوعیت کی ہیں۔ ان میں سے چند اہم خصوصیات کا ذکر نیچے کیا جاتا ہے۔

ایک مؤثر رہنمائی پروگرام بچوں کی ضرورتوں کے لحاظ سے تشکیل دیا جاتا ہے لیکن اِن ضرورتوں کو سمجھنا نہایت ہی کٹھن کام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ضرورتوں کا ریکارڈ ایک صلاح کار کے پاس دو صورتوں میں موجود ہوتا ہے۔ ایک تحریر شدہ ریکارڈ کی شکل میں جس کے مطالعہ سے بہت ساری ضرورتوں کا پتہ چلتا ہے اور دوسری صورت ان تاثرات کی ہے جو صلاح کار اور طالب علم کی ملاقاتوں کے دوران ایک طالب علم کے چند جملے یہاں پر درج کیے جاتے ہیں۔ اندازہ لگائیے کہ یہ کس طرح کی ضرورتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

1۔ میں اسکول جانا بند کر رہا ہوں،
2۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔
3۔ میں دوسروں کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔
4۔ مجھے تو اسکول سے کوئی چیز ملتی نظر نہیں آتی۔
5۔ میں اپنے دوستوں کے درمیان رہنا چاہتا ہوں۔
6۔ مجھے اسکول کا صحیح استعمال کرنا چاہیے۔
7۔ مجھے تو اپنی شخصیت صفر کے برابر لگتی ہے۔
8۔ میں تعلیم ختم کر کے کیا کرنا چاہوں گا۔
9۔ میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیسے کر سکتا ہوں۔
10۔ مجھے اسکول انجینیر بنانے کا ماہر کیسے بنا سکتا ہے؟

یہ دس جملے ہم نے تحریر کیے ہیں۔ اگر آپ ان پر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ ان سے ضرورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اپنے آپ کو پہچاننے کی ضرورت، مستقبل جاننے کی ضرورت ذاتی صلاحیت کو نشو و نما دینے کی ضرورت وغیرہ وغیرہ۔ ان ضرورتوں کو سمجھنا اور ان کو مسخ کیے بغیر پورا کرنے کے لیے رہنمائی پروگرام ترتیب دینا اور اُسے عمل میں لانا مؤثر

رہنمائی کی ایک ضروری خصوصیت ہے۔

ایک اسکول طلبار کی صرف تعلیمی اور پیشہ ورانہ ضرورتوں کا خیال ہی نہیں رکھتا بلکہ اُن کی جذباتی مشکلات کو سمجھ کر ان کے لیے موزوں اصلاحی اور احتیاطی پروگرام ترتیب دیتا ہے۔ اس طرح طلبار اپنے حال اور مستقبل کی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ اپنی تکمیلی ضرورتوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ رہنمائی پروگرام ہی ایک اسکول کا وہ شاندار منصوبہ ہے جو اس خواب کی تکمیل میں مدد کرتا ہے۔

صلاح کاری یا پیشہ ورانہ معلومات کی فراہمی جب حقیقت پسندانہ مقاصد کے ساتھ وابستہ ہو تو اس کی افادیت ظاہر ہے۔ لیکن اس کا ہونا ہی کافی نہیں ہے کئی جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ رہنمائی کے نام پر کئی خدمات موجود تو ضرور ہیں، لیکن ان کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاتا یا عمل کا ضرورتوں کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ لہذا ضروری ہے تو مؤثر رہنمائی پروگرام چند ظاہری اور کھوکھلی علامات کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ اِن خدمات کا بھرپور استعمال ہو۔ ایک مؤثر پروگرام کے لیے ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ مختلف خدمات کو اعتدال کے ساتھ شروع کیا جائے۔ بعض اسکول صرف اپنی معلوماتی خدمات کے لیے مشہور ہیں اور بعض صرف صلاح کاری کی وجہ سے مقبول ہیں۔ یہ بات اچھی نہیں ہے کیونکہ اس طرح سے طلبار کی بیشتر ضروریات نظر انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک معتدل اور جامع رہنمائی پروگرام شروع کیا جائے۔

پروگرام میں برتری اور استحکام پیدا کرنے کی خاطر ایسے لوگوں کا تقرر ضروری ہے جو واقعی پورے انہماک اور دلچسپی کے ساتھ طلبار کی رہنمائی کے کام میں لگے رہیں مؤثر رہنمائی پروگرام کی یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ صلاح کار اپنے کام سے محبت کرتا ہو۔ اور لوگوں کے ساتھ مل کر پوری شد و مد کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہو۔ لیکن محبت کا یہ وہ معیار ہے جسے دیکھا نہیں بلکہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک داخلی وصف ہے جو گنا نہیں جا سکتا۔ لیکن موثر نتائج صرف اسی پر منحصر ہیں۔

مؤثر رہنمائی پروگرام ایک طرح کی اندرونی لچک کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ ضرورت، موقع، ماحول اور وقت کے مطابق اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح کے پروگرام میں ایک خوشگوار مدد اور تعاون کی فضار موجود رہتی ہے ــــ

صلاح کاروں اور رہنمائی کے کام میں دلچسپی رکھنے والوں کے ساتھ سارے عملے کا تعاون ہونا اس پروگرام کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جہاں عدم تعاون کی صورتِ حال ہو وہاں رہنمائی پروگرام کچھ زیادہ آگے نہیں جاسکتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ وہ جمود کا شکار ہو جائے گا۔

صلاح کار کو عجلت پسندی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اُس کا مقصد رہنمائی خدمات سے برآمد شدہ نتائج کی نمائش کرنا نہیں ہوتا۔ اس پروگرام کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جہاں عدم تعاون کی صورت حال ہو وہاں رہنمائی پروگرام کچھ زیادہ آگے نہیں جاسکتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ وہ جمود کا شکار ہو جائے گا۔

صلاح کار کو عجلت پسندی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اُس کا مقصد رہنمائی خدمات سے برآمد شدہ نتائج کی نمائش کرنا نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ مستعدی اور فرض شناسی سے آگے بڑھتا ہے۔ وہ اپنے کام میں حد سے بڑھ کر جوش و خروش کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

صلاح کار کو اِس بات کا صحیح اور پختہ علم ہونا چاہیے کہ وہ کس رول کو ادا کرتا ہے اگر اُسے اپنے فرائض ٹھیک طرح سے معلوم نہیں تو وہ رہنمائی کے کسی بھی کام کو بلا ضرورت بڑھا چڑھا کر پیش کرے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ طلبا اس کے پروگراموں میں دلچسپی لینا چھوڑ دیں گے۔

مُوثر رہنمائی پروگرام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک طالب علم کے ساتھ محض اتفاقیہ رشتہ قائم نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے مسلسل رابطہ قائم رکھا جاتا ہے اس کو ہمیشہ اس نگاہ سے نہ دیکھا جائے کہ اُسے کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ بلکہ یہ تصوّر کیا جائے کہ اس کی وقتی مشکل بعض ناخوشگوار حالات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور اس کی شخصیت اس کے مسائل سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اُسے بحیثیت مجموعی ایک شخصیت تسلیم کرنا اور اس کے ساتھ مل جُل کر کام کرنا صحیح رہنمائی ہے۔

آخر میں ایک اور خصوصیت کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک موثر رہنمائی پروگرام کے لیے نہایت ضروری ہے۔ یہ خصوصیت قیادت کی ہے۔ یعنی رہنمائی عملہ خواہ وہ ایک ہی صلاح کار کیوں نہ ہو، اپنی پوزیشن کو سمجھ کر قائد کا رول ادا کرے۔ قیادت کا مطلب آگے بڑھنا ہے۔ تمام مزاحمتوں کے باوجود آگے بڑھتے چلے جانا ایک ایسا عمل ہے جس کی ایک صلاح کار سے توقع کی جاتی ہے۔ اگر اس میں یہ خوبی نہیں ہے تو وہ مشکلات سے ہمت

ہار بیٹھے گا - اور پیش قدمی سے احتراز کرے گا۔ مگر ایک صلاح کار جو قائدانہ صفات کا حامل ہے اپنی مشکلات کو چیلنج سمجھ کر ان پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

خارجی اور داخلی خصوصیات کی یہ تفصیل نہ تو کلی ہے اور نہ ہی اٹل اور ان خصوصیات پر اضافہ بھی ہو سکتا ہے اور ضرورت کے مطابق کمی بھی کی جا سکتی ہے۔

(ی) **رہنمائی پروگرام کا جائزہ** رہنمائی پروگرام کی افادیت معلوم کرنے کی خاطر پیمائش قدر ایسے ذرائع وضع کرنے پڑتے ہیں، جن کی بدولت تمام رہنمائی خدمات کے اثرات و نتائج کا جائزہ لیا جا سکے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ ان خدمات سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا بھی ہے یا محض صرف پروپیگنڈے کے لیے ان خدمات کا چرچا ہے۔ جائزے کا مقصد سیدھے الفاظ میں یہ ہے کہ کسی پروگرام یا کسی منصوبے کے نتائج کی روشنی میں مزید توسیع اور پختگی کے لیے ٹھوس قدم اٹھائے جائیں۔ اس کے علاوہ ضرورت ہو تو تمام رہنمائی پروگرام کی شکل وصورت اور ہیئت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اگر رہنمائی خدمات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مجموعی کردار کو خوب سے خوب تر بنایا جائے، تو اس کے نتیجے کو جانچنے کے لیے ضرور کوئی پروگرام ہونا چاہیے، نہیں تو مقاصد اور پروگرام کے عملی پہلوؤں میں کوئی رشتہ نظر نہیں آئے گا۔ کوئی بھی خدمت برائے خدمت نہیں ہوتی بلکہ اس کا مقصد بھی ہوتا ہے۔ اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں۔ تجزیے کی مسلسل ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہاں پر یہ بات بھی صاف کر دینی چاہیے کہ جائزہ برائے جائزہ بھی اتنا ہی غلط فعل ہے جتنا کہ خدمت برائے خدمت۔ بعض صلاح کار اپنے ریکارڈوں، مشاہدوں وغیرہ کو مکمل کر کے رپورٹ تیار کرتے ہیں تاکہ جب ان سے پوچھا جائے کہ کس طرح کی خدمات انجام دی ہیں، تو وہ اعداد و شمار پیش کر سکیں — لیکن تجزیہ کا مطلب اعداد و شمار اکٹھا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ایسے شواہد تلاش کرنا ہے جن سے یہ پتہ لگے کہ رہنمائی خدمت کا طلبا پر کیا اثر ہوا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ملحوظِ نظر رہے کہ رہنمائی خدمات کی افادیت کا جائزہ بھی اس وقت بیکار لگتا ہے جب کہ مقصد صرف صورت حال معلوم کرنا ہو۔ اہم بات تو یہ ہے کہ رہنمائی پروگرام کی پیمائش قدر کے نتیجہ کے طور پر اس پروگرام میں ایسے

پہلو شامل کر سکیں جن سے بہتری اور ترقی کی نئی راہیں برابر نکلتی رہیں۔ اس سے پروگرام کے بعض ایسے پہلوؤں سے بھی چھٹکارا ملے گا جو رہنمائی پروگرام میں شامل کر لیے جاتے ہیں اور جن سے دراصل کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

پیمائش قدر کا بنیادی مقصد کسی تصور، تجربہ یا عملی مشاہدہ کی صحیح قدر و قیمت معلوم کرنا ہے۔ رہنمائی کی قدر و قیمت جانچنے کے بغیر یہ عمل بجائے خود کار عبث جائے گا اور کسی اصلاح یا بہتری کا امکان نہ ہوگا۔

ہمارے ملک میں جہاں کہیں بھی تھوڑے بہت رہنمائی پروگرام زیر عمل ہیں اور صلاح کار یا رہنمائے پیشہ اس کام پر تعینات ہیں۔ وہ اس پروگرام کی پیمائش قدر نہیں کر پائے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ایسی خدمات کو بہتر یا دلکش نہیں بنایا جاسکتا۔ رہنمائے پیشہ یا صلاح کار اس کام کو مشکل کیوں سمجھتا ہے اس کی چند وجوہات بتائی گئی ہیں۔

وقت کی کمی صلاح کاروں کے پاس اتنا ناکافی وقت ہے کہ وہ مشکل سے رہنمائی کی بنیادی خدمات کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ ایک ہی خدمت شروع کرنے میں مہینے لگ جاتے ہیں۔ تجزیہ کے نام پر اگر کچھ کیا جاتا ہے، تو اس کی حیثیت زبانی جمع خرچ سے زیادہ نہیں یعنی لوگوں سے یوں ہی اپنے کام کے بارے میں تاثرات دریافت کیے جاتے ہیں جو بالعموم اس کے موافق ہوتے ہیں۔

تربیت کی کمی کئی صلاح کار اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اس قدر تربیت یافتہ نہیں ہیں کہ تجزیے کی خدمت شروع کر سکیں۔ اس خدمت کے لیے واقعی ایک خاص مہارت کی ضرورت ہوتی ہے، جو تربیت و تجربہ کے بعد آسکتی ہے لیکن بنیادی تجزیے کے لیے صرف اتنا ضروری ہے کہ صلاح کار اپنے پروگرام کے مقاصد کو ٹھیک طرح سے سمجھ گیا ہو۔ اگر اس کی شروعات کے بعد وہ مقاصد پورے ہو گئے ہوں، تو آگے جانا چاہیے۔ ورنہ اپنے منصوبوں اور عملی صورت حال کو ٹھیک طرح سے جانچنا چاہیے۔

کردار میں کسی نفسیاتی یا کسی اور تبدیلی کا مشاہدہ کافی مشکل ہے۔ انسانی کردار اتنا پیچیدہ اور طرح دار ہے کہ اس کا سمجھنا آسان نہیں۔ ظاہر ہے ایسی صورتحال میں جائزہ کس بات کا ہوگا۔

تحقیقاتی نقطۂ نگاہ سے تجزیے سے جو بھی مواد اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اس میں کسی نہ کسی طرح کی کمی محسوس کی جاتی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایک بات کے وجود میں آنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف رہنمائی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اُن تمام عوامل کا جائزہ پیش کیا جائے جن سے الگ رہنمائی خدمات کے اثرات جانچے جا سکیں۔

مالی مشکلات اس کام کے لیے مالی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے جو بروقت حاصل نہیں ہوتے۔ جب رہنمائی پروگرام کو چلانے کے لیے مالی وسائل ناکافی ہوں تو جائزے کے لیے رقم کہاں سے آئے گی۔

جائزے کی خاطر احتیاط برتنا پڑتی ہے مثلاً اگر ہمیں یہ معلوم کرنا ہو کہ رہنمائی خدمات کے اثرات کیا ہیں، تو ہمیں اس کے لیے دو جماعتوں کو لینا ہوگا۔ ایک کے لیے رہنمائی خدمات کا انتظام ہو اور دوسرے کو یہ خدمات حاصل نہ ہوں۔ یہ دونوں جماعتیں اپنے مسائل اور دیگر صورتوں میں ایک ہی طرح کی ہونی چاہئیں۔ مثال کے طور پر دونوں ذہانت، سماجی حیثیت، عمر، نفسیاتی کیفیت میں یکساں ہوں۔ ان کا مقابلہ کرنے سے ہم کہہ سکیں گے کہ آیا جو فرق ان دونوں جماعتوں کے درمیان سے رونما ہوا ہے وہ واقعی رہنمائی خدمات کی بدولت ہوا ہے۔

پیمائش قدر کے طریقے رہنمائی پروگرام کی کارکردگی جانچنے اور پرکھنے کے کئی ایک طریقے موجود ہیں، جو اپنے مواد اور استعمال کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ لیکن سب میں تین عناصر مشترک ہیں اور وہ سب کے لیے ضروری ہیں۔

1۔ کسی بھی رہنمائی پروگرام، یا خدمت کے مقاصد بالکل واضح ہوں تاکہ اُن کے حصول سے کردار میں جو تبدیلی واقع ہے اُسے جانچا جا سکے۔ یعنی مقاصد کی عملی شکل متعین ہونی چاہیے تاکہ رہنمائی پروگرام کی کارکردگی جانچنے والا شخص اندازہ کر سکے کہ وہ مقاصد پورے ہو چکے ہیں یا نہیں۔

2۔ جن طریقوں کو استعمال میں لا کر یہ مقاصد حاصل کیے جائیں اُن کی وضاحت کی جائے تاکہ ان طریقوں کی افادیت کو بھی بحسن وخوبی پرکھا جائے۔

3۔ ایسی تکنیک تلاش کی جائیں جن کی بدولت مقاصد اور طریقۂ کار کا صحیح تجزیہ

کیا جاسکے۔ اور اس کے لیے اس ماحول کا جائزہ لینا پڑے گا جس میں رہنمائی پروگرام شروع کیا گیا ہے۔

رہنمائی کام کو جانچنے کے تین مشہور طریقے آزمائے گئے ہیں اور برابر آزمائے جارہے ہیں۔ اب ہم ان کا خلاصہ نیچے پیش کریں گے۔

1۔ سروے کا طریقہ جائزے کا ایک معروف، آسان اور کثیرالاستعمال طریقہ سروے ہے۔ اس طریقے کی مدد سے سب سے پہلے اُن مقاصد کا تعین کیا جاتا ہے جو کسی رہنمائی پروگرام کے شروع کرنے کے لیے موزوں سمجھے گئے ہوں۔ مثال کے طور پر اگر کسی رہنمائی پروگرام کا یہ مقصد ہو کہ اس کی بدولت بچوں کی خود آگہی بڑھے گی تو سروے کے ذریعے معلوم کیا جائے گا کہ خود آگہی کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کونسا طریقہ یا کونسے طریقے استعمال کیے گئے ہیں۔ یعنی کونسی مخصوص خدمت کا اہتمام کیا گیا اور پھر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آیا اس خدمت کی مدد سے مجوزہ مقصد حاصل ہوسکا ہے یا نہیں۔

سروے کے طریقے کو برتنے میں مرکزی توجہ ان باتوں پر رہتی ہے کہ جو بھی خدمت مہیا کی جاتی ہے، اُسے انجام دینے والے کون لوگ ہیں، اُن کی تعلیم و تربیت میں خدمت کے لیے موزوں ہے یا نہیں۔ وقت اور دوسری سہولیات کا کیسے استعمال کیا جاتا ہے سروے کی معروف شکل سوالنامہ ہے، جو اُن لوگوں کو دیا جاتا ہے جو رہنمائی خدمات سے وابستہ رہے ہوں اور اب بھی اسی کام میں مصروف ہوں۔ سوالنامے میں رہنمائی خدمات کی نوعیت ان کو عملی جامہ پہنانے والا عملہ، اُن کے کام، اُن کی قابلیت اس کام کو انجام دینے کی سہولیات، مالی اعداد و شمار وغیرہ کے بارے میں سوالات رکھے جاتے ہیں۔ سروے طریقے کے ذریعے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ رہنمائی خدمات کے مقاصد پورے ہوئے یا نہیں۔ مان لیجیے کہ سوالنامے میں ایسے کئی سوالات شامل ہیں جن سے رہنمائی کے مقاصد کے حصول پر روشنی پڑسکتی ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ ان سوالات کے جوابات بالکل مسخ شدہ صورت میں سامنے آئیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ جوابات کا مطالعہ نہایت باریک بینی کے ساتھ کیا جائے۔ یعنی سروے سے حاصل شدہ واقفیت معتبر طریقوں سے تصدیق کی جائے۔

2۔ تجرباتی طریقہ پروگرام کی افادیت کا تجزیہ کرنے کا یہ طریقہ نہایت ہی اہم مانا گیا

ہے۔ کیونکہ یہ سائنٹفک طریقۂ کار پر مبنی ہے جس کے لوازمات حسبِ ذیل ہیں۔
مقاصد کا تعین اور اُس طریقۂ کار کی نشاندہی کرنا جس کی بدولت یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔
اِن مقرر کردہ مقاصد کو عملی صورت میں ڈھالنا۔ دو یا دو سے زیادہ مساوی القدر گروپوں کا تعین کرنا تاکہ رہبری خدمات کا صحیح طور پر جائزہ لیا جائے۔ مقاصد حاصل کرنے کے عمل کے ضروری اقدام کی وضاحت کرنا۔
حاصل شدہ نتائج کی صحیح جانچ کرنا تاکہ ان کا مقابلہ مجوزہ مقاصد کے ساتھ کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ نتائج اور مقاصد میں کس قدر ہم آہنگی ہے۔
تجرباتی طریقے کو سروے طریقے پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے صحیح طور پر اس بات کو پرکھا جاسکتا ہے کہ رہنمائی سہولیات کی بنا پر کس طرح کے نتائج برآمد ہو سکے۔ اور کہاں کہاں بہتری کے امکانات ہیں۔
چونکہ اس طریقۂ کار میں مساوی القدر جماعتوں کو استعمال کیا جاتا ہے، اس لیے خالص رہنمائی کے اثرات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ معروضی ہونے کے باوجود اس طریقے کی چند خامیوں کا ذکر کر لیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس طریقے کے لیے نہایت ہی قابل اور ماہر اشخاص کا ہونا لازمی ہے جو نتائج کو مسخ کرنے والے عناصر سے باخبر ہوں تاکہ نتائج پر کسی قسم کے تعصب کا غلبہ نہ ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس طریقے کو عمل میں لانا مشکل ہے۔
اس طریقے کے استعمال کے لیے ایسے گروپوں کی تشکیل لازمی ہے جو ہر لحاظ سے ایک جیسے ہوں اور پھر ایک گروپ کو نظر انداز کر کے گروپ کو رہنمائی خدمات سے استفادہ کرنے کا موقع دیا جائے اور ایک خاص مدت کے بعد دونوں کی کارکردگی کا مقابلہ کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ تجرباتی گروپ یعنی جس کے لیے رہنمائی خدمت مہیا کی گئی تھی کس معنے میں کنٹرول گروپ سے بہتر ہے۔ مساوی القدر گروپوں کی تشکیل کرنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ نیز اس طریقہ کے لیے ہر قدم پر ہوشیار عملے کی ضرورت ہے۔

3۔ مطالعہ معاملہ طریقہ یہ ایک معتبر طریقہ ہے جس کے ذریعے کسی بھی رہنمائی خدمت کی صحیح جانچ ہو سکتی ہے۔ اس کے ذریعے یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس شخص کی رہنمائی کی گئی ہے اُسے کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں یا یہ کہ اس کی کارکردگی اس کے کردار یا اعمال میں کس طرح کی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ یہ طریقہ کافی وقت چاہتا ہے، لیکن اس کے ذریعے حاصل کیے ہوئے نتائج نہایت ہی معتبر ہوتے ہیں.

اِن طریقوں سے حاصل شدہ واقفیت کی تصدیق کے لیے چند اور طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً انفرادی ملاقات اور مشاہدے۔ ملاقاتوں اور مشاہدوں کے درمیان یہ بات کبھی کبھی مکمل ہو کر سامنے آتی ہے کہ آیا رہنمائی خدمات کا خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔

آخر میں یہ بات کہنا لازمی ہے کہ ہر عمل اور عملی پروگرام کا جائزہ لازمی ہے۔ اس کے بغیر اس کی بہترین صورت کبھی بھی وجود میں نہیں آسکتی۔ اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ کسی خدمت کو شروع کرتے وقت اس کے جائزے کی صورت بھی متعین کر دی جائے ایسا کرنے میں مشکلات ضرور پیش آئیں گی جیسا کہ ہم نے ابتدا ہی میں بتا دیا تھا۔ لیکن اِن تمام مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ صرف شرط یہ ہے کہ اول رہنمائی پروگرام کو ٹھیک طرح سے سمجھ لیا جائے۔ دوم پروگرام کو شروع کرنے سے پہلے مقاصد کا تعین کر لیا جائے پھر رہنمائی خدمات کو عمل میں لائیں۔ اور آخر میں مقاصد کا نتائج کے ساتھ مقابلہ کر کے معلوم کیا جائے کہ مقاصد کے حصول میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے اور رہنمائی خدمات کی بہتری کے لیے آئندہ کیا کچھ کرنا ہے۔

ہم مندرجہ ذیل مثال اور چارٹ کی مدد سے اس بات کی مزید وضاحت کریں گے۔

فرض کیجیے ایک بچہ میں جھگڑے پن کی عادت پڑ گئی ہے۔ وہ اسکول چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ یہی بچہ اسکول صلاح کار کے پاس آتا ہے اور اپنا مسئلہ بیان کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُسے کوئی مشورہ ملے جس کی بنا پر اس کی عادت چھوٹ جائے۔ صلاح کار ایک پروگرام ترتیب دیتا ہے اور طے کرتا ہے کہ اس کے ذریعے اس بچے کے کردار میں تبدیلی لائی جائے گی صلاح کار کو کچھ اس طرح اپنا کام شروع کرنا ہوگا۔

شکل نمبر 6

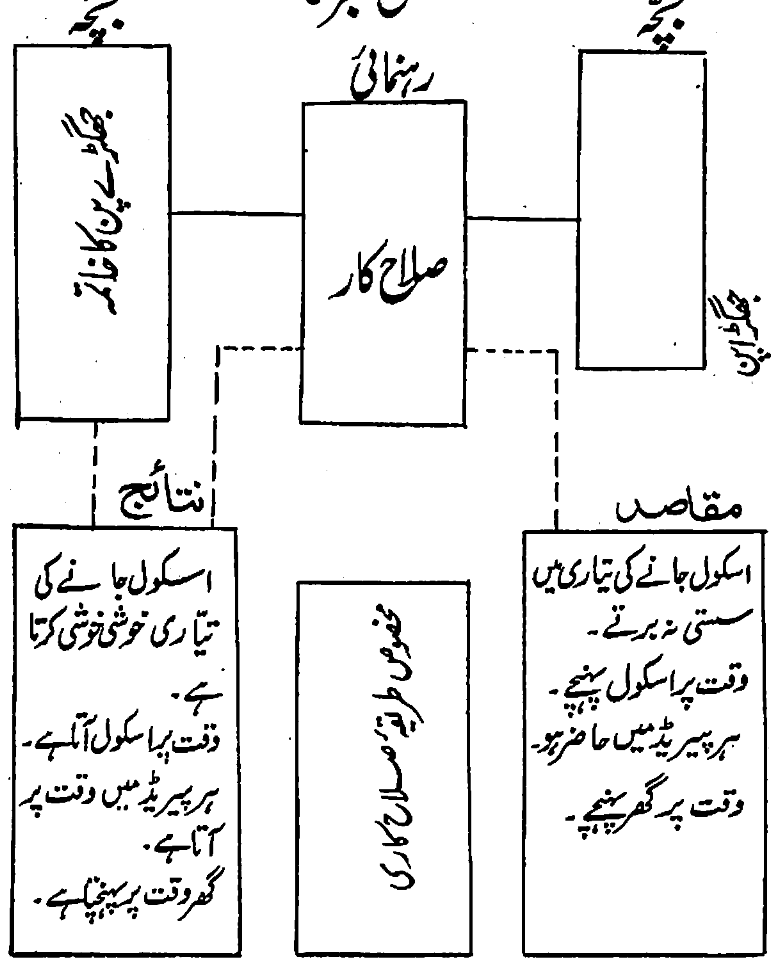

صلاح کار سب سے پہلے بچے کے مسئلے کو سمجھ لیتا ہے۔ پھر رہنمائی خدمات کا تعین کرتا ہے، لیکن اس سے پہلے اُن مقاصد کی فہرست تیار کرتا ہے جنہیں حاصل کر کے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکے کہ رہنمائی خدمات سے کوئی فائدہ ہوا یا نہیں۔ فرض کیجیے کہ صلاح کار اس بچے کے لیے یہ مقاصد طے کرتا ہے کہ بچہ اسکول جانے کی تیاریاں خوشی خوشی کرے۔ وقت پر اسکول پہنچے، ہر پیریڈ میں حاضر ہو، اور اسکول کے بعد ٹھیک وقت پر گھر پہنچے۔

یہ مقاصد طے کرنے کے بعد صلاح کاری کا وہ طریقہ ترتیب دیتا ہے جس کی مدد سے یہ مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہوں۔ پھر وہ بچے کے گھر کے ماحول کے جائزے، اسکول میں اس کی سازگاری کی کیفیت کے علم اور دیگر باتوں کی بنا پر چند ملاقاتوں میں بچے کو صلاح ومشورہ دیتا ہے اور ایک خاص مدت کے بعد جھگڑےپن کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اس کا ثبوت وہ نتائج ہیں، جو سامنے آئے ہیں مثلاً یہ کہ یہ اسکول جانے کی تیاری خوشی خوشی کرتا ہے۔ وقت پر اسکول آتا ہے۔ ہر کلاس میں حاضر رہتا ہے۔ اور گھر بھی وقت پر پہنچتا ہے۔ اس طرح سے مقاصد اور نتائج ہم آہنگ ہوگئے۔ رہنمائی خدمات کی افادیت ثابت ہوگئی۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ نتائج مقاصد کے بالکل موافق ہوں۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس بڑا فرق پایا جائے۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ رہنمائی خدمات کا کوئی فائدہ نہ ہوسکا ایسی صورت میں صلاح کار مسئلہ کے حل کی کوئی اور صورت نکالے۔

••

حوالہ جات

A. ROE — THE PSYCHOLOGY OF OCCUPATIONS OCCUPATIONS
NEW YORK : 1964

ALLPORT G.W. — PERSONALITY - A PSYCHOLOGICAL INTERPRETATION.
NEW YORK : HOLT 1952

BLOOM BENJAMEN — STABILITY AND CHANGE IN HUMAN CHARACTERISTICS.
NEW YORK : WILEY 1969.

CAMERON C. — DISINHERITED YOUTH
Carnegie U.K. Trust 1943.

CICERO — ON DUTIES,
BOOK CHAPTERS 32-33 QUOTED FROM J.K.
BREWER : HISTORY OF VOCATIONAL GUIDANCE :
NEW YORK : HARPER & BROTHERS 1942.

CLIFFORD PAT et (1949) — GUIDANCE WORKERS PREPARATION
U.S. OFFICE OF EDUCATION.

D.E.SUPER, AT AT : — CAREER DEVELOPMENT SELF CONCEPT THEORY
NEW YORK: COLLEGE ENTRANCE EXAMINATION BOARD 1963.

DUDGE A.F. — WHAT ARE THE PERSONALITY TRAITS OF THE SUCCESSFUL CLERICAL WORKERS?
Journal of Applied Psychology, 1940.

DONALD E. SUPER — THE PSYCHOLOGY OF CAREERS
NEW YORK: HARPER AND ROW 1957.

DOSAFH N.L. — GUIDANCE SERVICE IN INDIA
NEW DELHI: ARYA BOCK DEPT. 1969.

FROECHLICH CLIFFORD — GUIDANCE SERVICES IN SCHOOLS
NEW YORK : Mc GRAW HILL BOOK CO. 1958

GHANI L.T. — YOUTH AND LEISURE HOURS
THE STATESMAN MARCH 8, 1962.

GLANZ EDWARD C. — FOUNDATIONS AND PRINCIPLES OF GUIDANCE
BOSTON : ALLYN AND BACON INCO. 1904

HOPPOCK ROBERT — OCCUPATIONAL INFORMATION
NEW YORK : Mc GRAW HILL CO, (1957).

JONES ARTHUR J. — PRINCIPLES OF GUIDANCE
NEW YORK : Mc GRAW HILL BOOK CO. 1963.

JOHNES ARTHUR J. — PRINCIPLES OF GUIDANCE AND PUPIL PERSONAL WORK

JOHN LOCK — SOME THOUGHTS CONCERNING EDUCATION
QUOTED IN BREWER, OP CIT.

JOHNES ARTHU: J AND NORMAN R. STEWARD — PRINCIPLES OF GUIDANCE
NEW YORK : Mc. GRAW-HILL CO. 1963

KOCHER S.K. — EDUCATIONAL AND VOCATIONAL GUIDANCE IN SECONDARY SCHOOLS
DELHI : STERLING PUBLISHERS 1967.

KUDER G. FREDEROR AND OTHERS — EXPLORING CHILDRENS INTERESTS
CHICAGO: SCIENCE RESEARCH ASSOCIATES 1951.

KULEN RAYMOND & OTHERS — PSYCHOLOGICAL STUDIES IN HUMAN DEVELOPMENT
NEW YORK APPLETION CENTURY CROFTS (1952

MADHOSH A.G. AND HALIMA AKHTER. — A SURVEY OF THE UNIVERSITY GUIDANCE BUREAUS IN INDIA
AN UNPUBLISHED M.ED. DISSERTATION 1977.

MATHEWSON ROBERT HENDRY — GUIDANCE POLICY AND PRACTICE
NEW YORK HARPER AND ROW 1962.

Mc DANREL, HENRY B. (WITH) G.A.SHAFTED — GUIDANCE IN MODERN SCHOOLS
NEW YORK : HOLT, RINDHART & WINSTON(1956)

Mc DAMEL H. BAND JAMES, L.GIL. — READINGS IN GUIDANCE
NEW YORK, HOLT, RINEHART AND WINSTON 1963.

Mc DAMEL HENRY B. — GUIDANCE IN MODERN SCHOOLS
NEW YORK, THE DSYDEN PRESS -1956.

MOSER, LESLIE E AND RUTH SMALL MOSER — COUNSELLING AND GUIDANCE - AN EXPLORATION
NEW YORK : PRENTICE HALL, INC 1963.

MORTENSEN, DONALD G. & ALLEN M. SCHMULLER — GUIDANCE IN TODAY'S SCHOOLS
NEW YORK : JOHN WISLEY & SONS INCO.1959

N.C.E.R.T., NEW DELHI — THE FOURTH INDIAN YEAR BOOK OF EDUCATION
SECONDARY EDUCATION 1973.

PASRICHA PREM — GUIDANCE AND COUNSELLING IN INDIAN EDUCATION
N.C.E.R.T., NEW DELHI -1976.

PASRICHA PREM — GUIDANCE AND COUNSELLING IN INDIAN EDUCATION
N.C.E.R.T., NEW DELHI-1976.

PETERS, HARMAN J. AND JAMES C. HANSEN — VOCATIONAL GUIDANCE AND CAREER DEVELOPMENT
NEW YORK : THE MAC MILLAN CO. 1966.

REHMAN ABDUL — GUIDANCE NEEDS OF CHILDREN IN SRINAGAR CITY.
AN UNPUBLISHED M.ED. DISSERTATION 1977

S.A.HAhre.N — GUIDANCE TALKS TO TEACHERS
BLOOMINGTON 14: Mc KNIGHT & Mc KNIGHT-1947

S.B.L.BHARAD WAY — DIRECTORATE OF PSYCHOLOGICAL RESEARCH
MINISTRY OF DEFENCE, NEW DELHI

SCHNICDERS, A.A. — EMOTIONAL PROBLEMS AND ACADEMIC PERFORMANCE IN COLLEGE STUDENTS CITED IN: JAMES MICHAEL LEE & NATH NIEL J. PALLONE
BOOK : GUIDANCE AND COUNSELLING IN SCHOOLS FOUNDATIONS AND PROCESSES.
NEW YORK: Mc. GRAW HILL BOOK CO. 1966.

SHERTZER BRUCEL AND STONE — FOUNDATIONS OF GUIDANCE
BOSTON : HOUGHTON MIFFLIN COMPANY 1976.

BRUE AND SHELLLY C. STONE — FOUNDATIONS OF COUNSELLING
BOSTON : HOUGHTON MIFLIN CO. 1974

STRONG E.K. JR. — VOCATIONAL INTERESTS OF MEN & WOMEN
STANDFORD UNIVERSITY PRESS 1943.

L.M. — THE VOCATIONAL SUCCESS OF INTELLECTUAL GIFTED INDIVIDUAL OCCUPATIONS 1942.

ARTHUR E. — TECHNIQUES OF GUIDANCE
NEW YORK : HARPER AND BROTHERS 1957.

VAUGHAN T.G. — EDUCATION AND VOCATIONAL GUIDANCE TODAY
LONDON : ROUTLEDGE AND KENGAM PAUL 1970

VEDDER, CLYCLE B, OEL, KRENIG AND BERT B CLARK. — CRIMINOLOGY - A BOOK OF READINGS
NEW YORK : HOLT, RINEHART & WINSTON -1953

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

مغربی تعلیم اور مسلمان

مصنف : مسرور علی اختر ہاشمی

صفحات:240

قیمت :-/74روپے

تعلیم کی نفسیاتی اساس

مصنف : مورس۔ای۔ایسن

مترجم : عبداللہ ولی بخش قادری

صفحات: 767

قیمت :-/148روپے

تعلیم کے مقاصد اور وسائل

مصنف: تھیوڈر براملڈ

ہار پر اینڈ برادرس

صفحات:243

قیمت :-/72روپے

تعلیم سماج اور کلچر

مصنف : اے۔کے۔اٹاوے

صفحات:238

قیمت :-/70روپے

تعلیم اور اس کا سماجی پس منظر

مصنف : سلامت اللہ

صفحات:272

قیمت :-/65روپے

نئی اردو قواعد

مصنف :عصمت جاوید

صفحات:324

قیمت :-/75روپے

₹ 67/-

ISBN: 978-81-7587-915-7

9 788175 879157

राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद्

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC- 33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025